اور جو مہاجرین و انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔ (التوبۃ...)

بچوں اور نوجوانوں کے لئے آسان

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

★ صحابہ کرام کی عملی زندگی
★ صحابہ کرام کے بیانات
★ معاملات، رہن سہن، معاشرت اور بڑوں کا ادب دل نشیں انداز میں
★ صحابہ کرام کی وصیتیں
★ صحابہ کرام کی دُعائیں
★ سلیس اُردو زبان میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے یکساں مفید

جمع و ترتیب
محمد حنیف عبد المجید
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

معاونین
خلیل الرحمٰن، محمد عمران
فاضلان جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ
مولانا نور البشر صاحب مدظلہ
اُستاذ الحدیث و رفیق شعبۂ تصنیف
جامعہ فاروقیہ

بیت العلم ٹرسٹ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبة:۱۰۰)

اور جو مہاجرین و انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اِخلاص کے ساتھ اُن کے
پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

★ جو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہرہ آفاق کتاب "حیاۃ الصحابہ" سے لیے گئے اِقتباسات پر مشتمل ہے۔

★ جس میں ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف، بیان، وصیت، نصیحت اور دُعا شامل ہے۔

★ ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات کے اِختتام پر ایک مذاکرہ (مشق) بھی دیا گیا ہے۔

★ یہ کتاب دینی و عصری طلبہ و طالبات کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔

جمع و ترتیب
مُحمّد حنیف عبدالمجید
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن

معاونین
خلیل الرحمٰن، محمد عمران
فضلاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

مکتبہ بیت العِلم
G-30، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد،
اُردو بازار، کراچی۔ فون: 2726509

بشکریہ: بیت العلم
اردو بازار، کراچی۔

کتاب کا نام:............... صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

تاریخ اشاعت:............... رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق جون ۲۰۱۲ء

اسٹاکسٹ

مکتبہ بیت العلم

فدا منزل نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔

فون: +92-21-32726509 موبائل: +92-322-2583199

ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

ملنے کے دیگر پتے

☆ مکتبہ بیت العلم، اردو بازار لاہور۔ فون: +92-42-37112356

☆ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور۔ فون: +92-42-37228196

☆ مکتبہ امدادیہ، ٹی۔ بی روڈ، ملتان۔ فون: +92-61-4544965

☆ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: +92-51-5771798

☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ فون: +92-81-662263

☆ کتاب مرکز، فیریئر روڈ، سکھر۔ فون: +92-71-5625850

☆ بیت القرآن، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی، چھوٹکی گھٹی، حیدرآباد۔ فون: +92-22-3640875

نوٹ: یہ کتاب اب آپ ادارۃ السعید سے بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔

برائے سیلز و مارکیٹنگ: +92-312-3647578, +92-312-2645540, +92-21-32726508

لاہور: +92-321-4361131, +92-315-4472693

صحابہؓ کی زندگی

باسمہ تعالیٰ

ضروری گزارشات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک مسلمان بہ حیثیت مسلمان ہونے کے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے متن، ترجمہ اور تشریح کی درستگی اور صحت کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس بارے میں عمداً غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کتاب کی اصلاح، تصحیح، تخریج اور تحقیق علماء کرام کی ایک جماعت اور اسکولوں کے اساتذہ کرام نے مل کر اہتمام سے کی ہے اس کے باوجود.........

① تمام قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ دوران مطالعہ اگر کسی قسم کی غلطی نظر آ جائے تو اسے نظر انداز کرنے کی بجائے فوری طور پر ناشر سے بذریعہ خط (جو کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے) یا بذریعہ فون نمبر (جو صفحے کے نیچے درج ہے) رابطہ فرمائیں اور وہ نسخہ بھجوا دیں۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اس کی اصلاح کر کے یا متبادل اصلاح شدہ نسخہ آپ کو بھجوا دیا جائے گا۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔

② ادارہ کی درسی اور اصلاحی مطبوعات میں قرآن کریم/احادیث مبارکہ کے ساتھ شرعی تصاویر بھی شائع ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر قارئین کی نظر سے کوئی ایسی چیز گزرے جو قابل اصلاح ہو تو اس کی اطلاع ہمیں فوری طور پر دیں اور ایک دینی کام میں معاون بنیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب دعا

احباب ادارہ بیت العلم

☆ کتاب میں علمی اصلاح، اور طباعت و کتابت کے معیار سے متعلق امور پر رابطہ کے لیے نمبر:

0323-2159031, 0321-2159398

(براہ مہربانی صبح ۱۰:۰۰ بجے تا رات ۹:۰۰ بجے (سوائے جمعۃ المبارک) بات فرمائیں اس کے علاوہ SMS فرمائیں)

☆ کتاب کی قیمت، ترسیل وغیرہ سے متعلق امور پر رابطہ کے لیے نمبر:

0322-2125228, 0321-3647578, 0312-3647578

(براہ مہربانی صبح ۱۰:۰۰ بجے تا رات ۹:۰۰ بجے (سوائے اتوار) بات فرمائیں اس کے علاوہ SMS فرمائیں)

منفرد علمی اور دینی تحفہ

"صحابہ کی زندگی"

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

◎ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ تحفے میں بہترین چیز پیش کرے۔

◎ کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی طرف سے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟

❶ یاد رکھیے! ایک مسلمان کے لئے سب سے بہترین تحفہ "دینی علوم سے واقفیت ہے" اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یہ کتاب ہدیے/تحفے میں پیش کر کے ہم "تَهَادَوْا تَحَابُّوْا"[1] والی حدیث پر عمل کر سکتے ہیں جس کا معنی ہے کہ: "تم ایک دوسرے کو ہدیہ لیا دیا کرو آپس میں محبت بڑھے گی۔"

❷ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ محسوس کریں کہ یہ آپ کے گھر والوں ...... رشتہ داروں ...... دفتر کے ساتھیوں ...... کاروباری حلقوں ...... اور معاشرے کے دیگر افراد بشمول اسکول، کالج اور مدارس کے طلبہ کے لئے مفید ہے تو آپ کا انہیں یہ کتاب تحفے میں پیش کرنا آخرت میں سرمایہ کاری اور سماجی ذمہ داری کی ادائیگی کا حصہ ہوگا۔

❸ نیکی کے پھیلانے، علمِ دین اور کتابوں کی اشاعت کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ محلے کی مسجد، لائبریری، کلینک، محلے کے اسکول اور مدرسے کی لائبریری تک پہنچا کر معاشرے کی

[1] موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب ماجاء فی المهاجرة: ۷۰۶، ۷۰۷

اصلاح میں معاون و مددگار بنئے۔

④ کتاب کو ہدیے/ تحفے میں دے کر آپ علمی دوست بن سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بنا سکتے ہیں، اس لئے کہ کتاب جہاں کہیں بھی رکھی جاتی ہے وہ لوگوں کو پڑھنے کی طرف دعوت دیتی ہے اور جب لوگ دینی، معاشرتی اور اخلاقی احکام و ہدایات سے باخبر ہوں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ باعمل بھی ہوں گے۔

⑤ اگر اللہ تعالیٰ نے مالی گنجائش عطا کی ہو تو کم از کم دس کتابوں کو لے کر والدین اور اساتذہ کرام کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کر دیں، یا رشتہ داروں، دوستوں کو خوشی کے مواقع پر پیش کر کے دین اور دنیا کے فوائد اپنائیے۔

کتاب دے دینا ہمارا کام ہے، مطالعہ کی توفیق اور پھر ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہم اپنا کام پورا کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما کر مطلوبہ نتائج بھی ظاہر فرمائیں گے۔

درج ذیل سطور میں پہلے اپنا نام و پتہ پھر جنہیں ہدیہ دے رہے ہیں ان کا نام و پتہ لکھیں۔

ہدیۂ مبارکہ

مِنْ From

....

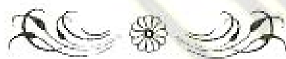
....

اِلٰی To

....

....

فہرستِ مضامین



تقریظ

مولانا نورالبشر محمد نورالحق صاحب حفظہم اللہ تعالیٰ

استاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

اللہ جل شانہ کا اس آخری امت پر صرف یہی احسانِ عظیم نہیں ہے کہ اس نے اس امت میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا، بل کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی عظیم فضل ہے کہ اس نے اس امت کو ایسی جماعت عطا فرمائی جو روئے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے معزز اور معتبر جماعت ہے، جن کے صدق واخلاص، عدالت وامانت اور مقتدا ہونے کی گواہی اللہ عزوجل نے اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، دنیا اس جماعت کو ''صحابہ'' کے نام سے جانتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک فرد ایسا تھا کہ ان میں دین کو دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے، ان کو بطورِ نمونہ عمل کے پیش کیا جا سکتا ہے، ان کی زندگی کا مطالعہ خوابیدہ جذبۂ عمل کو بیدار کرتا ہے، ان کا تذکرہ دلوں میں شوق وولولہ اور اُمنگ پیدا کرتا ہے۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو اس دینِ متین کے لئے وقف کر کے اپنے آپ کو دین کے سانچے میں ڈھال لیا تھا، ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کا چلنا پھرنا اور ان کی

معاشرت انسانیت کے واسطے عمل کے ہمہ جہتی پہلو رکھتی ہے، ان کی زندگی کا مطالعہ دین کی طرف رغبت کا ذریعہ ہے۔

ضرورت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تذکرے، ان کے حالات، ان کی نصیحتیں اور وصیتیں زیادہ سے زیادہ عام کی جائیں۔

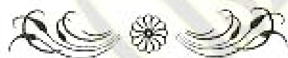
محترم مولانا محمد حنیف صاحب (سابق استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) نے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد عمران صاحب (فاضلان: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کے تعاون سے حضرات صحابہ کرام (جن میں سے اکثر اکابر صحابہ میں سے ہیں) کے حالات کو مرتب کر کے سامنے پیش کیا ہے، جن میں خصوصیت کے ساتھ ان کے عملی کردار کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماشاء اللہ ان دونوں حضرات نے نہایت خوبی کے ساتھ اہم چیزیں جمع فرما دیں، پھر آخر میں ''مذاکرہ'' کے نام سے سوالات دے کر ان کو یاد کرانے اور ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے جو نہایت ہی مستحسن اقدام ہے۔

دل سے دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سچی محبت ہم سب کے دلوں میں پیدا فرمائے اور ہمارے دلوں کو ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کے جذبات سے معمور فرمائے، آمین۔

وکتبہ (حضرت مولانا) نورالبشر محمد نورالحق (صاحب مدظلہم)

(استاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی)

۲۵/۱۰/۱۴۲۶ھ



مقدمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ:

حضراتِ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہوں نے براہِ راست حضور ﷺ سے دین حاصل کیا اور پھر دن رات ایک کرکے ہم تک پہنچایا۔ یہ وہ پاک طینت جماعت ہے جس کے بارے میں ربِ کائنات نے فرمایا:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ﴾[1]

تَرجَمہ: ”اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔“

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

”فَمَنْ أَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّھُمْ وَمَنْ أَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَھُمْ.“[2]

تَرجَمہ: ”جس نے اُن (صحابہ) سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض (نفرت) کیا تو اُس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض کیا۔“

بلاشبہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ معیارِ حق ہیں، کیوں کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے بعد اس روئے زمین پر ان سے بہتر انسان پیدا نہیں ہوئے، یہ مبارک جماعت اس

[1] سورة التوبة: آیت ۱۰۰

[2] ترمذی، أبواب المناقب، باب فی مناقب اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، رقم: ۳۸۶۲

لائق ہے کہ اس کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے کہ جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ ہیں، جو اس اُمت کا افضل ترین طبقہ ہے۔ قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف اور تصنع ان میں کالعدم تھا، اللہ جل شانہ نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لئے چنا تھا، اس لئے ان کی فضیلت اور برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقشِ قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اَخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لئے کہ وہی ہدایت کے راستے پر تھے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے ان محبوب ترین بندوں کا تذکرہ، ان پاک طینت نفوس کی سیرت سے خوشہ چینی اور ان کے سوانح خاکے قلم بند کرنا یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو بخشی ہے ان میں سے ایک حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بھی ہیں، جنہوں نے تین بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک شہرہ آفاق کتاب ”حیاۃ الصحابۃ“ کے نام سے تالیف فرمائی۔ اس کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اس کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

”مصنف گرامی قدر نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے واقعات سے اِبتداء کی ہے اور ساتھ ساتھ صحابہ کے حالات بھی تحریر کیے ہیں اور خاص طور پر دعوتی اور تربیتی پہلو کو اُجاگر کیا ہے۔ اس طرح یہ دُعاۃ کا ایسا تذکرہ ہے، جو کام کرنے والوں کے لئے زادِ راہ اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کا سرچشمہ ہے۔“

انہوں نے اس کتاب کے اندر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے وہ حالات، واقعات درج کیے ہیں جن کا کسی ایک کتاب میں ملنا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ یہ قصے

[1] حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرین: ۱/۱۷۹، رقم: ۱۰۶۵

اور حکایات، حدیث کی مختلف کتابوں یا تاریخ وطبقات کے مجموعوں اور کتبِ مسانید سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ایک ایسا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوگیا ہے جو اس زمانے کی تصویر سامنے رکھ دیتا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی، ان کے اخلاق و خصائص کے تمام پہلوؤں اور باریکیوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔"[1]

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اہل علم کو نصیحت فرماتے تھے کہ کئی مرتبہ "حیاۃ الصحابہ" کا مطالعہ کیا کرو، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بندہ نے مطالعہ شروع کیا، چوں کہ بندہ کا تعلق اداروں کی ذمہ داری سے ہے طلبہ کی شکایتیں احکایتیں آتی رہتی ہیں والدین، سے بھی ملنا رہتا ہے تو بچوں کی تربیت کا زیادہ احساس اور فکر پیدا ہوتی ہے، چناں چہ بندہ کو ہمیشہ یہ فکر ہوتی تھی کہ کس طرح ان بچوں کی تربیت کی جائے ایسے مضامین بیانات سنائے جائیں جوان کی تربیت میں معاون ہوں، اسی طرح ایسا لٹریچر اور مضامین تیار کئے جائیں جن کو وہ پڑھ کر ان کی تربیت ہو سکے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ "حیاۃ الصحابہ" کے مطالعہ کرنے کے دوران یہ محسوس ہوا کہ یہ مضامین جمع کر لئے جائیں اور بچوں کو بچوں کی زبان میں پیش کیا جائے تو امید ہے کہ اس سے ان کی تربیت ہوگی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! دورانِ مطالعہ ان باتوں کو منتخب کیا گیا، عنوانات بنائے گئے اور آسان الفاظ میں پیش کیا گیا۔

زیرِ نظر کتاب "صحابہ کی زندگی" اسی "حیاۃ الصحابہ" سے لئے گئے اقتباسات کا ایک مختصر سا مجموعہ ہے، البتہ ہر صحابی کا ایک مختصر سا تعارف "سیر الصحابہ" نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے، جب کہ درسی نصاب میں شامل کرنے کے لئے اس میں مذاکروں اور عنوانات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے، تا کہ جو اساتذہ و معلّمات اپنے طلبہ وطالبات سے ہفتہ واری سبق کے طور پر بھی اس کا مطالعہ کروائیں تو تمارین کے طرز

[1] حیاۃ الصحابہ اردو حصہ اول: ص ۲۲

پر یہ مذاکرہ مفید رہے۔ اس کے علاوہ کنز العمال، صحاح ستہ، حلیۃ الاولیاء، طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن جریر، سنن الکبریٰ للبیہقی، مجمع الزوائد اور شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ جات کی طرف مراجعت کی گئی، اور عربی عبارات شامل کر کے ان پر اعراب بھی لگائے گئے، اس سلسلے میں بندہ، مولانا محمد عمران برّی اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب (فاضلان: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کے تعاون کا نہایت شکر گزار ہے۔

ائمہ کرام، مدارس کے مہتممین اور پرنسپل حضرات سے مؤدبانہ و عاجزانہ گزارش ہے کہ اس کتاب کو اپنی مسجد کے مقتدیوں، ان کی اولاد اور اپنے طلبہ و طالبات تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک اور بابرکت جماعت کا تذکرہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہے، نیز اگر ہدایت کی نیت سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو قوی امید ہے کہ نوجوانوں کی اصلاح وتربیت کے لئے نسخۂ اکسیر ہوگا۔

اس کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے مواعظ، نصیحتیں، وصیتیں، اور دُعائیں بھی شامل کی گئی ہیں، خصوصاً معاملات اور حقوق العباد کی اہمیت ان حضرات کے مختلف واقعات کے ذریعے سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ مبارک ہستیاں لوگوں کو راحت پہنچانے اور دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کس قدر اہتمام فرماتی تھیں۔

آخر میں تمام قارئین سے نہایت ہی ادب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی دُعاؤں میں مؤلف اور جملہ معاونین کو بھی یاد رکھیں، کیوں کہ اس دُعا میں آپ کا بھی فائدہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ

يَدْعُوْ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ." [1]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کے پیٹھ پیچھے (غائبانہ) اس کے لئے دعا کرے تو ایک فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنے دربار عالی میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر مؤلف، ناشر، تحقیق اور تخریج کا کام کرنے والے علمائے کرام اور جملہ معاونین کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

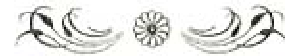
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اصلاح ودعا کا طالب

محمد حنیف عبدالمجید

عفی اللہ عنہ ولوالدیہ

رجب ۱۴۲۶ھ



[1] مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب: ۲/۳۵۱

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے تھے اس وجہ سے "صدیق" (ہمیشہ سچ بولنے والا) آپ کا لقب تھا۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ بہت بڑے تاجر تھے، آپ کی دیانت داری، سچائی اور امانت داری بہت مشہور تھی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی جان، مال سب کچھ دین کی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کردیا۔

کفار کے ظلم وستم کے خلاف آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام جہاد میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ چنے گئے، تقریباً سوا دو برس آپ خلیفہ رہے اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور حضور ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا، جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور ہچکیاں مار مار کر رونا شروع کردیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہوگیا ہے، لیکن (رعب

کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب آپ چپ ہوگئے تو ہم نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟

انہوں نے فرمایا: (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں، لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا چیز تھی جسے آپ دور کر رہے تھے مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا: دور ہو جا تو اس نے کہا: آپ تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے نہیں لیں گے، میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لئے مشکل ہوگیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور ﷺ کے طریقے سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔[1]

کسی کو تکلیف پہنچانے کے بعد راضی کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا:

"جب صبح ہو تو تم صدقے کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ، ہم انہیں تقسیم کریں گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔"

ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا: یہ نکیل لے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے۔

چناں چہ وہ آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

[1] مجمع الزوائد، کتاب الزهد، باب فیمن کره الدنیا: ١٠/٣٢١، رقم: ١٧٨٥٨

رضی اللہ تعالیٰ عنہما اونٹوں (کے باڑے) میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ داخل ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

تم ہمارے پاس کیوں آگئے؟

پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دی اور فرمایا: تم اپنا بدلہ لے لو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ بالکل نہیں لے گا۔ آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (کہ امیر تنبیہ کرنے کے لئے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کرلیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے کہا: تم میرے پاس ایک اونٹ، کجاوہ، ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ، چناں چہ یہ سب کچھ اس آدمی کو دے کر اسے راضی کیا۔[1]

فائدہ: پہلے تو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، غیر ارادی طور پر کسی کو ہم سے تکلیف پہنچ گئی اور بعد میں خیال آئے تو معافی مانگ لینی چاہیے، یا اس کو کچھ دے کر راضی کر لینا چاہیے۔ اسی موضوع پر ہمارے ادارے بیت العلم ٹرسٹ نے ایک کتاب "کسی کو تکلیف نہ دیجیے" کے نام سے اور دوسری کتاب "مظلوم کی آہ!" کے نام سے شائع کی ہے "کسی کو تکلیف نہ دیجیے" میں تکلیف سے بچانے کے راستے اور فوائد، تکلیف سے پہنچانے کے اسباب، دوسروں کو خوش رکھنے اور معاشرت کے آداب، معاملات کی درستگی، خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنے والے مفید نصائح و ہدایات جمع کی گئی ہیں۔ اور "مظلوم کی آہ!" میں ظالم

[1] کنز العمّال، الثالث، کتاب الخلافة مع الامارة: ٥/٢٣٩، رقم: ١٤٠٥٤

کو ظلم سے بچانے اور مظلوم کو تسلی دینے اور اسے صبر کی تلقین کرنے والے عجیب و غریب، دل کش اور مستند واقعات وقصص جمع کئے گئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھیں، ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

گالی کے جواب میں خاموش رہنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب نہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آ رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔

جب وہ آدمی بہت زیادہ برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے چل پڑے اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ بیٹھے رہے، جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو ناراض ہو کر کھڑے ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّهٗ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ اَكُنْ لِاَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ" پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آ کودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں۔

① جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زوردار مدد کریں گے۔

② جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں۔

③ جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتے ہیں۔[1]

مسلمان بھائی/بہن سے معافی مانگنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: (مجھ سے غلطی ہوگئی اس لئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لئے اللہ سے استغفار کریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لئے وہ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لئے استغفار نہیں کر رہے، یہ کیا بات ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی مرتبہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے تھے میں ہر مرتبہ (چپکے سے) ان کے لئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] مسند احمد: ۲/۴۳۶، رقم: ۹۳۴۱

"میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکر نے کہا تھا، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہر حال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کے لئے ہے۔ غور سے سنو! (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کردو، لیکن (ابوبکر) ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) فرمایا: "ہمارے درمیان کوئی بات ہوجایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔" میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: آپ نے مجھے خوش کیا، اللہ آپ کو خوش فرمائے۔ پھر حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام بھیج کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی یہی کہا۔[2]

تعریف کی کون سی صورت اللہ کو ناپسند ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تعریف کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ فرمایا: "تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ تم میں سے کسی کو اگر کسی کی تعریف ضرور ہی کرنی ہو اور اسے اس کی اچھی صفات یقینی طور سے معلوم ہوں تو یوں کہنا چاہیے

[1] مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب جامع فی فضله: ۹/۹، رقم: ۱۴۳۲۰

[2] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، ذکر ازواج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ۷۴/۶

"اَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ، وَلَا اُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا، اَحْسِبُهٗ -اِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَاكَ- كَذَا وَكَذَا" کہ میرا فلاں کے بارے میں یہ گمان ہے اور اللہ اسے بہتر جانتے ہیں، اللہ کے سامنے وہ کسی کو مقدس بنا کر پیش نہ کرے، بل کہ یوں کہے، میرا گمان یوں ہے میرا خیال یہ ہے۔"[1]

بڑوں کا ادب

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آئے، ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔

چناں چہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"اِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَضْلَ لِاَهْلِ الْفَضْلِ اَهْلُ الْفَضْلِ"

ترجمہ: "فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔"

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کرلیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک سخت بیماری پیش آگئی ہے (جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آواز اونچی نہیں کر پارہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہوگیا تو وہ واپس چلے گئے۔

[1] مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط، رقم: ۳۰۰۰

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کرلی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ جِبْرِیْلَ اَمَرَنِیْ اِذَا حَضَرَ الْعَبَّاسُ اَنْ اَخْفِضَ صَوْتِیْ کَمَا اَمَرَکُمْ اَنْ تَخْفِضُوْا اَصْوَاتَکُمْ عِنْدِیْ''

''جبریل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب عباس آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کرلیا کروں جیسے جبریل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کرلیا کرو۔''[1]

حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں، جاتے اور راستے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوجاتی تو یہ حضرات (ان کے اکرام میں) سواری سے نیچے اتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جدا ہوتے۔

فائدہ: اگرچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے اصل فضیلت تقویٰ اور علم کو حاصل ہے لیکن ساتھ ہی چھوٹی عمر والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت کریں، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا''[2]

ترجمہ: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ پہچانے۔''

---

[1] کنز العمال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ: ۱۳/۲۲۱، رقم: ۳۷۳۱۸

[2] ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، رقم: ۱۹۲۰

خاص طور سے جس شخص کے بال سفید ہوگئے ہوں اس کی عزت و احترام کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ''[1]

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ایک حصہ ہے کہ کسی سفید بالوں والے مسلمان کا احترام کیا جائے۔''

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ مَنْ یُّکْرِمُہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ''[2]

ترجمہ: ''جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے لوگ مقرر فرمادیتے ہیں جو اس کی بڑی عمر میں اس کی عزت کریں۔''

آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ اگر کسی وفد میں سے کوئی چھوٹی عمر کا شخص بڑوں سے پہلے بولنا شروع کردیتا تو آپ ﷺ اس کو تاکید فرماتے کہ بڑے کو پہلے بولنے دو۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بڑوں کی عزت وتوقیر کی آپ ﷺ نے کس درجے تاکید فرمائی ہے اور اس پر یقیناً اجر وثواب ملتا ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بڑوں کا ادب کریں، ان سے پہلے نہ بولیں، ان کے سامنے زور سے نہ بولیں، بلاضرورت کے نہ بولیں، ان کے آگے آگے نہ چلیں اور بس میں، ان کے لئے سیٹ چھوڑ دیں، اس پر اللہ تعالیٰ ہمیں اجر وثواب عطا

---

[1] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، رقم: ۴۸۴۳

[2] ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، رقم: ۲۰۲۲

فرمائیں گے اور ہماری عزت کے لئے ہمارے چھوٹوں کو مقرر فرمائیں گے۔

اچھے طریقے سے سلام کا جواب دینا

حضرت زہرہ بن حمیضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے سواری پر سوار تھا، جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں سلام کرتے، لوگ جواب میں ہمارے الفاظ سے زیادہ الفاظ سلام میں ذکر کرتے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آج تو لوگ (اجر وثواب میں) ہم پر غالب آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آج تو لوگ ہم سے خیر میں بہت آگے نکل گئے۔[1]

آپ کے بیانات

سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا:

۱۔ اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالاں کہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں، اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھایا ہے:

”سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق فجور ہے۔“

۲۔ جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقت ور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کم

[1] حیاۃ الصحابۃ (اردو) مسلمان کو سلام کرنا: ۲/۷۸۱

زوروں کے حق کو دبا لیتا ہے) وہ میرے نزدیک کم زور ہے۔ میں کم زور کو اس طاقت ور سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا۔ اور جو تم میں سب سے زیادہ کم زور ہے (جس کے حق طاقت وروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقت ور ہے، میں ان کے حق طاقت وروں سے ضرور لے کر دوں گا۔

۳۔ اے لوگو! میں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرنے والا ہوں۔ اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں۔

اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں۔

میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

سچ بولنا امانت اور جھوٹ بولنا خیانت ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ پچھلی روایت کا کچھ مضمون ذکر کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ ”سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے“ پھر یہ اضافہ کرتے ہیں:

غور سے سنو!

میرے نزدیک سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے۔

اسی طرح حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان: ”میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں“ کے بعد یہ کہا:

اللہ کی قسم! ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا، لیکن مومن آدمی یوں ہی کسر نفسی (تواضع) کیا

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ: ۵/۲۴۳، رقم: ۱۴۰۶۹

کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نقل کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اس خلافت کا بوجھ اٹھا لیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمنا والی بات سچے دل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۴ اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے، اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے۔ میں تو عام انسان ہی ہوں، اس لئے تم لوگ میری نگرانی رکھو۔[1]

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایسا زبردست بیان کیا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں۔[2]

اپنے نفس کا محاسبہ کرو

حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعتِ خلافت ہوگئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھا کرتے تھے اس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! (اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ لیا کہ)

۵ اپنے نفس کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ (اللہ کی طرف سے) کیا جائے۔

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافۃ: ۵/۲۴۰، رقم: ۱۴۰۵۸   [2] أیضًا

۶ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے۔

۷ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب کو مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔

۸ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔

میں اپنی بات اس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

حرام کھانے والا جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۹ اے لوگو! اسلام میں لوگ خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں، لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔

۱۰ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔[2]

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ: ۵/۲۵۲، رقم: ۱۴۱۱۰
[2] حیاۃ الصحابہ (اردو)، خلافت لوگوں کو واپس کرنا: ۲/۵۰، ۵۱

موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے، تمہیں تلاش کر رہی ہے

حضرت عاصم بن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ اسامہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔ غور سے سنو! اب اسامہ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیے، بل کہ جرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا:

اے لوگو! میں تو تمہارے جیسا ہوں، مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلّف بناؤ جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں تھی (اور میرے بس میں نہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور ان کی تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں (ان ہی کے) پیچھے چلنے والا ہوں، اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلوں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس وقت اُمت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو۔

۱۱ غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے، جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ، کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آجائے گی۔ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تماری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو، اور تم ایسا صرف اللہ کی

مدد سے ہی کر سکتے ہو۔

لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اس سے پہلے کہ موت آجائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے، کیوں کہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لئے کر دیئے ہیں، لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو، خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بل کہ) جلدی کرو، کیوں کہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے، لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں (کی موت) سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔[1]

حضرت سعید بن ابی مریم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو (میں خود خلیفہ نہ بنتا بل کہ) میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہے اس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی۔

۱۲ غور سے سنو! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بد بخت لوگ "بادشاہ" ہیں۔ اس پر تمام لوگوں نے گردنیں بلند کیں اور سر اٹھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے لگے، پھر فرمایا:

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الحادية عشر، ذكر اول امر ابي بكر في خلافته: ۲۴۴/۲

تم لوگ جلد باز ہو اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو۔ جو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہ بنانے سے پہلے اس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اس پر خوف اور غم مسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اس سے اس کا دل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں، وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے، لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی، سکھ چین اسے نصیب نہ ہوگا، پھر جب اس کا سایہ ختم ہوتا ہے اور اس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے، بل کہ اس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔

غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

۱۴ اما بعد! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی شایانِ شان تعریف کرو اور اللہ کے عذاب کا خوف تو ہونا چاہیے، لیکن ساتھ ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھو اور اللہ سے خوب گڑگڑا کر مانگو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی قرآن کریم میں تعریف فرمائی ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝﴾ [1]

[1] سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰

ترجمہ: ”یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید خوف کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔“

اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہاری جانوں کو گروی رکھا ہوا ہے اور اس پر اللہ نے تم سب سے پختہ عہد لیا ہوا ہے اور اس نے تم سے (دنیا کے) تھوڑے اور ختم ہو جانے والے مال اور سامان کو (آخرت کے) زیادہ اور ہمیشہ رہنے والے اجر کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

یہ تم میں اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے اور اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا، لہٰذا اس کتاب کے ہر قول کی تصدیق کرو، اس سے نصیحت حاصل کرو اور اندھیرے والے دن کے لئے اس میں سے روشنی حاصل کرو۔

اللہ نے تمہیں صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور لکھنے والے کریم فرشتوں کو تم پر مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح اور شام اس موت کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا وقت مقرر ہے، لیکن تمہیں وہ بتایا نہیں گیا، تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب تمہاری عمر کا آخری وقت آئے تو تم اس وقت اللہ کے کسی عمل میں لگے ہوئے ہو اور ایسا تو تم صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو۔

لہٰذا عمر کے پورے ہونے سے پہلے تمہیں جو مہلت ملی ہوئی ہے اس میں نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، ورنہ تمہیں اپنے برے اعمال کی طرف جانا پڑے گا، کیوں کہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے اور اپنی عمر دوسروں کو دے دی ہے یعنی اپنے ایمان و عمل کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ میں تمہیں ان جیسا بننے سے سختی سے روکتا ہوں، جلدی کرو، کیوں کہ تمہارے پیچھے موت کا فرشتہ لگا ہوا ہے جو تمہیں تیزی سے تلاش کر رہا ہے اس کی رفتار بہت تیز ہے۔ [1]

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۶۹، رقم: ۸۰

موت سے پہلے صدقہ کرو، تاکہ موت کے بعد کام آئے

۱۴ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: تمہارے فقر وفاقہ کی وجہ سے میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کی شان کے مطابق اس کی تعریف کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، کیوں کہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے۔[1]

تم اس بات کو بھی جان لو کہ جو عمل تم خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور اپنے حق کو محفوظ کرلو گے، لہٰذا تم اپنے قرضہ دینے کے زمانے میں یعنی دنیاوی زندگی میں جو تم نے کمایا ہے وہ سب (اللہ کو) دے دو اور اپنے سامنے ان کو بطور نوافل کے رکھو (یعنی جتنا مال خرچ کرنا فرض ہے وہ تو خرچ کرنا ہی ہے مزید اور بھی خرچ کرو) اس طرح تمہیں شدید ضرورت کے وقت اور عین محتاجی کے زمانے میں اپنی ان کمائیوں کا اور دیئے ہوئے اپنے قرضوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

۱۵ اے اللہ کے بندو! ان لوگوں کے بارے میں سوچو، جو تم سے پہلے دنیا میں تھے، وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟

وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا، خوب کھیتی باڑی کی تھی اور سامان و تعمیرات سے زمین کو خوب آباد کیا تھا؟ آج سب لوگ انہیں بھول چکے ہیں اور ان کا تذکرہ تک بھلایا جاچکا ہے، لہٰذا آج وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کے کفر وظلم کی وجہ سے ان کے گھر اور شہر ویران پڑے ہیں اور وہ بادشاہ خود اس وقت قبر کی تاریکیوں میں ہیں۔ کیا تم ان ہلاک ہونے والوں میں سے کسی کو

[1] اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حکیم والی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور مزید یہ مضمون ذکر کیا۔

دیکھتے ہو یا ان میں سے کسی کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو۔

تمہارے وہ ساتھی اور بھائی آج کہاں ہیں جن کو تم پہچانتے تھے؟

وہ ان اعمال کے بدلے کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور بدبختی یا نیک بختی دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔

۱۶ اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو دور کرے۔ اللہ سے یہ باتیں تو صرف اس کی طاعت اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

۱۷ وہ راحت راحت نہیں ہے جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

جس قول میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو، اس میں کوئی خیر نہیں

۱۸ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس قول میں کوئی خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی نادانی اس کی بردباری پر غالب ہو اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرے۔[2]

جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو

۱۹ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جس سے مقصود صرف ان کی ذات

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۷۰، رقم: ۸۱

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۷۱، رقم: ۸۲

عالی ہو، لہٰذا تم اپنے اعمال سے صرف اسی کی ذات کو مقصود بناؤ اور اس کا یقین رکھو کہ تم جو عمل خالص اللہ کے لئے کروگے تو وہ ایک نیکی ہے جو تم نے کی ہے اور بڑا حصہ ہے جسے حاصل کرنے میں تم کامیاب ہوگئے، یہ تمہاری ایسی آمدنی ہے جو تم نے (اللہ کو) دے دی ہے۔ یہ قرض ہے جو تم نے فانی دنیا کے دنوں سے لے کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا ہے اور یہ قرض تمہیں اس وقت کام آئے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی۔

اے اللہ کے بندو! جو تم میں سے مرگئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور جو تم سے پہلے تھے ان کے بارے میں غور کرو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں۔

اے اللہ کے بندوں! کہاں ہیں وہ حسین وجمیل لوگ جن کے چہرے خوب صورت تھے اور وہ اپنی جوانی پر اکڑتے تھے۔ اب وہ مٹی ہوچکے ہیں اور جن اعمال کے بارے میں انہوں نے کمی بیشی کی تھی اب وہ اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بہت سے شہر بنائے تھے اور شہروں کے اردگرد بڑی مضبوط دیواریں بنائی تھیں اور ان میں عجیب وغریب چیزیں بنائی تھیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے وہ ان شہروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب ان کے رہنے کی جگہیں ویران پڑی ہوئی ہیں اور وہ خود قبر کی اندھیریوں میں ہیں۔ کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟

تمہارے وہ بیٹے اور بھائی کہاں ہیں جنہیں تم پہچانتے ہو؟

ان کی عمریں ختم ہوگئیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی یا نیک بختی والی جگہ ان کو مل گئی ہے۔

(۲۰) غور سے سنو! اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان

کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو ہٹادے۔ اللہ سے تعلق تو صرف اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے بنتا ہے۔

اس بات کو جان لو کہ تم ایسے بندے ہو جنہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی اطاعت سے حاصل ہوسکتا ہے۔[1]

نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو

(۲۱) حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! نفاق والا خشوع کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دل میں تو نفاق ہو، لیکن ظاہری بدن میں خشوع ہو۔''[2]

اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور موت کے بعد کے اکرام کا اس سے سوال کرتے ہیں، کیوں کہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] أخرجه ابن جرير فى تاريخه، السنة الحادية عشر ذكر اول امر ابى بكر فى خلافته: ٢/٢٤٥

[2] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصلاة: ٨/٩٣، رقم: ٢٢٥٢٠

اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنہیں اللہ نے حق دے کر خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا، تاکہ جو شخص زندہ ہے وہ اسے ڈرائیں اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے۔

۲۲ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

میں آپ لوگوں کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے پکڑو جو اس نے تمہارے لئے شریعت بنایا اور جس کی اس نے تمہیں ہدایت دی۔

کلمہ اخلاص (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے بعد ہدایت اسلام کی جامع بات یہ ہے کہ اس آدمی کی بات سنی اور مانی جائے جس کو اللہ نے تمہارے تمام کاموں کا والی اور ذمہ دار بنایا ہے، جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے والی اور ذمہ دار کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا، جو حق اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

۲۳ اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو، جو آدمی خواہش کے پیچھے چلنے، لالچ میں پڑنے اور غصہ میں آنے سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہو گیا۔

اترانے سے بچو! اس انسان کا کیا اترانا جو مٹی سے بنا ہے اور عن قریب مٹی میں چلا جائے گا، پھر اسے کیڑے کھا جائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے اور کل وہ مرا ہوا ہو گا۔

ہر روز اور ہر گھڑی عمل کرتے رہو۔

مظلوم کی بددعا سے بچو۔[1]

اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔

صبر کرو، کیوں کہ ہر عمل صبر کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

[1] ظلم اور مظلوم کی بددعا سے بچنے کے لئے ''مظلوم کی آہ'' نامی کتاب کا ضرور مطالعہ کریں

چوکنے رہو، کیوں کہ چوکنا رہنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

عمل کرتے رہو، کیوں کہ عمل ہی قبول ہوتے ہیں۔

اللہ نے اپنے جس عذاب سے ڈرایا ہے اس سے ڈرتے رہو اور اللہ نے اپنی جس رحمت کا وعدہ کیا ہے اسے حاصل کرنے میں جلدی کرو۔

سمجھنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں سمجھا دے گا۔ بچنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں بچا دے گا، کیوں کہ اللہ نے وہ اعمال بھی تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں کو اللہ نے ہلاک کیا ہے اور وہ اعمال بھی بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے نجات پانے والوں کو نجات ملی۔

اللہ نے اپنی کتاب میں اپنا حلال اور حرام اور پسندیدہ اور ناپسند اعمال سب بیان کر دیئے ہیں۔

میں تمہارے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔

اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی سے ملتی ہے۔

تم اس بات کو جان لو کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس سے تم اپنے رب کے مطیع بنو گے اور (آخرت میں اجر و ثواب کے) اپنے بڑے حصے کو محفوظ کر لو گے اور قابل رشک بن جاؤ گے۔

جو اعمال تم نے فرائض کے علاوہ کیے ہیں انہیں اپنے آگے کے لئے نفل بنا لو۔

اس طرح تم اللہ کو جو اعمال کا قرضہ دو گے اس قرضے کا تمہیں آخرت میں پورا پورا بدلہ ملے گا جب کہ تمہیں اس کی شدید ضرورت ہو گی۔

۲۴ اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں سوچو جو دنیا سے جا چکے ہیں۔ جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی اور خوش قسمتی کی جگہ میں پہنچ

گئے ہیں۔

اللہ کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی نسب کا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے اللہ اسے کوئی خیر دے یا اس سے کوئی برائی ہٹا دے، بل کہ یہ باتیں تو صرف اللہ کی اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور میں تمہارے لئے اور اپنے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی پر درود بھیجو۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.[1]

فَائِدَةٌ: نیکی کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ نیک کام کا جذبہ یا شوق دل میں پیدا ہوتے ہی فوراً نیک کام شروع کر دینا چاہیے فرصت کے انتظار میں نہیں بیٹھے رہنا چاہیے، کیوں کہ وقت انسان کو کبھی فرصت یا مہلت نہیں دیتا اپنی رفتار چل رہا ہوتا ہے، جب وقت ہمارا انتظار نہیں کرتا ہم کیوں وقت کو وقت دیں؟

لہٰذا جب بھی کسی نیک کام کا خیال آئے فوراً مختلف کاموں کے بیچ ترتیب بنا کر اسے کر ڈالنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

۲۵ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا:

ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھیں۔ اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی۔ اسے جسمانی صحت کی نعمت

۱ کنز العمّال، الثامن کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/ ٦٣، رقم: ٤٤١٧٧

بھی دی تھی، لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی، اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لئے کیا کیا اور اپنے لئے کون سے عمل آگے بھیجے۔

وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہیں پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر وہ خون کے آنسو رونے لگے گا۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت کھا جائے گا۔

پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر کہے گا: اے میرے رب! مجھے دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے، چناں چہ اسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

﴿اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِاللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝﴾[1]

تَرْجَمَہ: ”جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔[2]“

فَائِدَةٌ: اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ہر آن انسان پر مبذول رہتی ہیں، یہ نعمتیں اتنی

۱ سورۃ التوبۃ: آیت ٦٣

۲ کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار: ۲/ ۱۷۸، رقم: ٤٣٨٨

زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [1]

ترجمہ: ''اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کو ٹھیک ٹھیک شمار نہ کر سکو گے۔''

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر دوسری نعمتوں کو چھوڑ دیا جائے تو صرف زندگی کی نعمت اتنی بے حساب ہے کہ ہر سانس میں دو نعمتیں پنہاں ہیں۔ سانس کا اندر جانا ایک نعمت اور باہر آنا دوسری نعمت ہے، کیوں کہ اگر سانس اندر جائے اور باہر نہ آئے تو مصیبت ہے اور باہر آئے اندر نہ جائے تو دوسری مصیبت ہے، لہٰذا ہر سانس پر انسان کو دو نعمتیں ملتی ہیں اور ہر نعمت شکر کا تقاضا کرتی ہے، اگر ہر سانس پر آدمی ایک بار شکر ادا کرے تب بھی صرف سانس کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، دوسری بے شمار نعمتوں کا کیسے شکر ادا ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ [2]

ترجمہ: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو شکر گزار بندہ بہت محبوب ہے اور ناشکرا شخص نہایت ناپسند ہے۔ کیوں کہ ناشکری انتہائی تنگ نظری کی علامت ہے۔ ناشکرے شخص کو اگر کوئی ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اسی کو لے بیٹھتا ہے، اسے وہ بے شمار نعمتیں نظر نہیں آتیں جو عین اس تکلیف کے عالم میں بھی اس پر برس رہی ہوتی ہیں اور وہ ذرا سی تکلیف کو پہاڑ بنا کر اسی کا رونا روتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف شکر گزار بندے کا یہ حال ہے

[1] سورۃ ابراھیم: آیت ۳۴ [2] سورۃ ابراھیم: آیت ۷

کہ تکلیف کے عالم میں بھی اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر رہتی ہے۔ وہ ان نعمتوں پر شکر بھی ادا کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تکلیف کے دور ہونے کی دعا بھی کرتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لئے ہمیں ہر وقت یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا'' [1]

ترجمہ: ''اے اللہ! ہم کو اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان پر تعریف کرنے والا اور اس کا قبول کرنے والا بنا اور ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری فرما دے۔''

اور زوالِ نعمت سے پناہ مانگنے کے لئے یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ زوالِ نعمت سے پناہ مانگنے کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَآءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ.'' [2]

ترجمہ: ''الٰہی! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے چھن جانے سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری ہر طرح کے غصے سے۔''

تقویٰ اختیار کرو

(۲۶) حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم تقویٰ اور پاک دامنی

[1] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشہد: ۱/۱۳۹

[2] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اهل جنة: ۲/۳۵۲

اختیار کرو تو تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تمہیں پیٹ بھر کر روٹی اور گھی ملنے لگے گا۔[1]

اللہ عزوجل سے حیا کرو

۲۷ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں میں بیان فرمایا:

اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ عزوجل سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتا ہوں تو میں اپنے رب سے حیا کی وجہ سے اپنے اوپر کپڑا اوڑھے رہتا ہوں۔[2]

عافیت بہترین نعمت ہے

۲۸ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے۔ پھر فرمایا: پہلے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں بیان کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا:

اللہ سے معافی بھی مانگو اور عافیت بھی، کیوں کہ کسی آدمی کو ایمان ویقین کے بعد ...... عافیت سے بہتر ...... کوئی نعمت نہیں دی گئی ...... یعنی سب سے بڑی نعمت تو ایمان ویقین ہے اور اس کے بعد عافیت ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنے کے لئے اس دعا کو اپنا معمول بنانا چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ"[4]

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ، والرقائق ...... ۱۶/۶۳، رقم: ۴۴۱۷۶
[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ۶۲/۱۶
[3] ترمذی، أبواب الدعوات: ۱۹۶/۲
[4] ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح: ۳۳۶/۲

ترجمہ: "یا اللہ! میں آپ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگتا ہوں۔ یا اللہ! میں آپ سے معافی اور عافیت (دنیا و آخرت کے مصائب سے نجات) کا سوال کرتا ہوں اپنے دین میں بھی، اپنی دنیا میں بھی، اپنے گھر والوں کے لئے بھی اور اپنے مال کے لئے بھی۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے اور اس مبارک دعا کا معمول آخر عمر تک رہا۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے پردہ فرماگئے۔

یہ دعا بہت ہی مبارک ہے اور اس کو صبح وشام ضرور مانگنا چاہیے۔

جھوٹ سے بچو

۲۹ حضرت اوسط رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

پچھلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اسی جگہ کھڑے ہوکر بیان فرمایا تھا: اللہ سے عافیت مانگو، کیوں کہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے افضل نعمت نہیں دی گئی اور سچ کو لازم پکڑے رہو، کیوں کہ سچ بولنے سے آدمی نیک اعمال تک پہنچ جاتا ہے۔ سچ اور نیک اعمال جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق وفجور تک پہنچ جاتا ہے اور جھوٹ اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔[1]

[1] کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار: ۲۶۵/۲، رقم: ۴۹۲۱

مسجدیں صرف ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں

۳۰ حضرت ابوضمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

عن قریب تمہارے لئے ملکِ شام فتح کر دیا جائے گا۔ پھر تم وہاں کی نرم زمین میں جاؤ گے اور روٹی اور تیل سے اپنا پیٹ بھرو گے اور وہاں تمہارے لئے مسجدیں بنائی جائیں گی اور اس بات سے بچنا کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم لوگ کھیل کود کیلئے ان مسجدوں میں جاتے ہو، کیوں کہ مسجدیں تو صرف ذکر کیلئے بنائی گئی ہیں۔[1]

آپ کی وصیتیں

آپ کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت

۱ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت نامہ لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ ابوبکر صدیق کی طرف سے وصیت ہے (اور وہ یہ وصیت نامہ اس وقت کر رہے ہیں) جب کہ ان کا اس دنیا میں آخری وقت آیا ہے اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور ان کی آخرت شروع ہو رہی ہے جس میں وہ داخل ہو رہے ہیں اور یہ موت کا وقت ایسا ہے کہ جس وقت کافر بھی غیب پر ایمان لے آتا ہے اور فاسق و فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے:

"إِنِّي اسْتَخْلَفْتُ مِنْ بَعْدِي عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَإِنْ عَدَلَ

[1] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصلاة، حقوق المسجد: ۱۴۸/۸، رقم: ۲۳۰۷۴

فَذٰلِكَ ظَنِّي فِيهِ وَ إِنْ جَارَ وَبَدَّلَ فَالْخَيْرَ أَرَدْتُّ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ"

ترجمہ: "میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اگر وہ عدل وانصاف سے کام لیں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور بدل جائیں تو (اس کا وبال ان پر ہی ہوگا اور ان کو خلیفہ بنانے سے) میرا ارادہ خیر کا ہی ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا"

یعنی "پھر تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"لٰكِنْ لَّهَا بِكَ حَاجَةً"

لیکن خلافت کو تمہاری ضرورت ہے، کیوں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں جو ملتا تھا ہم اسے استعمال کرتے اور پھر اس میں سے جو بچ جاتا وہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو پہلے نہ دیتے، بل کہ ان پر ترجیح دیتے ہوئے پہلے ہمیں دیتے) اور پھر تم نے مجھے بھی دیکھا ہے اور میرے ساتھ بھی رہے ہو اور میں نے اپنے سے پہلے والے کی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے۔

اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے کہ میں سو رہا ہوں اور خواب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں یا کسی وہم کے طور پر تمہارے سامنے یہ شہادتیں دے رہا ہوں۔ میں نے (سوچ سمجھ کر) جو راستہ اختیار کیا ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہٹا ہوں۔

② اے عمر! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتے اور دن میں کچھ حقوق اللہ کے ایسے ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے (یعنی انسان دن میں انسانوں پر محنت کرے اور مسلمانوں کے اجتماعی کام میں لگا رہے اور رات کو کچھ وقت اللہ کی عبادت ذکر و تلاوت اور دعا میں مشغول رہے۔ دن و رات کی یہ ترتیب اللہ نے مقرر فرمائی ہے۔

③ قیامت کے دن صرف حق کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی اعمال کا ترازو بھاری ہوگا اور جس ترازو میں صرف حق ہی ہو اس کا بھاری ہونا ضروری ہے۔
قیامت کے دن صرف باطل کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں صرف باطل ہی ہو اس کا ہلکا ہونا ضروری ہے۔

④ سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے اپنے نفس سے ڈراتا ہوں۔ پھر لوگوں سے ڈراتا ہوں، کیوں کہ لوگوں کی نگاہیں (لالچ کی وجہ سے) جھانکنے لگ گئی ہیں اور ان کی نفسانی خواہشات پھول گئی ہیں۔ یعنی زور پکڑ چکی ہیں، لیکن جب ان خرابیوں کی وجہ سے انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی تو اس وقت وہ حیران و پریشان ہوں گے، کیوں کہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک وہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے۔ یہ میری وصیت ہے۔ میری طرف سے تمہیں سلام ہو۔'' [1]

آپ کی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام بھیجنے کے لئے لشکروں کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (چناں چہ لشکر جمع ہوگئے اور) ان کے مقرر کردہ امیروں میں سے سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ: ۵/۲۷۰، رقم: ۱۴۱۷۶

حکم دیا کہ فلسطین جانے کے ارادے سے وہ ''ایلہ'' شہر سے گزریں۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر جو مدینہ سے چلا تھا اس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں حضرات مہاجرین اور انصار کی بڑی تعداد تھی۔ (جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ان کو رخصت کرنے کے لئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور ان کو ہدایات دیتے جارہے تھے:

⑤ ''يَا عَمْرُو اِتَّقِ اللّٰهَ فِي سِرِّ أَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِكَ وَاسْتَحْيِهِ فَإِنَّهُ يَرَاكَ وَيَرٰى عَمَلَكَ.''

ترجمہ: ''اے عمرو! ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے خواہ وہ کام چھپ کر کرو یا سب کے سامنے اور اللہ سے شرم کرنا، کیوں کہ وہ تمہیں اور تمہارے تمام کاموں کو دیکھتا ہے۔''

① تم آخرت کے لئے کام کرنے والے بنو ② اور تم جو کام بھی کرو...... اللہ کی رضا کی نیت سے کرو۔ ③ جو مسلمان تمہاے ساتھ جارہے ہیں تم ان کے ساتھ والد کی طرح شفقت کا معاملہ کرنا۔ ④ لوگوں کی اندر کی باتوں کو ہرگز نہ کھولنا، بلکہ ان کے ظاہری اعمال پر اکتفا کرلینا۔ ⑤ اپنے کام میں پوری محنت کرنا۔ ⑥ دشمن سے مقابلہ کے وقت جم کر لڑنا اور بزدل نہ بننا۔ ⑦ (اور مال غنیمت میں اگر خیانت ہونے لگے تو اس) خیانت کو جلدی سے آگے بڑھ کر روک دینا اور اس پر سزا دینا۔ ⑧ جب تم اپنے ساتھیوں میں بیان کرو تو مختصر کرنا۔ ⑨ تم اپنے آپ کو ٹھیک رکھو تو تمہارے سارے امور تمہارے ساتھ ٹھیک چلیں گے۔'' [1]

آپ کی عمرو اور ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت

حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ: ۵/۲۴۸، رقم: ۱۴۰۹۱

نے حضرت عمرو اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خط لکھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک قبیلہ قضاعہ کے آدھے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقات وصول کرنے کے لئے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ باہر آئے تھے اور ان دونوں کو ایک ہی وصیت فرمائی تھی:

٦ ”ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیوں کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (ہر مشکل اور پریشانی اور سختی سے) نکلنے کا راستہ ضرور بنا دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے روزی ملنے کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔

اللہ کے بندے جن اعمال کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں ان میں سب سے بہترین اللہ کا ڈر ہے۔ تم اس وقت اللہ کے راستوں میں سے ایک راستے میں ہو۔ تمہارے اس کام میں حق کی کسی بات پر چشم پوشی کرنے کی اور کسی کام میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح جس کام میں تمہارے دین کی درستگی ہے اور تمہارے کام کی ہر طرح سے حفاظت ہے اس کام سے غفلت برتنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

٧ لہٰذا سست نہ پڑنا اور کوتاہی نہ کرنا۔“[1]

آپ کی دعائیں

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، ذكر الخبر...... ٢/٣٣٢

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

١ ”اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ فِيْ عَاقِبَةِ أَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَا تُعْطِيْنِي مِنَ الْخَيْرِ رِضْوَانَكَ وَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ“[1]

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ہر کام کے انجام میں خیر کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے جس خیر کی توفیق عطا فرمائے اسے اپنی رضا کا اور نعمتوں والی جنتوں میں اونچے درجات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔“

فائدہ: اس دعا میں ہمیں یہ سکھلایا گیا ہے کہ کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مدد اس کے اچھے انجام کا سوال کریں کہ یا اللہ! میرے اس کام کا خاتمہ بالخیر فرما، اسی طرح اپنی زندگی کے خاتمے کے بارے میں بھی یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! میری زندگی کا خاتمہ بالایمان فرما۔

حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

٢ ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ اٰخِرَهٗ وَ خَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِمَهٗ وَ خَيْرَ أَيَّامِيْ يَوْمَ أَلْقَاكَ.“[2]

ترجمہ: ”اے اللہ! میری عمر کا سب سے بہترین حصہ وہ بنا جو اس کا آخر ہو اور میرا سب سے بہترین عمل وہ بنا جو خاتمہ والا ہو اور میرا سب سے بہترین دن وہ بنا جو تیری ملاقات کا دن ہو۔“

فائدہ: دنیا کی زندگی صرف اور صرف امتحانات سے پہلے اسباق پڑھنے پھر اس کی

[1] كنز العمّال، الاول، كتاب الاذكار، الادعية المطلقة: ٢/٢٨٤، رقم: ٥٠٢٦

[2] كنز العمّال، الاول، كتاب الاذكار، الادعية المطلقة: ٢/٢٨٤، رقم: ٥٠٢٧

تیاری میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اس کے برابر ہے، نتیجہ وہی ہاتھ آئے گا جتنا امتحان میں جوابی کاپی میں لکھیں گے۔ اسی طرح یہ زندگی ختم ہوگی پھر موت آئے گی دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اس لئے ہمارا ہر عمل ہر کام اللہ کی ملاقات کو مقصد بنا کر اور یہ دنیا ہر حال میں ختم ہوگی (جو کہ انجام کار ہے) اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھ کر ہونا چاہیے، اس لئے ہمیں اپنی دعاؤں میں اپنی آخرت کی بہتری کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

حضرت عبدالعزیز بن سلمہ ماجشون رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

۳ "أَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فِي الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا وَ الشُّكْرَ لَكَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرْضٰى وَ بَعْدَ الرِّضَا وَ الْخِيَرَةَ فِي جَمِيْعِ مَايَكُوْنُ فِيْهِ الْخِيَرَةُ بِجَمِيْعِ مَيْسُوْرِ الْأُمُوْرِ كُلِّهَا لَا بِمَعْسُوْرِهَا يَا كَرِيْمُ"[1]

ترجمہ: "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام چیزوں میں تو نعمت پوری فرمادے اور ان چیزوں پر اتنا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں کہ جس سے تو راضی ہوجائے اور اس رضامندی کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ جتنی چیزوں میں کسی ایک جانب کے اختیار کرنے کی صورت ہوتی ہے ان میں میں آسان صورت اختیار کروں اور مشکل اختیار نہ کروں اے کریم۔"

فائدہ: کسی کے احسان کا بدلہ احسان نہیں چکا سکتا اور یہ احسان و نعمت اللہ تعالیٰ کی ہو تو بدلہ چکانا تو دور کی بات ان نعمتوں کا جتنا شکر انسان پر واجب ہے وہ تک ادا نہیں کرسکتا، تاہم شکر اتنا اہم ہے کہ رب العزت نے اپنے بندوں کو ہمیشہ اپنی نعمتوں کا

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الأذکار، الأدعیة المطلقة: ۲/۲۸۵، رقم: ۵۰۳۱

اہتمام کرنے کی تلقین کی ہے، اس سے کم سے کم بندہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں و احسانات تو حاضر رہیں گے پر بندہ کو یہ نعمتیں گناہوں سے روکیں گی کہ جس ذات نے مجھ پر اتنے احسانات کئے ہیں کیسے اس کی نافرمانی مول لوں۔

حضرت ابویزید مدائنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دعا یہ بھی تھی:

۴ "اَللّٰهُمَّ هَبْ لِيْ اِيْمَانًا وَّ يَقِيْنًا وَّ مُعَافَاةً وَّ نِيَّةً."[1]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے ایمان و یقین عافیت اور سچی نیت نصیب فرما۔"

فائدہ: ایمان کتنی اہم اور عظیم دولت ہے، اس کا اندازہ صرف اس سے ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف الفاظ سے ہمیں ایمان مانگنا سکھایا ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگوں کا معمول رہا کہ اپنے ایمان کی مضبوطی کے لئے ہمیشہ دعا کرتے اور امت کے ایمان کی درستگی کے لئے ہمیشہ فکر کرتے تھے۔ ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت اور قدرت کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور ان دو دعاؤں کو ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے:

۱ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرَضِّنِيْ مِنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے اور رضامندی مانگتا

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الاذکار باب الأدعیة المطلقة: ۲/۲۸۵، رقم: ۵۰۲۸
[2] کنز العمال، الاوّل، کتاب الاذکار، الفصل السادس: ۲/۸۱، رقم: ۳۶۵۴

ہوں اس رزق پر جو تو نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

❷ "اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہو سکے اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت عطا فرما جس کے سبب میں دنیا و آخرت میں تیری عطا کردہ بزرگی کا شرف حاصل کرسکوں۔"

مُذاکرہ

سُؤال ①: صدیق کے معنی بتائیے؟

سُؤال ②: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اصل نام کیا تھا؟

سُؤال ③: تین باتیں بالکل حق ہیں۔ وہ کون سی تین باتیں ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمائیں؟

سُؤال ④: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول کوئی ایک دعا سنائیے۔



[1] کنز العمال، الاول، کتاب الاذکار: ۲/۷۵، رقم: ۳۶۰۵

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام عمر، کنیت ابوحفص، لقب فاروق اور والد کا نام خطاب تھا۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمانوں کے بڑے سخت دشمن تھے۔ آپ کے اسلام کے لئے حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور ایمان کی دولت سے اسلام کے سب سے بڑے جاں نثار بن گئے۔

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور حکمرانی کا ایسا بہترین نظام اختیار فرمایا کہ پوری دنیا نے ان اصولوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکمرانی کا انتظام ترتیب دیا۔ تقریباً گیارہ برس مسلمانوں کے خلیفہ رہے۔ اور ۲۴ھ کو ایک مجوسی کے حملے سے شہید ہوگئے اور حضور ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے تیار کئے جاتے ہیں، لیکن ہم دنیا

کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ [1]

ترجمہ: ”تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔“ [2]

اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔“

چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ ① نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی، ② نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور ③ نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں ......، رشتہ داروں، ...... غلاموں کے آزاد کرانے ......، جہاد فی سبیل اللہ میں ...... اور مہمانوں پر ...... خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھا لے اور اپنے دوست کو کھلا دے، لیکن اپنے لئے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ [3]

[1] سورۃ الاحقاف: آیت ۲۰
[2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۸۵، رقم: ۱۱۹
[3] نصب الراية: ۳/۴۷۶، بحو اله حياة الصحابة (اردو)، اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا: ۲/۲۶۲

فائدہ: ہم میں سے بھی ہر شخص کو یہ نیت کر لینی چاہیے کہ میں اپنے عمدہ مال میں سے خرچ کروں گا، اسی طرح یہ بھی نیت کر لینی چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی زمین عطا فرمائی تو اس میں سے کچھ حصہ مسجد کے لئے، مدرسے کے لئے یا یتیم بیوہ کے لئے وقف کروں گا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک زمین اور اس کی آمدنی کو وقف کر دیا تھا، اسی طرح نیت کریں کہ کسی جگہ پانی کی ضرورت ہوگی تو وہاں کنواں کھدواؤں گا، پل کی ضرورت ہوگی تو پل بنواؤں گا یا دیہات میں ایک ڈسپنسری بناؤں گا اس نیت پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آپ کا صدقہ کرنا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا صدقہ لائے، اور چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔“

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور عرض کیا: ”یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے۔“ (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لے لوں گا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگا دیا۔“ (یعنی تم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو اور دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ اعلیٰ و افضل ہے) پھر فرمایا:

"مَابَيْنَ صَدَقَتَيْكُمَا كَمَا بَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا."

تم دونوں کے صدقوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے۔ (قبول تو دونوں ہوئے، لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ زیادہ قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے)۔[1]

فائدہ: صدقہ و خیرات کی کثرت بھی انسان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے، گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

قرآن و حدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں، فضائل حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ روپیہ ہی خرچ کیا جائے، بل کہ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق صدقہ خیرات کرکے یہ فضیلت حاصل کرسکتا ہے، اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی روپیہ ہو اور وہ اس میں سے ایک پیسہ کسی نیک کام میں خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے ایک لاکھ روپے کا مالک ایک ہزار روپے صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت اخلاص کی ہے، اخلاص کے ساتھ کم سے کم مقدار کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ"[2]

ترجمہ: "جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے آدھے حصے ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو۔"

یعنی اگر کسی شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی اور چیز نہ ہو اور وہ آدھی کھجور ہی کسی ضرورت مند کو دے دے تو اس سے بھی صدقے کا ثواب حاصل ہوسکتا ہے اور یہ بھی گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

[1] مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ...... رقم: ١٠١٦

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ٦٦/١، رقم: ٦٩

کسی کو حقیر نہ سمجھو

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے، ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (کچھ) دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کو اس کا پتہ چلا تو انہوں) نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ لکھا: "تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا۔

آدمی کے برا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"[1]

مسلمان کی جان ضائع کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے پوچھا: "جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟"

میں نے کہا: "ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔"

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: "ذرا یہ بتاؤ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا۔"

میں نے کہا: "وہ تو قتل ہوجائے گا۔" حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: "ایسا نہ کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کرکے ایسا شہر فتح کرلو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔"[2]

[1] كنز العمّال، الثاني، كتاب الجهاد، الارزاق والعطايا: ٢٤٥/٤، رقم: ١١٦٨٧

[2] أخرجه البيهقي، في السنن الكبرى، كتاب السير، باب ما على الوالي من امر الجيش: ٤٢/٩

اجازت لینے کے لئے سلام کرنا

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میری ایک باندی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئی اور اس نے (دروازے پر پہنچ کر) کہا: کیا میں اندر آجاؤں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں، وہ واپس چلی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اسے بلا کر کہو کہ وہ (اجازت لینے کے لئے) یوں کہے:

السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟[1]

ملنے کے لئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پڑا رہا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، وہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ ان کے لئے رکھ دیا تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔'' حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

[1] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، الاستئذان: ۹۲/۹، رقم: ۲۵۷۰۲

''ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔''[1]

آج کا کام کل پر نہ چھوڑو

حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خط لکھا:

''أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْقُوَّةَ فِي الْعَمَلِ أَنْ لَّا تُؤَخِّرُوْا عَمَلَ الْيَوْمِ لِغَدٍ فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ تَدَارَكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَعْمَالُ، فَلَا تَدْرُوْنَ أَيُّهَا تَأْخُذُوْنَ فَأَضَعْتُمْ.''

ترجمہ: ''امابعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو، کیوں کہ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے، پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کون سا کام کرو اور کون سا نہ کرو اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو، کیوں کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔

اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو، کیوں کہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے)''[2]

[1] أخرجه الحاكم، كتاب معرفة الصحابة: ۲۶/۴، رقم: ۶۶۲۱

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۶۷/۱۶، رقم: ۴۴۱۹۸

آپ کا خط حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حضرت حرمازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگئے ہیں۔ لہٰذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آجائیں اور اللہ کے راستے میں جہاد کریں۔''

چناں چہ حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خط ملتے ہی مدینہ) آ گئے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اجازت دے دی (وہ اندر جانے لگے تو) ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا، جس سے ان کا راستہ تنگ ہوگیا۔ انہوں نے اس قریشی کی ناک پر (اس زور سے) تھپڑ مارا (کہ خون نکل آیا) وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان سے پوچھا:

''تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''فیروز نے'' اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی، وہ اندر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے فیروز! یہ کیا ہے؟'' حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے امیر المؤمنین! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے (جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے) بات یہ ہوئی کہ آپ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا۔

اسے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا اور (اجازت مانگنے پر) آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپ نے اسے اجازت دی۔ اس نے (قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت) مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا (اس پر مجھے غصہ آگیا) اس لئے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوگئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔'' حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ''کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ہاں ضرور دینا پڑے گا۔''

حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل بدلہ دینے کے لئے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا:

''اے نوجوان! ذرا ٹھہرنا میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

ایک دن صبح کے وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل کردیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دیلمی نے قتل کیا ہے۔'' جب تم نے ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟'' اس نوجوان نے کہا:

''جب آپ نے ان کے بارے میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کردیا ہے۔''

حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''میں نے ان کو معاف کردیا ہے۔ میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کردیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر (اللہ کی پکڑ سے) بچ جاؤں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ہاں'' اس پر حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اے قریشی! تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔''[1]

فائدہ: غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلطی ہوئی تو اس کا اعتراف فرما لیا، اس سے ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ غلطی ہو جائے تو اعتراف کر لینا چاہیے کہ غلطی ہوگئی، آئندہ خیال رکھوں گا۔

مولانا علی میاں رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کا انداز تربیت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری بات جس میں وہ قطعاً رعایت نہ کرتیں، اور اس میں ان کی غیر معمولی محبت اور شفقت حارج نہ ہوتی تھی کہ اگر میں خادم کے لڑکے یا کام کاج کرنے والے غریب بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی، ناانصافی کرتا، یا حقارت اور غرور کے ساتھ پیش آتا تو وہ نہ صرف مجھ سے معافی منگواتیں، بل کہ ہاتھ تک جڑواتیں، اس میں مجھے کتنی ہی اپنی ذلت اور خفت محسوس ہوتی، مگر وہ اس کے بغیر نہ مانتیں، اس کا مجھے اپنی زندگی میں بہت فائدہ پہنچا، اور ظلم و تکبر و غرور سے ڈر معلوم ہونے لگا، اور دل آزاری اور دوسروں کی تذلیل کو کبیرہ گناہ سمجھنے لگا، اس کی وجہ سے مجھے اپنی غلطی کا اقرار کر لینا ہمیشہ آسان معلوم ہوا۔''[2]

دھوکہ کافر کو بھی نہیں دینا چاہیے

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک

[1] كنز العمّال، السابع، كتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۲۴۵، رقم: ۳۷۴۷۰

[2] بشکریہ ''حیا'' ڈائجسٹ جنوری ۲۰۰۶

لشکر بھیجا، پھر اس کے امیر کو یہ خط لکھا:

''مجھے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی کبھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور خود کو محفوظ کر لیتا ہے، پھر اس سے تمہارا ساتھی (فارسی میں) کہتا ہے ''مترس'' یعنی مت ڈرو (یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے تو وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے) پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے۔ (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے!

آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔''[1]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آگیا، پھر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو (یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر) میں اس مسلمان کو ضرور قتل کروں گا۔''[2]

بوڑھے لوگوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ

حضرت عبداللہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (دمشق کی بستی) جابیہ پہنچے تو آپ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا مانگ رہا ہے۔

[1] كنز العمّال، الثاني، كتاب الجهاد، الأمان: ۴/۲۰۸، رقم: ۱۱۴۴۴

[2] كنز العمّال، الثاني، كتاب الجهاد، الأمان: ۴/۲۰۹، رقم: ۱۱۴۴۵

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے) کسی نے کہا:

''یہ ذمی آدمی ہے جو کم زور اور بوڑھا ہوگیا ہے۔'' حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے ذمہ جو جزیہ تھا وہ معاف کردیا) اور فرمایا:

''پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا (جسے وہ دیتا رہا) اب جب وہ کم زور ہوگیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔'' پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا۔ وہ بوڑھا عیال دار تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک بوڑھے ذمی پر گزر ہوا جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اے ذمی! ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔'' پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے بقدرِ گزارہ وظیفہ جاری کردیا۔[1]

فَائِدَۃ: آپ بھی نیت کریں کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بوڑھے، بے روزگار، بیوہ، یتیم اور مساکین کے بقدر گزارہ وظیفہ یا راشن اس طرح مقرر کرلیا کریں کہ دینے والے کا علم لینے والے کو نہ ہو۔

کافر ذمی کا مال بھی بغیر قیمت کے ظلماً نہیں لے سکتے

حضرت خالد بن یزید بن ابی مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذمی نے آکر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتایا:

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، الجزیة: ۲۱۵/٤، رقم: ۱۱٤٤۸۷

''لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔'' چناں چہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھا رکھے تھے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا:

''ارے میاں! تم بھی۔'' اس نے کہا:

''اے امیر المؤمنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے (کھانے کا اور سامان ہے نہیں)'' یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس آگئے اور یہ حکم دیا:

''اس ذمی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔''[1]

نیک کام کی نیت کیجیے

حضرت سعید بن مسیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا:

''اللہ کی قسم! آپ نے حق کا فیصلہ کیا ہے۔''

اس پر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مار کر فرمایا:

''تجھے کس طرح پتہ چلا؟ (کہ حق کیا ہوتا ہے۔'' یہودی نے کہا:

''اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستے پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں، جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم (پکا ارادہ اور سچی نیت) رکھتا ہے، اور جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، احکام اهل الذمة: ۲۱۰/٤، رقم: ۱۱٤٥۳

دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔"[1]

فائدہ: عزم یعنی پکا سچا ارادہ اور اس کے ساتھ ساتھ محنت انسان کو منزل تک پہنچا دیتی ہے، ایک طالبِ علم نیت کرلے کہ میں گناہوں اور برے اخلاق وغیرہ سے بچنا چاہتا ہوں اور کوشش و دعا کرتا رہے، ان شاء اللہ وہ ضرور بچے گا، ایک مسلمان صبح گھر سے نکلتے ہوئے یہ نیت کرلے کہ میں حضور اکرم ﷺ کا امتی ہوں، میرا کام سارے انسانوں کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے، اس نیت کا یہ اثر ہوگا کہ اس کو اللہ کی طرف سے وہ سمجھ ملے گی جس سے وہ ہزاروں انسانوں کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔

ایک استاذ نیت کرلے کہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے شاگردوں کی تربیت بھی فرمادیں گے، ایک نوجوان نیت کرلے کہ میں اپنی آنکھوں کی حفاظت کروں گا، نامحرم عورتوں کو نہیں دیکھوں گا، ٹی وی وغیرہ نہیں دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو آنکھوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

کسی کا دل دکھ جائے تو اس کو دوسرے موقع پر خوش بھی کردیں

(1) حضرت ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازار سے گزرتے دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا: "راستے سے ہٹ جاؤ" جب اگلا سال آیا پھر آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا:

"اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں" پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم

[1] مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیة: ۶۳۲، حدیث: ۲

دے کر فرمایا: "انہیں اپنے سفرِ حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلے میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔" میں نے کہا:

"اے امیر المؤمنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا: لیکن میں تو اسے نہیں بھولا (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا)۔"[1]

(2) حضرت نافع بن عبدالحارث کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دار الندوہ تشریف لے گئے (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجدِ حرام میں شامل کردی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔

آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکادی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ آپ نے اسے اڑادیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوگئے تو میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا:

"آج مجھ سے ایک کام ہوگیا ہے، تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو۔ میں آج ہی اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکادی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کرکے کہیں چادر کو خراب نہ کردے اس لئے میں نے اسے اڑادیا۔

وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آبیٹھا۔ وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ کر مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اڑادیا۔ وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آگیا جہاں اسے موت آگئی۔ یعنی

[1] أخرجه الطبري: ۳۲/۵، بحواله حياة الصحابة (اردو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف: ۱۸۳/۲

(گویا) میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔'' یہ سن کر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''آپ کا کیا خیال ہے، اگر آپ امیر المؤمنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟''

انہوں نے کہا:

''میری بھی یہی رائے ہے۔'' چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔[1]

آپ کے بیانات

اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مجھے اور میرے ذریعے تمہیں آزمائیں گے

حضرت حمید بن ہلال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی، پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مجھے اور میرے ذریعے تمہیں آزمائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے۔

اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے

[1] أخرجه الامام الشافعي في مسنده: ٤٧، بحواله حياة الصحابة (اردو) حضرت عثمان کا عدل وانصاف: ۱۸۴/۲

علاوہ کوئی اور اس کام کو کرے اور نہ ہی ایسا ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانت داری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں۔

اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔''

وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا، ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔''[1]

قرآن پڑھو اس کے ذریعے تم پہچانے جاؤ گے

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو منبر پر بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھا کرتے تھے۔'' یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے پھر اللہ کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا:

1. قرآن پڑھو اس کے ذریعے تم پہچانے جاؤ گے۔
2. قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے۔
3. اعمال نامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کر لو۔
4. اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال سے) آراستہ کر لو، جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات، طبقات البدريين من المهاجرين ومن بني عدي: ۲۳۸/۲

چھپی نہیں رہ سکے گی، اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔

غور سے سنو! میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے۔ اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے اس کے مطابق لوں گا۔"[1]

لوگوں کو دین اور سنت سکھانا

حضرت ابوفراس رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! غور سے سنو! پہلے ہمیں آپ لوگوں کے اندرونی حالات اس طرح معلوم ہو جاتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، وحی نازل ہوا کرتی تھی جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں آپ لوگوں کے حالات بتا دیا کرتے تھے (کہ کون مؤمن ہے، کون منافق اور کس مؤمن کا درجہ بڑا ہے اور کس کا چھوٹا۔)

غور سے سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب تشریف لے جا چکے اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے، اس لئے اب ہمارے لئے آپ لوگوں کے حالات و درجات معلوم کرنے کا طریقہ وہ ہوگا جو اب ہم بتانے لگے ہیں...... آپ میں سے جو خیر کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے محبت کریں گے۔

جو ہمارے سامنے شر ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں برا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے بغض رکھیں گے۔

اور آپ لوگوں کے پوشیدہ اور اندرونی حالات آپ کے اور آپ کے رب کے

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۷۰، رقم: ۴۴۲۰۷

درمیان ہوں گے، یعنی ہم تو ہر ایک کے ظاہر کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔

غور سے سنو! ایک وقت تو ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ہر قرآن پڑھنے والا صرف اللہ کے لئے اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کے لینے کے ارادے سے پڑھ رہا ہے۔

لیکن اب آخر میں آکر کچھ ایسا اندازہ ہو رہا ہے کہ بعض لوگ جو کچھ انسانوں کے پاس ہے اسے لینے کے ارادے سے قرآن پڑھتے ہیں۔ تم قرآن کے پڑھنے سے اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی کا ہی ارادہ کرو۔

توجہ سے سنو! اللہ کی قسم! میں اپنے گورنر آپ لوگوں کے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ آپ لوگوں کی پٹائی کریں یا آپ لوگوں کے مال لے لیں، بل کہ اس لئے بھیجتا ہوں تا کہ وہ آپ لوگوں کو دین اور سنت سکھائیں۔ جو گورنر کسی کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کرے وہ اس گورنر کی بات میرے پاس لے کر آئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں اسے اس گورنر سے ضرور بدلہ لے کر دوں گا۔

غور سے سنو! (۱) مسلمانوں کی پٹائی نہ کرو، ورنہ تم انہیں ذلیل کر دو گے (۲) اور اسلامی سرحد سے انہیں گھر واپس جانے سے نہ روکو، ورنہ تم انہیں فتنے میں ڈال دو گے (۳) اور ان کے حقوق ان سے نہ روکو (بل کہ ادا کرو) ورنہ تم انہیں ناشکری میں مبتلا کر دو گے (۴) اور گھنے درختوں والے جنگل میں انہیں لے کر مت پڑاؤ ڈالنا، ورنہ (بکھر جانے کی وجہ سے دشمن کا داؤ چل جائے گا اور) وہ ضائع ہو جائیں گے۔[1]

عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو

حضرت ابوالعجفاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۸، رقم: ۴۴۲۰۵

نے بیان فرمایا:

''غور سے سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو، کیوں کہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دنیا میں عزت کی چیز ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ والا کام شمار ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اس کے حق دار ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسّی درہم سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔

تم لوگ مہر بہت زیادہ مقرر کر لیتے ہو، لیکن جب دینا پڑتا ہے تو پھر دل میں اس عورت کی دشمنی محسوس کرتے ہو، تم مہر دیتے بھی ہو، لیکن اس عورت سے کہتے ہو کہ مجھے تیرے مہر کی وجہ سے مشکیزہ بھی اٹھانی پڑی اور بہت مشقت بھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے غزوات میں جو آدمی قتل ہو جاتا ہے تم اس کے بارے میں کہتے ہو: ''فلاں شہید ہو کر قتل ہوا یا فلاں نے شہید ہو کر وفات پائی'' (بغیر تحقیق کے کسی کے شہید ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو) کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجارت کے ارادے سے ساتھ آیا ہو اور اس نے اپنی سواری کے آخری حصے پر اور کجاوے کی ایک جانب سونا چاندی لاد رکھا ہو (وہ تجارت والا اللہ کے راستے میں نہیں ہے) اس لئے یہ بات نہ کہا کرو، بل کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویسے کہا کرو کہ:

جو آدمی اللہ کے راستے میں قتل ہوا یا فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔''[1]

ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابیہ شہر میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بیان فرمایا:

''جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب النکاح، الصداق: ١٦/٢٢٤، رقم: ٤٥٧٨١

ہدایت دینے والا نہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہوا تھا، اس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ترجمان سے پوچھا: ''یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' ترجمان نے بتایا: ''یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ کے دشمن! تم غلط کہتے ہو، بل کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسی نے تمہیں گمراہ کیا اور ان شاء اللہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمہارے (ذمی ہونے کے) عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔'' پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری اولاد ان کے سامنے بکھیر دی اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال (لوح محفوظ میں) اسی وقت لکھ دیئے اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔''[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کسی آدمی نے آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سے پہلی امتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے! آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں میں نے یہ سنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں (اپنی عقل سے) باتیں کر رہے ہیں تو میں دونوں کی گردن اڑا دوں گا۔'' راوی کہتے ہیں: حضرت عمر

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الایمان والاسلام: ١/١٧٨، رقم: ١٥٤٣

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلان سن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی۔ پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی۔[1]

قرآن سیکھو اور اس پر عمل کرو

حضرت باہلی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا:

"تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ تُعْرَفُوْا بِهٖ، وَاعْمَلُوْا بِهٖ تَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِهٖ فَإِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ مَنْزِلَةَ ذِيْ حَقٍّ أَنْ يُّطَاعَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ"

ترجمہ: "قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور کسی حق دار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔"

اور اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ کا رزق دور ہوتا ہے۔

اور اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے، اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آجاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے، لیکن اپنے مقدر کی روزی سے زیادہ نہیں پا سکتا۔

گھوڑوں کو سدھاؤ اور تیر چلانا سیکھو۔

اور جوتی پہنا کرو اور مسواک کیا کرو۔

اور موٹا جھوٹا استعمال کرو اور عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر

[1] کنز العمال، الاوّل، کتاب الایمان والاسلام: ۱/۱۷۸، رقم: ۱۵۴۴

لوگوں کے پڑوس سے بچو اور اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دسترخوان پر بیٹھو جس پر شراب پی جائے۔

بغیر لنگی کے حمام میں داخل ہونے سے بھی بچو۔

اور اس سے بھی بچو کہ تم عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو کہ وہ حمام میں داخل ہوں کیوں کہ حمام میں داخل ہونا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔

تم جب عجمیوں کے علاقے میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو، کیوں کہ تمہیں اپنے علاقے میں عنقریب واپس آنا ہے۔

ذلت اور خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو۔

عرب کے مال مویشی کو لازم پکڑو، جہاں بھی جاؤ انہیں ساتھ لے جاؤ۔

یہ بات جان لو کہ شراب تین چیزوں سے بنائی جاتی ہے: ① کشمش ② شہد اور ③ کھجور جو اس میں سے پرانی ہو جائیں (اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ شراب ہے جو کہ حلال نہیں ہے۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کو پاک نہیں کریں گے، اور انہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے، انہیں اپنے قریب نہیں کریں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

❶ ایک وہ آدمی جو دنیا لینے کے ارادے سے امام سے بیعت ہو پھر اگر اسے دنیا ملے تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ نہ کرے۔

❷ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد (بیچنے کے لئے) سامان لے کر جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے:

"اس کی اتنی اور اتنی قیمت لگ چکی ہے" اور اس کی اس جھوٹی قسم کی وجہ سے وہ سامان بک جائے۔ مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے اور تمہارے

لئے یہ حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھو۔

۳ جو شخص کسی جادوگر، کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور جو وہ کہے اسے سچا مانے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کر دیا۔"[1]

فائدہ: والدین اور استاذ دونوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ بچہ قرآن مجید اچھی طرح سیکھے، ہر ہر حرف اپنے مخرج کے ساتھ مع صفات کے ادا کرے، ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھے، ہر حرف کو صاف پڑھے اور عربوں کے لہجے کے موافق تمام حروف کو ہموار کرتا ہوا خشوع وخضوع اور ادب و وقار کے ساتھ پڑھنے والا بنے، خصوصاً "س" اور "ث"، "ح" اور "ہ"، "ط" اور "ت"، "ق" اور "ک"، "ز" اور "ض"، "ظ" اور "ذ" میں فرق کرنے والا بنے۔

اسی طرح بڑوں کو بھی چاہیے کہ اگر وہ قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں تو وہ اپنی مسجد کے امام صاحب سے یا کسی مدرسے کے قاری صاحب سے صحیح کروائیں، اس کے بعد اس کا ترجمہ اور مفہوم سمجھیں کہ قرآن مجید ہم سے کیا کہتا ہے اور پھر اس پر عمل کریں۔

ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابیہ میں یہ بیان فرمایا تھا:

"اما بعد! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہے گا اور اس کے علاوہ ہر ایک فنا ہو جائے گا۔

جو فرماں برداری کی وجہ سے اپنے دوستوں کا اکرام کرتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب جو کسی گمراہی والے کام کو ہدایت والا سمجھ کر

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ٦٤/١٦، رقم: ٤٤١٨٠

کرتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے، یا کسی حق والے کام کو گمراہی والا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو اس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو اس ہلاک ہونے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سب سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال اس بات کی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس دین کی ان کو ہدایت نصیب فرمائی اس دین کے احکامات ان لوگوں پر لازم ہیں۔ یہ لوگ ان احکامات کو صحیح طرح سے ادا کریں۔

ہم ذمہ دارانِ خلافت کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں، جس کا اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا اور اللہ کی اس نافرمانی سے روکیں، جس سے اللہ نے آپ لوگوں کو روکا۔

قریب اور دور کے آپ تمام لوگوں میں اللہ کے احکام کو قائم کریں، جو حق کو جھکانا چاہتا ہے ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دین کے بارے میں بہت سی تمنائیں کرتے ہیں۔

کہتے ہیں: ہم نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور مجاہدوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور ہم ہجرت کی نسبت حاصل کریں گے۔

وہ ان کاموں کو کرتے تو ہیں، لیکن ان کا حق ادا نہیں کرتے اور ایمان صرف صورت بنا لینے سے نہیں ملتا۔

اور ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے بغیر نماز ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب رات ختم ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ فجر میں خوب زیادہ قرآن پڑھا کرو۔

ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے، لیکن گرمیوں میں اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا لمبا ہو جائے۔ اس وقت تک انسان کا دوپہر کا آرام پورا ہو جاتا ہے۔

سردیوں میں اس وقت پڑھو جب کہ سورج تمہارے دائیں ابروں پر آجائے یعنی زوال کے تھوڑی دیر بعد پڑھ لو۔

عصر کا وقت یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ ابھی سورج سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد آدمی سست رفتار اونٹ پر چھ میل کا فاصلہ غروب سے پہلے طے کر سکے۔

مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا وقت ہوتے ہی پڑھی جائے۔

عشاء کی نماز سرخی غائب ہو کر رات کا اندھیرا چھانے سے لے کر تہائی رات تک ہے جو اس سے پہلے سو جائے اللہ اسے آرام و سکون والی نیند نہ دے۔ یہ نمازوں کے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝﴾ [1]

ترجمہ: ''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔''

اور ایک آدمی کہتا ہے میں نے ہجرت کی ہے، حالاں کہ اس کی ہجرت کامل نہیں ہے۔ کامل ہجرت والے تو وہ لوگ ہیں جو تمام برائیاں چھوڑ دیں اور بہت سے لوگ کہتے ہیں ہم جہاد کر رہے ہیں، حالاں کہ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ آدمی دشمن کا مقابلہ بھی کرے اور حرام سے بھی بچے۔ بہت سے لوگ خوب اچھی طرح دشمن سے جنگ کرتے ہیں، لیکن نہ ان کا ارادہ اجر لینے کا ہوتا ہے اور نہ اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور قتل ہو جانا بھی موت کی ایک صورت ہے یعنی قتل ہونا شہادت اس وقت شمار ہوگا

[1] سورۃ النساء: آیت ۱۰۳

جب کہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی نیت سے جنگ کر رہا ہو۔

ہر آدمی اسی نیت پر شمار کیا جائے گا جس نیت سے اس نے جنگ کی ہے۔ ایک آدمی اس لئے جنگ کرتا ہے کہ اس کی طبیعت میں بہادری ہے۔

جسے جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا ہر ایک کو جنگ کر کے دشمن سے بچاتا ہے، ایک آدمی طبعاً بزدل ہوتا ہے وہ تو اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کر سکتا، بل کہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیتا ہے، حالاں کہ کتا بھی اپنے گھر والوں کے پیچھے سے بھونکتا ہے یعنی بزدل آدمی کتے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے۔

جان لو کہ روزہ قابل احترام عمل ہے۔ آدمی روزہ رکھ کر کھانے، پینے اور عورتوں کی لذت سے جیسے بچتا ہے ایسے ہی اگر مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بھی بچے تو پھر اس کا روزہ کامل درجہ کا ہوگا۔

زکوٰۃ حضور ﷺ نے (اللہ کے فرمانے سے) فرض کی ہے۔ اسے خوشی خوشی ادا کیا جائے اور زکوٰۃ لینے والے پر اپنا احسان نہ سمجھا جائے۔

تمہیں جو نصیحتیں کی جا رہی ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لو۔

جس کا دین لٹ گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا۔ خوش قسمت وہ ہے جو دوسرے کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کر لے۔

بدبخت وہ ہے جو کہ ماں کے پیٹ میں یعنی ازل سے بدبخت ہوا ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں۔

سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں بہت زیادہ کوشش کرنے سے بہتر ہے۔

اور لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ سے نفرت ہوا کرتی ہے۔

میں اور تم خواہشات کے پیچھے چلنے لگ جائیں یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگ جائیں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ کہیں ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اور مال داروں پر تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔

تم اس قرآن کو لازم پکڑو، کیوں کہ اس میں نور اور شفاء ہے، باقی سب کچھ تو بدبختی کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے جن کاموں کا والی بنایا ہے ان میں جو حق میرے ذمہ تھا وہ میں نے ادا کردیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کے جذبے سے تمہیں وعظ و نصیحت بھی کرچکا ہوں۔ ہم نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ تمہیں تمہارے حصے (بیت المال میں سے) دے دیئے جائیں۔

تمہارے لشکروں کو ہم جمع کرچکے ہیں۔

جہاں جاکر تم نے غزوہ کرنا ہے وہ جگہیں ہم مقرر کرچکے ہیں اور تمہارے پڑاؤ کی جگہیں بھی مقرر کردی ہیں اور تلواروں سے لڑکر جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں ہم نے تمہارے لئے پوری طرح وسعت کی ہے، لہٰذا اب تمہارے پاس اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی عذر نہیں ہے، بل کہ سارے وہ دلائل ہیں جن سے اللہ کا ہر حکم ماننا تم پر لازم ہے۔ میں اسی بات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور سب کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔" [1]

جماعت کو لازم پکڑو کیوں کہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے

سیف راوی نے اسی روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مدینہ میں اپنی جگہ خلیفہ بنایا، پھر گھوڑے پر سوار ہوکر چلے، تاکہ سفر تیزی سے پورا ہو۔ چلتے چلتے جابیہ شہر پہنچ گئے۔ وہاں قیام فرمایا، پھر وہاں ایک زبردست مؤثر بیان فرمایا:

"اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرلو، تمہارا ظاہر خود بخود ٹھیک ہوجائے گا۔ تم

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۶۹/۱۶، رقم: ۴۴۲۰۶

اپنی آخرت کے لئے عمل کرو، تمہاری دنیا کے کام من جانب اللہ خود ہی ہوجائیں گے۔ کسی آدمی کے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیان ایسا کوئی زندہ باپ نہیں ہے جو موت کے وقت اس کے کام آسکے اور نہ کسی آدمی کے اور اللہ کے درمیان نرمی کا کوئی معاہدہ ہے۔

جو آدمی اپنے لئے جنت کا راستہ واضح کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے، کیوں کہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے۔

کوئی آدمی ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا۔

جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج وصدمہ ہو وہ کامل ایمان والا ہے۔ راوی کہتے ہیں: یہ بیان بہت لمبا ہے جسے ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے۔" [1]

فائدہ: کامل ایمان کی علامتوں میں سے ایک یہ اہم علامت ہے، اس کے لئے یہ دعائے نبوی بھی مانگتے رہنا چاہیے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَ اِذَا اَسَاءُ وا اسْتَغْفَرُوْا." [2]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے ان بندوں میں سے بنا لے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب برا کام کریں تو مغفرت مانگیں۔"

مردوں کے لئے ریشم کا پہننا منع ہے

حضرت سوید بن غفلہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جابیہ شہر میں لوگوں میں بیان فرمایا:

[1] البدایة، والنهایة، ثم دخلت سنة خمس عشرة، فتح بیت المقدس: ۴۳/۷

[2] ابن ماجه، ابواب الادب، باب الاستغفار، رقم: ۳۸۲۰

"حضور ﷺ نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، صرف دو تین یا چار انگل کے برابر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔" اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا۔[1]

تائیدِ الٰہی ہی ہر کامیابی کی ضمانت ہے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اللہ کی حمد وثنا اس کی شان کے مناسب بیان کی پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے بارے میں یاد دہانی کرائی پھر فرمایا:

"اے لوگو! مجھے تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہے۔ اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم میں سے تمہارے لئے سب سے بہتر، سب سے زیادہ قوی اور پیش آنے والے اہم امور میں سب سے زیادہ مضبوط رہوں گا تو ہرگز میں آپ لوگوں کا امیر نہ بنتا۔ عمر کے فکرمند اور غمگین ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اسے حساب کے ٹھیک نکلنے کا انتظار ہے اور حساب اس بات کا کہ تم سے حقوق لے کر کہاں رکھوں اور تم لوگوں کے ساتھ کیسے چلوں۔ میں اپنے رب سے ہی مدد چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مدد اور تائید سے عمر کا تدارک نہ فرما دیں تو عمر کو کسی طاقت اور تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں۔"

پھر فرمایا:

"إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ وَلَّا نِي أَمْرَكُمْ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنْفَعَ مَا بِحَضْرَتِكُمْ لَكُمْ، وَ إِنِّي أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يُعِينَنِي عَلَيْهِ، وَأَنْ يَحْرُسَنِي عِنْدَهُ كَمَا حَرَسَنِي عِنْدَ غَيْرِهِ وَأَنْ يُلْهِمَنِي الْعَدْلَ فِي قَسْمِكُمْ كَالَّذِي أَمَرَبِهِ"

[1] مسند أحمد: ۱/۵۱، رقم: ۳۶۷

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنا دیا ہے، جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے۔

جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کر رہا ہے، ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مجھے تم لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: میں ایک مسلمان آدمی اور کمزور بندہ ہوں، لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کمزوری نہیں ہے، یہ امارت وخلافت جو مجھے دی گئی ہے یہ ان شاء اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی۔

عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور بندہ کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں، لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں (میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں) میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں، لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہے اور ہماری بدخلقی کی وجہ سے اسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے تو وہ مجھے بتا دے، کیوں کہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں۔ اور تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں اپنی قابل احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو حقوق تمہارے اوپر ہیں تم انہیں ادا کرو اور تم ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو، کیوں کہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرف داری کا کوئی معاہدہ نہیں۔

تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم

میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقے میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں، بس وہی غلے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا، لیکن امانت کا جو حصہ میرے سامنے ہے اس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا، یہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا، لیکن امانت کا جو حصہ مجھ سے دور ہے میں اس کی دیکھ بھال خود نہیں کرسکتا۔ اسے سنبھالنے کے لئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانت دار ہیں اور عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور ان شاء اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔"[1]

ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کی فکر کرنی ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! لالچ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان فقیر اور محتاج ہو جاتا ہے اور (لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے) ناامیدی کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان غنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔

تم وہ چیز جمع کرتے ہو جس کو کھا نہیں سکتے اور ان باتوں کی امید لگاتے ہو جنہیں پا نہیں سکتے۔

تم دھوکے والے گھر یعنی دنیا میں ہو اور تمہیں موت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو تم لوگ وحی کے ذریعے پکڑے جاتے تھے،

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الثالثة والعشرون، ذكر بعض خطب عمر: ۲/۵۷۳

جو اپنے باطن میں کوئی چیز چھپاتا تھا اس کی اس چیز پر پکڑ ہو جاتی تھی (اس کے اندر کی اس چیز کا پتہ وحی سے چل جاتا تھا) اور جو کسی چیز کو ظاہر کرتا تھا اس کی اس چیز پر گرفت ہو جاتی تھی۔

لہٰذا اب تم لوگ ہمارے سامنے اپنے سب سے اچھے اخلاق ظاہر کرو، باقی رہے تمہارے اندرونی حالات اور باطن کی نیتیں تو انہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

اب جو ہمارے سامنے کسی بری چیز کو ظاہر کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی اندرونی حالت بہت اچھی ہے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ہمارے سامنے کسی اچھی چیز کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے۔

فائدہ: ہمیں چاہیے کہ اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کے لئے اس دعا کا معمول بنالیں:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً."[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میرے باطن کو ظاہر سے بہتر بنا اور میرا ظاہر بھی بہتر بنادے۔"

بعض لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ باطن ٹھیک ہے، دل صاف ہے، ظاہر کی ٹھیک کرنے کی کیا ضرورت ہے، ان کو اس دھوکہ سے بچنا چاہیے اور یہ دعا اہتمام سے مانگنی چاہیے۔

کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں

یہ بات جان لو کہ کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں، لہٰذا تم خرچ کرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[1] ترمذی، ابواب الدعوات: ۲/۱۹۹

﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ’’اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

اے لوگو! اپنے ٹھکانے پاک صاف رکھو اور اپنے تمام امور کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔

اپنی عورتوں کو قبطی (مصری) کپڑے نہ پہناؤ، کیوں کہ ان سے اندر جسم نظر تو نہیں آتا، لیکن اس کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے۔

اے لوگو! میری تمنا یہ ہے کہ میں برابر سرابر نجات پا جاؤں، نہ مجھے انعام ملے اور نہ سزا اور مجھے اس بات کی امید ہے کہ آئندہ مجھے تھوڑی یا زیادہ جتنی عمر ملے گی میں اس میں ان شاء اللہ حق پر عمل کروں گا اور ہر مسلمان کا اللہ کے مال میں جتنا حصہ ہے وہ حصہ خود اس کے پاس اس کے گھر پہنچے گا اور اسے اس حصہ کے لینے کے لئے نہ کچھ کرنا پڑے گا اور نہ کبھی تھکنا پڑے گا۔

اور جو مال اللہ نے تمہیں دے رکھے ہیں انہیں درست کرتے رہو۔

سہولت کی تھوڑی کمائی اس زیادہ کمائی سے بہتر ہے جس کے لئے بڑی مشقت اٹھانی پڑے۔

اور قتل ہو جانا مرنے کی ایک صورت ہے جو نیک اور بد ہر آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے، لیکن ہر قتل ہونے والا اللہ کے ہاں شہید نہیں ہوتا، بل کہ شہید وہ ہے جس کی نیت اجر و ثواب لینے کی ہو۔

جب تم کوئی اونٹ خریدنا چاہو تو لمبا اور بڑا اونٹ دیکھو اور اسے اپنی لاٹھی مارو

[1] سورہ التغابن: آیت ۱۶

اگر تم اسے چوکنے دل والا پاؤ تو اسے خریدو۔‘‘[1]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا:

’’اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے جو دنیا اور آخرت کی شرافت تمہیں عطا فرمائی ہے اس کے بارے میں تمہارے اوپر کئی دلیلیں بنادی ہیں۔

تم لوگ کچھ نہیں تھے، لیکن اس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا بھی اپنے لئے اور اپنی عبادت کے لئے کیا، حالاں کہ تمہیں (انسان نہ بناتا بل کہ) اپنی سب سے بے قیمت مخلوق بنا سکتا تھا اور اپنی ساری مخلوق تمہارے فائدہ اور خدمت کے لئے بنائی۔ تمہیں اپنے علاوہ اور کسی مخلوق کے لئے نہیں بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ﴾[2]

ترجمہ: ’’کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔‘‘

اس نے تمہیں خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار بنو، پھر تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں۔

اللہ کی کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو تمام بنی آدم کو ملی ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو

[1] ذکرہ ابن جریر فی تاریخہ، السنة الثالثة والعشرون، ذکر بعض خطب عمر: ۲/۵۷۳

[2] سورۃ لقمن: آیت ۲۰

صرف تم دین اسلام والوں کو ملی ہیں، یہ تمام خاص اور عام نعمتیں تمہاری حکومت میں، تمہارے زمانے میں، تمہارے طبقے میں خوب فراوانی سے ہیں، ان نعمتوں میں سے ہر نعمت تم میں سے ہر آدمی کو اتنی زیادہ مقدار میں ملی ہے کہ اگر وہ نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کردی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرتے کرتے تھک جائیں اور اس کا حق ادا کرنا ان پر بھاری ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اللہ ان کی مدد کرے تو پھر وہ اس نعمت کا شکر اور اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اور اللہ نے تمام روئے زمین پر تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہوا ہے اور زمین والوں پر تم غالب آئے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہارے دین کی خوب مدد کی ہے۔

جن لوگوں نے تمہارا دین اختیار نہیں کیا ان کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ تو اسلام اور اسلام والوں کے غلام بن گئے ہیں[1] جو تمہیں جزیہ (ٹیکس) دیتے ہیں خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اور طلب معاش میں ہر طرح کی مشقت اٹھاتے ہیں۔ مشقت ساری ان کے ذمہ ہے اور ان کی کمائی سے جزیہ کا فائدہ آپ لوگوں کو ملتا ہے۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دن رات ہر وقت اللہ کے لشکروں کے حملوں کے منتظر ہیں[2] اللہ نے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں انہیں پناہ مل جائے یا بھاگ کر وہاں چلے جائیں اور اسلامی لشکروں سے کسی طرح بچ جائیں۔ اللہ کے لشکر ان پر چھا گئے ہیں اور ان کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان لشکروں کو زندگی کی وسعت، مال کی بہتات، لشکروں کا تسلسل اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت جیسی نعمتوں کے ساتھ عافیت اور امن وامان جیسی بڑی نعمت بھی حاصل ہے۔

[1] اس سے مراد ذمی لوگ ہیں۔
[2] اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکر جانے والے تھے۔

جب سے اسلام شروع ہوا ہے کبھی اس امت کے ظاہری حالات اس سے زیادہ اچھے نہیں رہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کو جو بڑی بڑی فتوحات ہو رہی ہیں ان پر اللہ ہی کی تعریف ہونی چاہیے اور یہ جو بے حساب نعمتیں حاصل ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، ان کے مقابلے میں مسلمان کتنا ہی اللہ کا شکر اور ذکر کر لیں اور دین کے لئے کتنی ہی محنت کر لیں وہ ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے، ہاں اللہ اگر ان کی مدد فرمائے اور ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمائے تو اور بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی نے ہم پر یہ اتنے انعام واحسان فرمائے ہیں۔ ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی اور اپنی رضا کی طرف جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں انہیں اپنی مجلسوں میں دو دو ایک ایک ہو کر یاد کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو پورا کرلو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ہے:

﴿اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ﴾[1]

ترجمہ: "اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے معاملات (نعمت اور نقمت کی) یاد دلاؤ۔"

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾[2]

ترجمہ: "اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کم زور شمار کئے جاتے تھے۔"

جب تم لوگ اسلام سے پہلے کم زور شمار کیے جاتے تھے اور دنیا کی خیر سے محروم

[1] سورۃ ابراھیم: آیت ۵ [2] سورۃ الانفال: آیت ۲۶

تھے، اگر اس وقت تم حق کے کسی شعبے پر ہوتے اس شعبے پر ایمان لاتے اور اس سے آرام پاتے، اللہ اور اس کے دین کی معرفت تمہیں حاصل ہوتی اور اس شعبے سے مرنے کے بعد کی زندگی میں تم لوگ خیر کی امید رکھتے تو یہ کوئی بات ہوتی، لیکن تم تو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخت زندگی والے اور اللہ کی ذات و صفات سے سب سے زیادہ جاہل تھے، پھر اللہ نے اسلام کے ذریعے تمہیں ہلاکت سے بچایا۔

اب اچھا یہ تھا کہ صرف اسلام ہوتا اس کے ساتھ تمہاری دنیا کا کوئی حصہ نہ ہوتا اور آخرت میں جہاں تم نے لوٹ کر جانا ہے وہاں یہ اسلام تمہارے لئے بھروسہ کی چیز ہوتی اور تم جس مشقت والی زندگی پر تھے اس زندگی میں تم اس بات کے قابل تھے کہ اسلام میں سے اپنے حصے پر کنجوسی کرو، اسی سے چمٹے رہو اور اسے دوسروں پر ظاہر کرو، لہٰذا تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی فضیلت اور آخرت کی شرافت دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، جو وہ چاہتا ہے اسے چاہنے دو۔

میں تمہیں اس اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دلوں کی درمیان حائل ہے۔

تم اللہ کا حق پہچانو اور اس کے حق والے عمل کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرو۔

تمہیں نعمتوں پر خوش بھی ہونا چاہیے، لیکن یہ ڈر بھی ہونا چاہیے کہ نہ معلوم کب یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور دوسروں کو مل جائیں، کیوں کہ کوئی چیز ناشکری سے زیادہ نعمت سے محروم کرانے والی نہیں ہے اور شکر کرنے سے نعمت بدل جانے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کام اللہ کی طرف سے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں تمہیں مفید کاموں کا حکم دوں اور نقصان دہ کاموں سے

روکوں۔“ [1]

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لئے، یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [2]

ترجمہ: ”اے میرے رب! مجھ کو اس پر مداومت اور ہمیشگی دیجیے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (اس پر بھی مداومت دیجیے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور شامل کر لیجیے مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اپنے نیک بندوں میں۔“

اس دعا پر بار بار غور کیجیے کہ کتنی اہم دعا ہے اور اس دعا کو حضرت سلیمان علیہ السلام مانگ رہے ہیں، یعنی اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی خود اس بات کی دعا مانگتے ہیں کہ ”اے اللہ! مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیے“ تو اندازہ لگائیے کہ ہم سب کو شکر کی توفیق مانگنے کے لئے کتنی دعائیں مانگنی ہوں گی۔ چناں چہ ہمیں یہ دعا مانگنی چاہیے۔

تواضع اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بڑا بناتا ہے

حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے منبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”جب بندہ اللہ کی وجہ سے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بڑھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے۔ یہ اپنے آپ کو

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الثالثة والعشرون، ذكر بعض خطبه عمر رضي الله تعالى عنه: ۲/۵۷٤

[2] سورة النمل: آیت ۱۹

حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے۔

جب بندہ تکبر کرتا ہے اور اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر نیچے زمین پر گرادیتے ہیں اور فرماتے ہیں دور ہو جا اللہ تجھے دور کرے اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، لیکن لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک سور سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔"[1]

فائدہ: ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہیے کہ وہ تکبر سے اپنے آپ کو بچائے، اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور دوسروں کو بڑا سمجھے اور یہ دعا مانگتا رہے کہ:

"رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ لَكَ رَبِّ فَذَلِّلْنِیْ اِلَیْكَ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِیْ"[2]

ترجمہ: "اے میرے رب! تو مجھے اپنی بارگاہ میں پسند فرمالے، اے میرے رب! تو اپنے لئے مجھ کو میری نظروں میں ذلیل رکھ اور دوسروں کی نظروں میں عزت والا کردے اور برے اخلاق سے مجھے محفوظ رکھ۔"

سود کی لعنت سے بچو

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

"ہوسکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ ہو اور ایسی چیزوں سے روک دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ نہ ہو اور قرآن میں سب سے آخر میں سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ابھی سود کی اس آیت کی (موٹی موٹی اور بنیادی باتیں تو بیان فرما گئے تھے، لیکن اس کی) تفصیلی اور باریک باریک باتیں بیان نہ کر پائے تھے کہ

[1] کنز العمال، الثانی، کتاب الاخلاق، التواضع: ۳/۲۸۰، رقم: ۸۵۰۵
[2] کنز العمال، الاول، کتاب الاذکار: ۲/۲۹۲، رقم: ۵۰۸۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی (کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے) اس لئے جس صورت میں تمہیں سود کا کچھ کھٹکا ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس میں کوئی کھٹکا نہ ہو وہ اختیار کرلیا کرو۔"[1]

فائدہ: سود کہتے ہیں کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کرکے کسی بھی قسم کی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ شراب نوشی بھی حرام ہے، خنزیر کھانا، زنا کاری، بدکاری اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیئے ہیں، لیکن "سود" وہ واحد گناہ ہے جس کے کرنے والے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ اتنی سخت وعید کیوں ہے۔ اسے آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ:

- یہ اجتماعی خیر خواہی کا قاتل ہے۔ سارا نفع سودی رقم دینے والے کے پاس چلا جاتا ہے اور سارا نقصان لینے والے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کے دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے دل سے اُلفت و رحمت ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے سے اُخوت مٹ جاتی ہے اور معاشرہ ٹوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کے دل میں برے خیالات جنم لیتے ہیں پھر دل اسے برے کام پر ابھارتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کا انجام بہت برا اور عبرت ناک ہوتا ہے۔

دین اسلام بھائی چارگی اور خیر خواہی کا مذہب ہے، اور سود کینہ، بغض اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تب ہی اسلام نے سودی معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔[2]

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب البیوع، باب فی الربا وأحکامه: ۴/۷۷، رقم: ۱۰۰۹۷
[2] سودی معاملات کی مزید تفصیل مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب "مسئلہ سود" میں دیکھئے۔

احرام باندھنے کے مقامات

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

"تم میں سے جو بھی حج کا ارادہ کرے تو وہ صرف میقات سے ہی احرام باندھے اور احرام باندھنے کے لئے حضور ﷺ نے جو میقات مقرر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

مدینہ والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے مدینے سے گزریں تو ان کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے۔

شام والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے شام سے گزریں تو ان کے لئے جحفہ میقات ہے۔

نجد والوں کے لئے اور جو نجد سے گزریں تو ان کے لئے قرن میقات ہے۔

یمن والوں کے لئے یلملم اور عراق والوں اور باقی تمام لوگوں کے لئے ذات عرق میقات ہے۔"[1]

ہر مسئلے کا قرآن میں ہونا ضروری نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا اور اس میں رجم کا یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا اور فرمایا:

"رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھالینا، کیوں کہ (اگرچہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے، لیکن) یہ بھی اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔

غور سے سنو! حضور ﷺ نے خود رجم کیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد ہم

[1] کنز العمال، کتاب الحج، فصل فی المیقات المکانی: ٥/٦٠، رقم: ١٢٤٣٠

نے رجم کیا ہے۔

اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یوں کہیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھادی جو اس میں نہیں تھی تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور ﷺ نے رجم کیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔

غور سے سنو! تمہارے بعد عن قریب ایسے لوگ آئیں گے جو "رجم کو، دجال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور ان لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے، ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو انہوں نے پتھریلے میدان میں اپنی سواری بٹھائی پھر کنکریوں کی ایک ڈھیری بنا کر اپنے کپڑے کا ایک کنارا اس ڈھیری پر ڈالا اور اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

"اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میری قوت کم زور ہوگئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل گئی ہے، اس لئے اب مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھالے کہ میں تیرے احکام کو نہ ضائع کرنے والا بنوں اور نہ ان میں کمی کرنے والا۔"

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے تو لوگوں میں بیان فرمایا:

"اے لوگو! کچھ اعمال تم پر فرض کیے گئے ہیں اور سنتیں تمہارے لئے صاف بیان کردی گئی ہیں اور تمہیں ایک واضح اور صاف ملت پر چھوڑا گیا ہے۔" پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا:

اس کے بعد بھی تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرو تو یہ الگ بات ہے پھر تم اس بات سے بچو کہ رجم کی آیت کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی

[1] أخرجه أحمد: ١/٢٣، رقم: ١٥٧

یوں کہے کہ ہمیں کتاب اللہ میں زنا کے بارے میں دو سزائیں نہیں ملتیں (ایک رجم کی اور دوسری کوڑے مارنے کی، بل کہ ہمیں تو صرف ایک سزا ملتی ہے یعنی کوڑے مارنے کی) میں نے خود دیکھا کہ حضور ﷺ نے رجم کیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز بڑھادی تو میں یہ عبارت قرآن میں لکھ دیتا:

"اَلشَّيْخُ وَ الشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ"

ترجمہ: "شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو دونوں کو ضرور رجم کرو۔"

کیوں کہ (پہلے یہ آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی اور) ہم قرآن میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (بعد میں یہ الفاظ منسوخ ہوگئے لیکن ان کا حکم اب بھی باقی ہے) حضرت سعید کہتے ہیں: "ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر زخمی کردیا گیا" (اور اسی میں ان کا انتقال ہوگیا)۔[1]

خلافت راشدہ میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا، پھر بیان فرمایا:

"میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغے نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر (اپنی بیوی) اسماء بنت عمیس سے کیا اس نے تعبیر یہ بتائی کہ عجم کا ایک آدمی آپ کو قتل کرے گا۔

[1] مؤطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم: ٦٨٦

لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کردوں (خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے، لیکن ضروری نہیں ہے) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریم ﷺ کو بھیجا ہے اسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

اگر (دنیا سے جانے کا) میرا معاملہ جلدی ہوگیا تو یہ چھ آدمی جن سے دنیا سے جاتے وقت حضور ﷺ راضی تھے، آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنالیں اور وہ چھ آدمی یہ ہیں: حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو اس کی بات سنو اور مانو۔

مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس امرِ خلافت میں اعتراض کریں گے، حالاں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر جنگ کی ہے، اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہوں گے (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں پھر تو واقعی وہ کافر ہوجائیں گے، ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہوجائے گا)۔

میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کلالہ کے معاملے سے زیادہ اہم ہو (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد اور نہ ماں باپ ہوں)۔

اللہ کی قسم! جب سے میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہوں حضور ﷺ نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کلالہ کے بارے میں کی ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلی میرے سینے پر مار کر فرمایا: سورۂ نساء کی آخری آیت جو گرمیوں میں ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ط﴾[1] نازل ہوئی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور ان

[1] سورة النساء: آیت ١٧٦

پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں شہروں کے گورنروں کو اس لئے بھیجتا ہوں، تا کہ وہ لوگوں کو دین اور ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ معاملہ ایسا پیش آجائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اسے میرے پاس بھیج دیں۔"

پھر فرمایا: "اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو، میں تو انہیں برا ہی سمجھتا ہوں، وہ لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ (مسجد میں) جس آدمی سے لہسن یا پیاز کی بو آجاتی تھی تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جنت البقیع پہنچا دیا جاتا تھا۔ لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر (ان کی بو) مار دے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بیان جمعہ کے دن فرمایا اور اس کے بعد بدھ کے دن انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا گیا جب کہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے۔[1]

مسجد میں نماز پڑھو

حضرت یسار بن معرور رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

"اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پشت پر سجدہ کر لے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو راستے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

۱ مسند احمد: ۱/۱۵، رقم: ۹۰

تو فرمایا: "مسجد میں نماز پڑھو۔"[1]

آٹھ نصیحتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے:

"تم میں سے وہ آدمی کامیاب رہا (۱) جو خواہش پر چلنے سے...... (۲) غصہ میں آنے...... (۳) اور لالچ میں پڑنے سے...... محفوظ رہا اور (۴) جسے گفتگو میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی، کیوں کہ سچ اسے خیر کی طرف لے جائے گا اور جو شخص جھوٹ بولے گا وہ گناہ کے کام کرے گا اور جو گناہ کے کام کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

(۵) اور گناہ کے کاموں سے بچو اور اس شخص کا کیا گناہ کرنا جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کی طرف لوٹ جائے گا۔ آج وہ زندہ ہے کل مردہ ہوگا۔

(۶) روزانہ کا کام روزانہ کرو اور (۷) مظلوم کی بددعا سے بچو اور (۸) اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔"[2]

فائدہ: یہ آٹھ نصیحتیں ہیں جو ہر ایک کو خود بھی یاد کرنی چاہئیں اور دوسروں کو بھی یہ نصیحتیں کرنی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! ان آٹھ نصیحتوں پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، ان میں سے پہلی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ"[3]

ترجمہ: "اے اللہ! میری بھلائی میرے دل میں ڈال دے، اور مجھ کو میرے نفس کی بدی سے بچالے۔"

۱ کنز العمّال، الرابع، کتاب الصلاۃ، ذیل الجماعۃ: ۸/۱۴۷، رقم: ۲۳۰۶۵
۲ کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۶، رقم: ۴۴۱۹۱
۳ ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۸۳

دوسری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِىْ"۔ [1]

ترجمہ: "اے اللہ! میرے دل سے غصہ کی عادت نکال دے۔"

تیسری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ طَمَعٍ يَّهْدِىْ اِلٰى طَبَعٍ" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی لالچ سے جو مہر لگنے تک پہنچادے۔"

چوتھی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"رَبِّ سَدِّدْ لِسَانِىْ وَاهْدِ قَلْبِىْ" [3]

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! میری زبان کو سیدھا رکھ اور میرے دل کو راہ راست پر لگا۔"

پانچویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" [4]

ترجمہ: "اے اللہ! بے حیائیوں سے ہم کو بچالے جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔"

چھٹی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ" [5]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور کاہلی سے۔"

[1] مسند احمد: ٦/٣٠٢، رقم: ٢٦٠٣٦

[2] ماخذه مسند احمد: ٥/٢٤٧، رقم: ٢١٦٢٣

[3] ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ٣٥٥١

[4] ابوداؤد، کتاب الصلاة باب التشهد، رقم: ٩٦٩

[5] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ: ٢/٣٤٧

ساتویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَىَّ" [1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ بے راہ ہو جاؤں یا میرے قدم ڈگمگا جائیں یا کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا کوئی جہالت والا کام کروں یا مجھ سے جہالت والا برتاؤ کیا جائے۔"

اور آٹھویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِىْ فِى الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے موت میں برکت عطا فرما، اور موت کے بعد جو ہونا ہے اس میں برکت عطا فرما۔"

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حضرت قبیصہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

جو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔

جو (برے کاموں سے) نہیں بچتا اسے (عذاب سے) نہیں بچایا جاتا۔" [3]

[1] ابن ماجه، ابواب الدعاء، باب الدعاء، عندالكرب، رقم: ٣٨٨٤

[2] عمل اليوم والليلة للسيوطي، اذكار الصباح والمساء: ٢٨

[3] كنز العمّال، الثامن «كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٤، رقم: ٤٤١٧٩

لالچ فقر کی نشانی ہے

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا: ''یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ لالچ فقر کی نشانی ہے اور ناامیدی سے انسان غنی ہوجاتا ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہوجاتا ہے تو آدمی کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔''[1]

اے اللہ! ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ

حضرت عبداللہ بن خراش رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچا کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! اپنی امان کے ذریعے ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما۔''[2]

مناسکِ حج شرعی طریقے پر ادا کرو

حضرت ابوسعید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کی چاہی اجازت دے دی (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسی احرام میں عمرے کی نیت بھی کرلی، اب ایسا کرنے کی امت کو اجازت نہیں ہے) اور اب اللہ کے نبی اپنے راستے پر (دنیا سے) تشریف لے جاچکے ہیں، لہٰذا حج اور عمرے کو اللہ کے لئے ایسے پورا کرو جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا

[1] أخرجه أبونعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۸۷، رقم: ۱۲۵
[2] كنز العمّال، الاول، كتاب الاذكار، الادعية المطلقة: ۲/۲۸۵، رقم: ۵۰۳۳

ہے۔''[1]

عیدین کے دن روزے رکھنا منع ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت ابوعبید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبے سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا:

اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عیدالفطر کا دن، جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو۔ دوسرا وہ دن جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔''[2]

عمل کا دارومدار نیت پر ہے

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو عمل پر وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔ لہٰذا جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔''[3]

[1] أخرجه أحمد: ۱/۱۷، رقم: ۱۰۵
[2] أخرجه أحمد: ۱/۳۴، رقم: ۲۲۵
[3] أخرجه أحمد: ۱/۴۳، رقم: ۳۰۲

تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا:

"اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو۔ مجھے تمہارے ذریعے آزمایا جا رہا ہے اور تمہیں میرے ذریعے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ (اللہ نے ناراض ہو کر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے اور وہ کس سے ناراض ہے)۔ وہ مجھ سے ناراض ہے اور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ہی ناراض ہے۔ آؤ ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کر دے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دور کر دے۔"

راوی کہتے ہیں: اس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور لوگ بھی دعا کر رہے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

خطرناک منافق

حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بیان کر رہے تھے، میں ان کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے بیان میں فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات، طبقات البدريين من المهاجرين ومن بني عدي ٢/٢٧٤

"مجھے اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق کا ہے جو زبان کا خوب جاننے والا ہو یعنی جسے باتیں بنانی خوب آتی ہوں۔"[1]

آپ کی نصیحتیں

لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی:

"لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ، کیوں کہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا، لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

اِدھر اُدھر پھر کر دن نہ گزارا کرو، کیوں کہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا۔

جب تم سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو، کیوں کہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پا لیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔"[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اس سے تم کنارہ کشی اختیار کر لو۔ نیک آدمی کو دوست بناؤ، لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔"[3]

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب

[1] أخرجه احمد في مسنده: ١/٤٤، رقم: ٣١٢

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ...... ١٦/٦٦، رقم: ٤٤١٩٥

[3] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ...... ١٦/٦٦، رقم: ٤٤١٨٩

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو۔

۲۔ اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔

۳۔ مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔

۴۔ جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

۵۔ جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

۶۔ سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو، کیوں کہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

۷۔ ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔

۸۔ بے فائدہ اور بے کار کاموں میں نہ لگو۔

۹۔ جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو، کیوں کہ جو پیش آچکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔

۱۰۔ اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہوجاؤ۔

۱۱۔ جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو، ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کردیں گے۔

۱۲۔ بدکاروں کے ساتھ نہ رہو، ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لوگے۔

۱۳۔ اپنے دشمن سے الگ رہو۔

۱۴۔ اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو، لیکن اگر وہ امانت دار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانت دار صرف وہی ہوسکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

۱۵۔ قبرستان میں جاکر خشوع اختیار کرو۔

۱۶۔ جب اللہ کی فرماں برداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔

۱۷۔ جب اللہ کی نافرمانی ہوجائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔

۱۸۔ اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾[1]

ترجمہ: ”اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔“[2]

فائدہ: ان اٹھارہ نصیحتوں میں سے ہر نصیحت بہت ہی اہم اور قیمتی ہے، ہم سب ان پر عمل کرنے کی نیت کرلیں، خصوصاً ان میں سے پہلی نصیحت پر اگر ہم عمل کرلیں گے تو آپس کے جھگڑے، گھر کے اندر ساس بہو کی لڑائیاں، اور میاں بیوی کی ناچاقیاں ان شاء اللہ کافی حد تک ختم ہوسکتی ہیں۔

مرد اور عورت تین تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت سمرہ بن جندب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔

[1] سورۃ فاطر: آیت ۲۸

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/١١٠، رقم: ٤٤٣٦٥

عورتوں کی تین قسمیں یہ ہیں:

❶ وہ عورت ہے جو پاک دامن، مسلمان نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانے کے رسم و رواج کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانے کے رسم و رواج پر نہ چلتی ہو، لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔

❷ وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہ ہو۔

❸ وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح سے چمٹی ہوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔

اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں:

❶ وہ مرد ہے جو پاک دامن، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا ہو۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

❷ وہ مرد ہے جو سمجھ دار نہیں، اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھ دار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتا ہے۔

❸ وہ مرد جو حیران و پریشان ہو، اسے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے، کیوں کہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھ دار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔'' [1]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... : ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٦٦

فَائِدَہ: ہر شخص کو چاہیے کہ وہ نیک عورت کے حصول کے لئے اور عورت نیک شوہر کے حصول کے لئے یہ دعا مانگتے رہیں:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ خَلِيْلٍ مَّاكِرٍ عَيْنَاهُ تَرَيَانِیْ وَقَلْبُهٗ يَرْعَانِیْ اِنْ رَّاٰی حَسَنَةً دَفَنَهَا وَ اِنْ رَّاٰی سَيِّئَةً اَذَاعَهَا.'' [1]

تَرْجَمَہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا/لیتی ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں مجھ کو دیکھیں اور اس کا دل میری ٹوہ میں لگا ہے اگر کوئی نیکی دیکھے تو اس کو چھپا لے اور برائی دیکھ پائے تو اس کو پھیلاتا پھرے۔''

جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے

حضرت احنف بن قیس رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھ سے فرمایا:

''جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔

جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔

جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔'' [2]

اللہ کے نیک بندوں کی پیاری صفت

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:

---

[1] فیض القدیر: ۱/۱۸۳، رقم: ۱۵۳۵

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... : ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٦٧

"إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يُمِيْتُوْنَ الْبَاطِلَ بِهَجْرِهٖ وَيُحْيُوْنَ الْحَقَّ بِذِكْرِهٖ"

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کے تذکرے کو چھوڑ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا بار بار تذکرہ کر کے اسے زندہ کرتے ہیں۔ جب انہیں کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ اس کا اثر لیتے ہیں اور اس عمل کا ان میں شوق پیدا ہو جاتا ہے۔

اور جب انہیں اللہ کے غصے اور عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ جن چیزوں کو انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا انہیں یقین کی طاقت سے دیکھ لیتے ہیں اور یقین کو ان غیبی امور کے ساتھ ملاتے ہیں جن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

خوف خداوندی نے ان کو عیوب سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے دنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

دنیا کی زندگی ان کے لئے نعمت ہے اور موت ان کے لئے باعث عزت ہے۔

اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کر دی جائے گی اور ہمیشہ نو عمر رہنے والے لڑکے ان کی خدمت کریں گے۔"[1]

فائدہ: یہ نیک بندوں کی صفاتِ مبارکہ میں سے ایک بہترین صفت ہے کہ برائیوں کا تذکرہ ہی نہیں کرتے۔ کسی برائی کے تذکرے سے مزید وہ برائی پھیلے گی، اس لئے وہ برائی کا تذکرہ نہیں کرتے کہ آج کل یہ ہو رہا ہے، ہمارے معاشرے میں یہ خرابیاں ہیں ہر وقت برائی ہی برائی کا ذکر، اس برائی کے ذکر سے دوسرا نقصان ناشکری کا مرض پیدا ہوتا ہے، تیسرا نقصان حوصلہ شکنی ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں اچھائیاں یا اس طبقے میں خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ۔

[1] أخرجه أبو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۲، رقم: ۱۵۴

کثرت سے توبہ کرنے کی فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اتار لو پھر علم اندر سے پھوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک دن کی روزی مانگو۔" اور ایک روایت میں یہ بھی ہے: "کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، کیوں کہ ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔"[1]

اللہ سے ڈرنے والے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَنْ خَافَ اللّٰهَ لَمْ يُشْفِ غَيْظَهٗ"

"جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے انتقام نہیں لے گا، بل کہ اپنا غصہ پیئے گا۔"

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ لَمْ يَصْنَعْ مَا يُرِيْدُ"

"اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کر سکے گا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آ رہا ہے وہ نہ ہوتا، بل کہ افراتفری کا کچھ اور عالم ہوتا۔"[2]

انصاف کرنے والا ہر مصیبت جھیلتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَنْ يُّنْصِفُ النَّاسَ مِنْ نَّفْسِهٖ يُعْطَى الظَّفَرُ فِيْ أَمْرِهٖ"

"جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان پر جو مشقت

[1] أخرجه أبو نعيم فى الحلية ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۸۷، رقم: ۱۲۸

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۱، رقم: ۴۴۳۶۸

جھیلنی پڑے وہ جھیلتا ہے تو اسے اپنے تمام کاموں میں کامیابی ملے گی۔"

"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے ذلت اٹھانا نافرمانی کی عزت کی بہ نسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے۔"[1]

عزت و شرافت دین پر چلنے سے ملتی ہے

حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

"① آدمی تقویٰ سے عزت پاتا ہے اور ② اسے دین سے شرافت ملتی ہے۔

③ آدمی کی مروت اور مردانگی عمدہ اخلاق ہیں۔ ④ بہادری اور بزدلی خدا داد صفات ہیں۔ ⑤ بہادر آدمی تو ان لوگوں کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں جانتا ہے اور ان کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں نہیں جانتا اور بزدل آدمی تو اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

دنیا والوں کی نگاہ میں عزت مال سے ملتی ہے، لیکن اللہ کے ہاں تقویٰ سے ملتی ہے۔ تم کسی فارسی عجمی اور نبطی سے صرف تقویٰ کی وجہ سے بہتر ہو سکتے ہو عربی ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔"[2]

فَائِدَۃ: تقویٰ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ تقویٰ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا خوف ایسا دل میں بیٹھ جائے کہ گناہ کرنا مشکل ہو، خود بھی گناہ سے وحشت ہو اور کسی مسلمان کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر دل کڑھے، غم ہو، آنسو بہیں۔ اس تقویٰ کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کے بہت ہی بڑے وعدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٦٩

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٧٠

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾[1]

تَرْجَمَۃ: "اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔"

انسان نیکی تو کر لیتا ہے، لیکن شیطان گناہوں میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین کے انتقال کے بعد مال کی تقسیم سے شیطان روکتا ہے کہ بہن بھائیوں میں مال تقسیم مت کرو۔ اب نیکیاں تو ہوگئیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے حکم سے شیطان نے رکوا دیا، مگر جب تقویٰ کی دولت حاصل ہو جائے گی تو انتقال کے فوراً بعد میت کی ملکیت میں جو کچھ ہے سوئی دھاگہ سے لے کر بڑی سے بڑی چیز تک تقسیم کرنا آسان ہوگا، قرض لے کر وقت پر ادا کرنے کی فکر سوار ہوگی، معاملات میں صفائی کی فکر ہوگی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا آسان ہوں گے، شادیوں میں فضول خرچی اور بے پردہ عورتوں کا باہر پھرنا مشکل ہوگا۔ یہ سب تقویٰ کی دولت سے حاصل ہوگا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ تقویٰ کی پانچ برکات ہیں:

❶ یہ کہ اللہ تعالیٰ متقی کے لئے دنیا و آخرت کے مصائب اور مشکلات سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔

❷ یہ کہ اس کے لئے رزق کے ایسے دروازے کھول دیتے ہیں جن کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا۔

❸ یہ کہ اس کے سب کاموں میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔

---

[1] سورۃ الطلاق: آیت ۲، ۳

④ یہ کہ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں۔

⑤ یہ کہ اس کا اجر بڑھا دیتے ہیں اور ایک دوسری جگہ تقویٰ کی یہ برکت بھی بتلائی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو حق و باطل کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔[1]

اس لئے ہر مسلمان کو تقویٰ مانگتے رہنا چاہیے، لہٰذا یہ دعا مانگئے:

''اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَآ اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَآ اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا'' [2]

ترجمہ: ''اے اللہ! تو میرے نفس کو پرہیزگاری عطا فرما اور اس کو پاک کر تو سب سے اچھا پاک صاف کرنے والا ہے تو ہی اس نفس کا مولا اور آقا ہے۔''

حکمت و دانائی عمر سے نہیں اللہ کی مہربانی سے ملتی ہے

حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط میں یہ لکھا:

''اِنَّ الْحِکْمَةَ لَیْسَتْ عَنْ کِبَرِ السِّنِ، وَلٰکِنَّهٗ عَطَاءُ اللّٰهِ یُعْطِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ.''

''حکمت و دانائی عمر بڑی ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بل کہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے اللہ چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں اور کمینے کاموں اور گھٹیا اخلاق سے بچو۔''[3]

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

[1] معارف القرآن: ۴۸۹/۸، الطلاق: ۴ [2] مسند احمد: ۳۷۱/۴، رقم: ۱۸۸۲۱

[3] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق: ۱۱۲/۱۶، رقم: ۴۴۳۷۴

کو خط میں یہ لکھا: اما بعد!

① ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں۔

② اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں۔

③ اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں۔

④ اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں۔''

⑤ ''وَلْتَکُنِ التَّقْوٰی نَصْبَ عَیْنَیْكَ، وَعِمَادَ عَمَلِكَ وَجِلَاءَ قَلْبِكَ''

''اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین، تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیے۔''

⑥ ''فَإِنَّهٗ لَا عَمَلَ لِمَنْ لَّا نِیَّةَ لَهٗ''

''جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔''

⑦ ''وَلَا أَجْرَ لِمَنْ لَا حِسْبَةَ لَهٗ''

''جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔''

⑧ ''وَلَا مَالَ لِمَنْ لَّا رِفْقَ لَهٗ''

''جس میں نرمی نہیں ہوگی اسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔''

⑨ ''وَلَا جَدِیْدَ لِمَنْ لَّا خَلَقَ لَهٗ''

''جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیے۔''[1]

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۶۵/۱۶، رقم: ۴۴۱۸۲

اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو

حضرت جعفر بن برقان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا، خط کے آخر میں یہ مضمون تھا:

”فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی والے حساب سے پہلے (جو قیامت کے دن ہوگا) اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو، کیوں کہ جو فراخ اور وسعت والے حالات میں سختی کے حساب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا تو انجام کار خوش ہوگا، بل کہ اس کے حالات قابل رشک ہوں گے۔

اور جس کو دنیا کی زندگی نے (اللہ سے، آخرت سے اور دین سے) غافل رکھا اور وہ برائیوں میں مشغول رہا تو انجام کار وہ ندامت اٹھائے گا اور حسرت و افسوس کرتا رہے گا۔ جو نصیحت تمہیں کی جارہی ہے اسے یاد رکھو، تاکہ تمہیں جن کاموں سے روکا جارہا ہے تم ان سے پرہیز کرسکو۔“[1]

حق کو لازم پکڑو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خط میں یہ مضمون لکھا:

امابعد!

”حق کو ہر حال میں لازم پکڑو اس طرح حق تمہارے لئے اہل حق کے مراتب کھول دے گا اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کیا کرو۔“[2]

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۵، رقم: ۴۴۱۸۳

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۶، رقم: ۴۴۱۸۶

آپ کی دعائیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

۱ ”اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ أَنْ تَأْخُذَنِيْ عَلٰى غِرَّةٍ أَوْ تَذَرَنِيْ فِيْ غَفْلَةٍ أَوْ تَجْعَلَنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ“[1]

ترجمہ: ”اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے، یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنادے۔“

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

۲ ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ صَالِحًا وَّاجْعَلْهُ لَكَ خَالِصًا وَّلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا.“[2]

ترجمہ: ”اے اللہ! میرے عمل نیک بنادے اور میرے عمل کو خالص اپنے لئے بنادے اور میرے عمل میں اور کسی کا ذرہ بھر بھی حصہ نہ ہونے دے۔“

حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے:

۳ ”اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ مَعَ الْأَبْرَارِ وَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْأَشْرَارِ وَقِنِيْ عَذَابَ النَّارِ وَأَلْحِقْنِيْ بِالْأَخْيَارِ“[3]

[1] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۱، رقم: ۱۴۹

[2] كنز العمّال، الأوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۳۸

[3] كنز العمّال، الأوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۴۰

ترجمہ: ''اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔''

حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں اکثر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنتا:

۴ ''اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا.''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما۔''

فائدہ: عافیت یہ دنیا و آخرت دونوں کی راحت کا نام ہے۔ یہ بظاہر ایک مختصر دعا ہے، مگر اتنی جامع ہے کہ گویا ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات اور خوشی کے حاصل ہونے کی دعا کی گئی ہے۔ دنیا کی خوشی یہ ہے کہ بندے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ آخرت کی خوشی یہ ہے کہ بندے کو کوئی عذاب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ یہ (عافیت) بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس دعا کو وردِ زبان بنائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں میں عافیت کی اہمیت بیان ہوئی ہے اور وہاں عافیت کی ایک دعا ذکر کی گئی ہے جس کے بارے میں آتا ہے:

''لَمْ يَدَعْهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.''

یعنی انہوں نے اس دعا کو آخر دم تک نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

۵ ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي قَتْلاً فِي سَبِيلِكَ وَوَفَاةً فِي بَلَدِ نَبِيِّكَ''[2]

[1] کنز العمّال، الاوّل، الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۳۷
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۰، رقم: ۱۴۷

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے اپنے راستے کی شہادت اور اپنے نبی ﷺ کے شہر کی موت نصیب فرما۔''

میں نے کہا: ''آپ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہوسکتی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ جہاں چاہے اپنے فیصلے کو وجود دے سکتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بھی دعا کی:

۶ ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ظُلْمِي وَ كُفْرِي''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے ظلم اور میرے کفر کو معاف فرما۔''

ایک آدمی نے کہا: یہ ظلم کا لفظ تو ٹھیک ہے، لیکن کفر کا کیا مطلب؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (قرآن میں ہے)۔

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝﴾[2]

ترجمہ: ''سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

(یعنی کفر سے ناشکری مراد ہے)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناشکری کے گناہ سے معافی طلب کی ہے، ہمیں بھی چاہیے کہ ناشکری کے گناہ سے بچیں، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں، کسی حال میں بھی ناشکری نہ کریں، اور شکر کرنے کے لئے ایک بہترین اور آسان معیار حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

۷ ''اَللّٰهُمَّ إِنْ كَتَبْتَنِي فِي السَّعَادَةِ فَأَثْبِتْنِي فِيهَا وَ إِنْ كُنْتَ

[1] کنز العمّال، الاوّل، الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۴۳
[2] سورة ابراهيم: آيت ۳۴

كَتَبْتَنِي فِي الشَّقَاوَةِ فَامْحُنِي مِنْهَا وَأَثْبِتْنِي فِي السَّعَادَةِ فَإِنَّكَ تَمْحُوْ مَاتَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَ عِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ"۔[1]

ترجمہ: "اے اللہ! اگر تو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا نام ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو اس میں سے مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے، کیوں کہ تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے۔"

حضرت یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آدھی رات کے وقت رمادہ قحط کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ یہ دعا کر رہے تھے:

۸ "اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِيْنَ وَ ارْفَعْ عَنَّا هٰذَا الْبَلَاءَ"۔[2]

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔" (اور وہ یہ دعا بار بار کرتے رہے)

حضرت یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے رمادہ قحط کے زمانے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دعا کر رہے تھے:

۹ "اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَكَةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى رِجْلَيَّ"۔[3]

ترجمہ: "اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی ہلاکت میرے

[1] کنز العمال، الاوّل، الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۴۲

[2] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، طبقات البدریین من المهاجرین، ومن بنی عدی ......: ۲/۲۷۲

[3] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، طبقات البدریین من المهاجرین، ومن بنی عدی ......: ۲/۲۷۳

زمانے میں نہ کر۔"

حضرت اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۱۰ "اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَتْلِي بِيَدِ رَجُلٍ صَلّٰى لَكَ سَجْدَةً وَاحِدَةً يُحَاجُّنِي بِهَا عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"۔[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن مجھ سے جھگڑا کرے۔" (یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو)۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنکریوں کی ایک ڈھیری بنائی، پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

۱۱ "اَللّٰهُمَّ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِيْ فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ"۔[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میرے قویٰ کمزور ہوگئے اور میری رعایا پھیل گئی، لہٰذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھا لے کہ نہ تو میں کسی کا حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق میں کمی کرنے والا ہوں۔"

حضرت اسود بن ہلال محاربی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن

[1] موطأ الامام مالک، کتاب الجهاد، الشهداء فی سبیل اللّٰه: ص۴۷۶

[2] أخرجه أبو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۹۱، رقم: ۱۴۸

خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! غور سے سنو! میں دعا کروں گا تم سب اس پر آمین کہو۔"

۱۲ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي غَلِيظٌ فَلَيِّنِّي وَ شَحِيحٌ فَسَخِّنِي وَضَعِيفٌ فَقَوِّنِي"۔[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کردے، کنجوس ہوں مجھے سخی بنادے کمزور ہوں مجھے قوی کردے۔"

فائدہ: کنجوسی ایک لعنت ہے اور سخاوت ایک نعمت و رحمت ہے ...... بخیل (کنجوس) آدمی جہاں دوسروں پر کچھ خرچ نہیں کرتا بسا اوقات وہاں وہ خود اپنی ذات پر بھی کچھ صرف نہیں کرتا...... اور بعض مرتبہ نہایت ضرورت ہونے کے باوجود اپنی بخیلی طبیعت کی وجہ سے کچھ خرچ نہیں کرتا۔ پھر اس کا زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے ...... سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت محبوب ہوتا ہے اور بخیل نہایت ہی مبغوض ہوتا ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر سخاوت پیدا کریں اور اسے اپنائیں اور بخل سے نجات حاصل کریں اور اس کے دور ہونے کی دعا کریں۔

حضرت سعید بن مسیب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو فرماتے: "تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پا گیا اور دنیا...... دنیا والوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا، اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبی کے پاس پہنچادے۔"[2]

حضرت کثیر بن مدرک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۰، رقم: ۱۴۵

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب الموت، صلاة الجنائز: ۱۵/۲۹۹، رقم: ۴۲۸۱۷

تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے:

۱۳ "اَللّٰهُمَّ أَسْلَمَهُ إِلَيْكَ الْأَهْلُ وَ الْمَالُ وَ الْعَشِيرَةُ وَذَنْبُهُ عَظِيمٌ فَاغْفِرْ لَهُ"۔[1]

ترجمہ: "اے اللہ! اہل و عیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کردیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں اس کی مغفرت فرما۔"

مذاکرہ

سوال ①: حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کتنے عرصے حکومت کی؟

سوال ②: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیبر میں زمین ملی، اس کے بارے میں انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کیا عرض کیا؟

سوال ③: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دعاؤں میں سے کوئی چھ دعائیں زبانی یاد کر کے سنائیں۔

سوال ④: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کوئی دس نصیحتیں بیان کریں۔

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب الموت، ذيل الدفن: ۱۵/۳۱۱، رقم: ۴۲۹۲۱

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عثمان، ابوعبداللہ کنیت اور والد کا نام عفان تھا۔

زمانۂ جاہلیت سے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قریبی تعلقات تھے اور ان ہی کی دعوت سے متاثر ہوکر دین اسلام قبول فرمایا۔ آپ بہترین عادت اور اخلاق کی بدولت جلد ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے نکاح کرادیا۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی آپ سے کرادیا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ذُوالنورین یعنی دونور والا پڑا۔

آپ اسلام میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت میں بھی شامل تھے اور دوسری ہجرت میں تو تھے ہی۔ آپ صرف مال کے نہیں بل کہ دل کے بھی غنی تھے۔ ہجرتِ مدینہ طیبہ کے بعد جب مسلمانوں کو پانی کی تنگی محسوس ہوئی تو آپ نے ہی اپنے مال سے بیرِ رومہ خرید رکھا تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب نہایت تنگی کا وقت تھا تو آپ ہی نے ایک تہائی فوج کا تمام خرچ اپنے ذمہ لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ راشد چنے گئے۔

خلافت کے ساتویں سال خارجیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور چالیس

دن تک اس محاصرے کو جاری رکھا۔ جمعے کے دن آپ روزے سے تھے اور قرآن حکیم کی تلاوت کررہے تھے کہ آپ کو نیزہ مار کر شہید کردیا گیا۔

آپ کا زہد

حضرت عبدالملک بن شداد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے جمعے کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سوکر اٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ اور بے تکلف زندگی پر حیران ہوکر) کہہ رہے تھے یہ امیر المؤمنین ہیں یہ امیر المؤمنین ہیں[1]

حضرت شرحبیل بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خلافت والا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جاکر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔[2]

غلطی ہوجانے پر دنیا ہی میں معاملہ صاف کرلینا

حضرت ابوالفرات رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا، آپ نے اس سے فرمایا:

"میں نے ایک مرتبہ تمہارا کان مروڑا تھا، لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔" چناں

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۹۸/۱، رقم: ۱۷۸، ۱۷۹

[2] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۹۸/۱، رقم: ۱۸۰

چہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا:

"زور سے مروڑ، دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے، اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔"[1]

کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کون ہے جو بیر رومہ (مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے) خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دے۔ قیامت کے دن سخت پیاس کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلائیں گے۔" چناں چہ یہ فضیلت سن کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دیا۔[2]

گھی شہد اور آٹے کا حلوہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اونٹنی لے کر آرہے ہیں جس پر آٹا، گھی اور شہد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو بٹھاؤ۔

چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹنی بٹھادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کی ایک ہانڈی منگوائی اور اس میں کچھ گھی، شہد اور آٹا ڈالا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ پک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس میں سے

[1] الطبری: ۲/۱۱۱، بحوالہ حیاۃ الصحابہ (اردو) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل و انصاف: ۲/۱۸۴

[2] أخرجه ابن عساكر بحواله حياة الصحابه (اردو) صحابہ کا صدقہ کرنا: ۲/۲۹۹

کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔[1]

آپ کی وصیت

حضرت علاء بن فضل کی والدہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا، جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک کاغذ ملا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی:

"هٰذِهِ وَصِيَّةُ عُثْمَانَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ، وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ عَلَيْهَا يَحْيٰى وَعَلَيْهَا يَمُوْتُ وَعَلَيْهَا يُبْعَثُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ"[2]

ترجمہ: "یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عثمان بن عفان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ

[1] جمع الفوائد، كتاب الأطعمة، ما ورد في اطعمة مخصوصة ......: ۱/۵۷۸، رقم: ۵۵۵۹

[2] أخرج الفضائلی الرازی بحواله حياة الصحابة (اردو) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصیت کرنا: ۲/۲۱۳

تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی شہادت پر عثمان زندہ رہا، اسی پر مرے گا اور اسی پر ان شاء اللہ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔"

نظام الملک نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا

غِنَى النَّفْسِ يُغْنِي النَّفْسَ حَتّٰى يُجِلَّهَا
وَإِنْ غَضَّهَا حَتّٰى يَضُرَّ بِهَا الْفَقْرُ

دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتی کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے۔ اگر چہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے۔

وَمَا عُسْرَةٌ فَاصْبِرْ لَهَا إِنْ لَقِيتَهَا
بِكَائِنَةٍ إِلَّا سَيَتْبَعُهَا يُسْرٌ

اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اس پر صبر کرو، کیوں کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يُقَاسِ الدَّهْرَ لَمْ يَعْرِفِ الْأَسٰى
وَفِي غِيَرِ الْأَيَّامِ مَا وَعَدَ الدَّهْرُ [1]

جو زمانے کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ زمانے کے حوادث ہی پر اللہ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

فائدہ: انسان کی موت کا کوئی بھروسہ نہیں، معلوم نہیں کس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے، اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ وصیت لکھ کر رکھ لیں کہ میرے ذمے فلاں شخص کا اتنا قرض ہے اتنی نمازیں قضا ہیں، حج فرض ہے ادا نہیں کیا وغیرہ وغیرہ اور پھر اس کی ایک کاپی بیوی بچوں کو دیں، ایک اپنے بھائیوں کو

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/۱۳۳ بحوالہ حیاۃ الصحابۃ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصیت کرنا: ۲/۲۱۴

دیں اور ایک اپنے کسی قریبی دوست کو دیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جو شخص وصیت کر کے دنیا سے گیا وہ سیدھے راستے اور سنت والے راستے پر دنیا سے گیا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا، اور مغفرت کی حالت میں دنیا سے گیا۔" [1]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت اور ہر ادا پر مر مٹنے والے تھے، موت ہمیشہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہتی تھی، ان میں سے ہر ایک اس بات کی فکر میں رہتا تھا کہ "ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی حق (یعنی نماز، روزہ، حج زکوۃ وغیرہ) یا کسی بندے کا کوئی حق (یعنی کسی کا قرض وغیرہ) مجھ پر رہ جائے اور وہ میری پکڑ کا سبب بن جائے۔"

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصیت والی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری مگر یہ کہ میری وصیت میرے پاس لکھی ہوئی رکھی ہوتی تھی۔" [2]

اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وضاحت: وصیت کی اہمیت اور اس کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے ہمارے ادارے بیت العلم ٹرسٹ نے دو اہم کتابیں شائع کی ہیں (۱) طریقۂ وصیت (۲) وصیت لکھئے۔ وصیت لکھنے اور کرنے میں ان شاء اللہ یہ دو کتابیں بہت معاون ثابت ہوں گی۔

[1] ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ: رقم ۲۷۰۱
[2] مسند احمد: ۲/۴، رقم: ۴۴۵۵

آپ کے بیانات

دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے

حضرت بدر بن عثمان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے چچا بیان کرتے ہیں: جب اہلِ شوریٰ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بیعت ہو گئے تو اس وقت وہ بہت غمگین تھے، ان کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھا۔ وہ حضور ﷺ کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا، اس کے بعد فرمایا:

''تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے، لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کر لو، صبح اور شام موت تمہیں آنے ہی والی ہے۔

غور سے سنو! دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے)

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝﴾[1]

تَرْجَمَہ: ''سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔''

اور جو لوگ جا چکے ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو، کیوں کہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

کہاں ہیں دنیا کے وہ بھائی اور بیٹے جنہوں نے دنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خوب آباد کیا اور لمبی مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا۔

[1] سورۃ لقمان: آیت ۳۳

کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا۔ چوں کہ اللہ نے دنیا کو پھینکا ہوا ہے، اس لئے تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو، کیوں کہ اللہ نے دنیا کی اور آخرت کی جو کہ دنیا سے بہتر ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی۔

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ سے لے کر اَمَلًا ۝﴾ تک۔[1]

تَرْجَمَہ: ''اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئیں ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد حیاتِ دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی۔''

بیان کے بعد لوگ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بیعت ہونے لگے۔[2]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان فرمایا:

''اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کر لیا ہے۔ غور سے سنو! میں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کے نئی باتیں نہیں لاؤں گا۔

توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کے بعد میرے اوپر تمہارے تین حق ہیں:

[1] سورۃ الکہف: آیت ۴۵، ۴۶

[2] أخرجه ابن جرير في تاريخه، سنة اربع وعشرين، خطبة عثمان ۲/۵۸۹

پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کر لیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقے پر چلوں۔

دوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں۔

اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں، آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے۔

غور سے سنو! دنیا سرسبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو، یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا صرف اسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔''[1]

موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا۔

''اے ابن آدم! یہ بات جان لے کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کے پاس جا رہا تھا، لیکن اب اس نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کر لو اور غفلت سے کام نہ لو، کیوں کہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں ہے۔

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الخامسة والثلاثون، ذكر بعض خطب عثمان: ٦/٦٩٣

اے ابن آدم! جان لے کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور یہ تیاری نہیں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضرور ہونی ہے، اس لئے اپنے لئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو۔ فقط والسلام۔''[1]

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیوں کہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے

حضرت حسن رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے۔ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پا لے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور قبر کے اندھیرے کے لئے اللہ کے نور میں سے نور حاصل کر لے۔ اور بندے کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے حشر کے دن اندھا بنا کر نہ اٹھائیں حالاں کہ وہ دنیا میں آنکھوں والا تھا۔

"وَقَدْ يُكْفِي الْحَكِيْمُ جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَالْأَصَمُّ يُنَادِي مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ مَنْ كَانَ اللّٰهُ مَعَهُ لَمْ يَخَفْ شَيْئًا، وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَمَنْ يَّرْجُوْ بَعْدَهُ."

اور سمجھ دار آدمی کو تو چند جامع کلمات کافی ہو جاتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور بہرے آدمی کو تو دور سے پکارنا پڑتا ہے۔

اور یقین رکھو کہ جس کے ساتھ اللہ ہو گا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا اور اللہ جس کے خلاف ہو گا وہ اللہ کے علاوہ اور کس کی مدد کی امید کر سکتا ہے؟''[2]

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب الموت، ذكر الموت: ١٥/٢٩٤، رقم: ٤٢٧٨٣

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٩٣، رقم: ٤٤٢٤٤

فائدہ: جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا، یہ جملہ یاد رکھنا چاہیے اور ہر وقت اس کی فکر ہو کہ اللہ کی مدد میرے ساتھ رہے اور اللہ کی مدد ساتھ لینے کا آسان نسخہ اور آسان تدبیر یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیئے جائیں اور گناہ چھوڑنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا اہتمام کیا جائے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے، اسی لئے......

- صبح کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا فاجر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا خاسر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- عصر کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا عاصی کہہ کر پکارتے ہیں۔
- مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا کافر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا مضیع کہہ کر پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبیر اولیٰ کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنادے۔ آمین

کوئی عمل اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر دیکھا وہ فرما رہے تھے:

”اے لوگو! تم چھپ کر جو عمل کرتے ہو ان میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! جو بھی کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی چادر علی الاعلان ضرور پہنائیں گے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہوگا تو اسے خیر کی چادر پہنائیں گے اور برا عمل کیا ہوگا تو اسے بری چادر پہنائیں گے۔“ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ اعراف کی آیت میں سے ایک لفظ وَرِیْشًا نہیں پڑھا، بل کہ اس طرح آیت پڑھی:

﴿وَرِیَاشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰی لا ذٰلِکَ خَیْرٌ ط﴾[1]

ترجمہ: ”باریک کپڑا اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے۔“

راوی کہتے ہیں: باریک کپڑا اور تقویٰ والے لباس سے مراد اچھی عادتیں ہیں۔[2]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت ”وَرِیَاشًا“ پڑھتے ہوئے سنا ہے نہ کہ ”وَرِیْشًا“۔[3]

بیمار کی عیادت کرنا

حضرت عباد بن زاہر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا:

”اللہ کی قسم! ہم لوگ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، آپ ﷺ ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ غزوہ میں جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس کم یا زیادہ جتنا ہوتا اسی سے ہم سے غم خواری فرماتے اور اب کچھ لوگ مجھے حضور ﷺ کے بارے میں کچھ بتا رہے ہیں، حالاں کہ ان لوگوں نے تو شاید حضور ﷺ کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔[4]

فائدہ: بیمار پرسی ایک عبادت ہے۔ نبی کریم ﷺ اہتمام سے بیماروں کی عیادت کو جاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔
بیماروں کی عیادت کرنے کے کچھ آداب ہیں:

[1] سورۃ الاعراف: آیت ٢٦
[2] كنز العمّال، الثاني، كتاب الاخلاق: ٣/٢٦٩، رقم: ٨٤٢٣
[3] كنز العمال، الاول، كتاب الاذكار: ٢/٢٠٤، رقم: ٤٨٢٦
[4] مسند أحمد: ١/٦٩، رقم: ٥٠٦

❊ کسی کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس کے پاس تھوڑا بیٹھو زیادہ دیر بیٹھنے سے بیمار کو تکلیف ہوگی۔

❊ عیادت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرو، نامناسب وقت میں جانے سے انہیں پریشانی ہوگی۔

❊ اگر مریض کو تکلیف نہ ہو تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لو۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَاشَافِيَ اِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا" [1]

❊ عیادت کے لئے جاتے وقت سنت کی نیت کرلو۔

❊ مریض کے حق میں دعا کرو۔

بیمار کی عیادت کرنا بڑا اجر وثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "بیمار کی عیادت کرنے سے ستر ہزار فرشتے صبح سے لے کر شام تک اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔" [2]

دوسری جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جتنی دیر تک وہ عیادت کرتا ہے وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے۔" [3]

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ "جب مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک باغ متعین کردیتا ہے۔" [4]

ہمیں چاہیے کہ کوئی مسلمان بھائی بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کو سمجھیں اور خود یہ عیادت صلہ رحمی کے فروغ کا ایک بہت بڑا

[1] ترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی التعوذ للمریض: ۱/۱۹۱
[2] طبرانی، بروایت ابن عباس: ۱۱/۱۵۸، رقم: ۱۱۴۸۱
[3] مسند احمد، بروایت ثوبان: ۵/۲۷۶، رقم: ۲۱۸۷
[4] ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، رقم: ۹۶۹

ذریعہ ہے جو کسی معاشرے کی بقا کے لئے نہایت ضروری ہے۔

چھوٹی عمر کے ملازموں پر کام کا بوجھ نہ ڈالیں

حضرت مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا:

"چھوٹی عمر کے غلام کو کما کر لانے کا مکلف نہ بناؤ، کیوں کہ اگر تم اسے کمانے کا مکلف بناؤ گے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کما نہیں سکے گا، اس لئے چوری شروع کردے گا۔

اور پاک دامنی اختیار کئے رہو، کیوں کہ اللہ نے تمہیں پاک دامنی عطا فرما رکھی ہے اور کھانے کی صرف وہ چیزیں استعمال کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔" [1]

جوا کھیلنے سے بچو

حضرت زبید بن صلت رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"اے لوگو! جوا کھیلنے سے بچو یعنی نرد (شطرنج وغیرہ) نہ کھیلا کرو، کیوں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں نرد (شطرنج وغیرہ) کھیل کے آلات ہیں، اس لئے جس کے گھر میں یہ آلات موجود ہیں وہ یا تو انہیں جلادے یا توڑ دے۔"

دوسری مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر فرمایا:

"اے لوگو! میں نے اس نرد کھیل کے بارے میں بات کی تھی، لیکن ایسا نظر آرہا ہے کہ تم لوگوں نے اس کھیل کے آلات کو گھروں سے ابھی نہیں نکالا ہے، اس

[1] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، حقوق المملوك: ۹/۸۵، رقم: ۲۵۶۴۲

لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ حکم دے کر لکڑیوں کے گٹھر جمع کراؤں اور جن گھروں میں یہ آلات ہیں ان سب کو آگ لگادوں۔[1]

بے کار میں راحت پسند نہیں ہونا چاہیے

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں نماز پوری پڑھائی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کے موقع پر منیٰ کے دنوں میں ظہر، عصر، عشاء تینوں نمازوں میں دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ شروع میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دو رکعت پڑھاتے رہے، لیکن پھر چار رکعت پڑھانے لگے تھے) پھر لوگوں میں بیان فرمایا:

''اے لوگو! اصل سنت تو وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو ساتھیوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے کیا، لیکن اس سال لوگ حج پر بہت آئے ہیں۔ اس لئے مجھے ڈر ہوا کہ لوگ دو رکعت پڑھنے کو مستقل سنت نہ بنالیں'' (اس لئے میں نے چار پڑھائیں)۔[2]

یہ قبر تنہائی کا گھر ہے

حضرت قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حجاج بن یوسف نے ہم میں بیان کیا اور اس نے قبر کا تذکرہ کیا اور مسلسل کہتا رہا:

''یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اور اجنبیت اور بیگانگی کا گھر ہے، یہاں تک کہ خود بھی رونے لگا اور آس پاس والوں کو بھی رلا دیا۔ پھر کہا: میں نے امیر المؤمنین عبدالملک

[1] أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب الشهادات، باب كراهية اللعب بالنرد: ۱۰/۲۱۵

[2] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصلاة، في الصلاة المسافر: ۸/۱۱۱، رقم: ۲۲۶۹۶

بن مروان کو بیان میں کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں بیان کیا جس میں فرمایا:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور روئے۔''[1]

اندازے سے کوئی چیز نہ خریدو

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا:

''میں بنو قینقاع کے ایک یہودی خاندان سے کھجوریں خریدتا تھا اور آگے نفع پر بیچتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا:

اے عثمان! جب خریدا کرو تو پیمانے سے ناپ کرلیا کرو اور جب بیچا کرو تو دوبارہ پھر پیمانے سے ناپ کر دیا کرو۔''[2]

کبوتر بازی اچھی عادت نہیں ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ بیان میں تکلیف دہ کتوں کو مارنے کا اور کھیل کے طور پر اڑائے جانے والے کبوتروں کو ذبح کردینے کا حکم دے رہے تھے (جو دوسرے کبوتروں کو لے آتے ہوں)۔[3]

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب الموت، ذكر الموت: ۱۵/۲۹۴، رقم: ۴۲۷۸۴

[2] أخرجه أحمد: ۱/۷۵، رقم: ۵۶۱

[3] أخرجه أحمد: ۱/۷۲، رقم: ۵۲۲

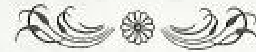
مذاکرہ

سوال ①: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال ②: آپ کی شہادت کیسے ہوئی؟

سوال ③: وہ کون سا کنواں تھا جسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر صدقہ کیا؟

سوال ④: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وصیت کی؟



حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام علی، ابوالحسن کنیت اور لقب حیدر تھا۔ آپ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول فرمایا تھا۔ اکابرِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ آپ ہی نے عمر پائی۔ ہمیشہ حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ اس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد احکام وفرائض میں سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے۔ حضور ﷺ آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اس وجہ سے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی آپ ہی سے کرایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے اور ۴۰ھ میں ابن ملجم نے آپ کو شہید کر دیا۔

آپ کا زہد

حضرت عبداللہ بن شریک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فالودے! تیری خوش بو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوب صورت ہے اور ذائقہ بہت عمدہ ہے، لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں۔[1]

تقسیم میں برابری

حضرت کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٢٣، رقم: ٢٤٧

اصبہان سے مال آیا۔ آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی۔ آپ نے اس کے سات ٹکڑے کئے اور ہر حصے پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر لشکر کے ساتوں حصوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی، تا کہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے۔[1]

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لئے آئیں۔ ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کُر (تقریباً ۶۳ من) غلہ اور چالیس درہم دیئے جائیں۔ اس آزاد شدہ باندی کو تو جو ملا وہ اسے لے کر چلی گئی، لیکن عربی عورت نے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو جتنا دیا مجھے بھی اتنا ہی دیا، حالاں کہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔[2]

یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے

حضرت عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک سائل امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: "اپنی والدہ

[1] أخرجه البيهقي، في السنن الكبرى، كتاب قسم الفئ والغنيمة، باب التسوية ...... : ٣٤٨/٦

[2] أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب قسم الفئ والغنيمة، باب التسوية ...... : ٣٤٩/٦

کے پاس جاؤ اور ان سے کہو میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے، ان میں سے ایک درہم دے دو۔"

وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا: امی جان کہہ رہی ہیں کہ وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لئے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"لَا يَصْدُقُ إِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدِهٖ"

کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے۔

اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں۔ چناں چہ انہوں نے چھ درہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دیئے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سائل کو دے دیئے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ اونٹ کتنے میں دو گے؟

اس نے کہا: ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اسے یہاں باندھ دو۔ البتہ اس کی قیمت کچھ عرصہ کے بعد دیں گے، وہ آدمی اونٹ وہاں باندھ کر چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یہ اونٹ کس کا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرا۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ اسے بیچیں گے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے کہا: کتنے میں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: دو سو درہم میں، اس نے کہا: میں نے اس قیمت میں یہ اونٹ خرید لیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس آدمی سے اونٹ ادھار خریدا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾[1]

ترجمہ: ”جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے۔[2]“

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے: ایک یہ کہ ایک آدمی یہ امید لگا کر میری طرف خلوص چہرہ کے ساتھ رہتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہوگی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرا دیتے ہیں (اب یہ اس کا مجھ سے اپنی امید لگانا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کردوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔[3]

مسلمان کے اکرام کو قبول کرنا

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: دو آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] سورہ الانعام: آیت ۱۶۰

[2] کنز العمال، الثالث، کتاب الزکاۃ، باب فی السخاء والصدقة، فصل فی فضلها: ۶/ ۲۴۳، رقم: ۱۶۹۷۲

[3] کنز العمال، الثالث، کتاب الزکاۃ، فصل فی انواع الصدقة: ۶/ ۲۵۴، رقم: ۱۷۰۴۵

کے پاس آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے گدا بچھایا، ایک تو گدے پر بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ جو زمین پر بیٹھ گیا اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”قُمْ فَاجْلِسْ عَلَى الْوِسَادَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَأْبَى الْكَرَامَةَ إِلَّا حِمَارٌ“

اٹھو اور تکیے پر بیٹھو، کیوں کہ ایسے اکرام کا انکار تو گدھا ہی کرسکتا ہے۔[1]

بیمار کی عیادت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

”أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ.“[2]

ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.[3]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

”لَا بَأْسَ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ إِلَّا أَنْتَ.“[4]

آپ کے بیانات

خیر کو لو اور شر کو چھوڑو

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

[1] کنز العمال، الخامس، کتاب الصحبة، حق المجلس والجلوس: ۹/ ۹۷، رقم: ۲۵۷۵۱

[2] کنز العمال، الخامس، کتاب الصحبة، حق عيادة المريض: ۹/ ۸۹ رقم ۲۵۶۷۹

[3] مسند احمد: ۱/ ۸۶، رقم: ۵۶۶

[4] کنز العمال، الخامس، کتاب الصحبة، عيادت حق المريض: ۹/ ۹۰، رقم: ۲۵۶۸۹

امیر المؤمنین بننے کے بعد جو سب سے پہلا بیان فرمایا اس میں پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر وشر سب بیان کر دیا، لہٰذا تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑ دو اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو۔ اللہ ان کے بدلے میں تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔

اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابل احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہے، لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے۔

اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعے مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے۔

کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذاء پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے اس کی اور بات ہے۔

قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمالِ صالحہ کر لو، کیوں کہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آ رہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔

ہلکے پھلکے رہو یعنی گناہ نہ کرو اگلوں سے جا ملو گے، کیوں کہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔

جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اسے

چھوڑ دو۔

اس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمین مکہ میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔[1]

آدمی کا کنبہ ایک بہت بڑی نعمت ہے

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا:

آدمی سے اس کے کنبے کو اتنے فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبے سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں، کیوں کہ اگر آدمی کنبے کی مدد سے اپنا ہاتھ روکتا تو صرف ایک ہاتھ رکتا ہے اور کنبے والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رک جاتے ہیں اور کنبے کی طرف سے آدمی کو محبت حفاظت اور نصرت ملتی ہے۔

بعض مرتبہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی خاطر ناراض ہوتا ہے، حالاں کہ وہ اس دوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾[2]

ترجمہ: "کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔"

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہ جو حضرت لوط علیہ السلام نے "رُكْنٍ شَدِيْدٍ" یعنی مضبوط پایہ فرمایا ہے اس سے مراد کنبہ ہے، کیوں کہ حضرت لوط کا کوئی کنبہ نہیں تھا۔

اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، حضرت لوط علیہ السلام کے بعد

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه السنة الخامسة والثلاثون، اتساق الأمر ۷۰۱/۲

[2] سورة هود: آیت ۸۰

اللہ نے جو نبی بھی بھیجا وہ اپنی قوم کے بڑے کنبے میں سے ہوتا تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ ﴾ [1]

ترجمہ: ”اور ہم تم کو اپنے میں کم زور دیکھ رہے ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت شعیب علیہ السلام چوں کہ نابینا تھے، اس لئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسوب کیا:

﴿ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ ﴾ [2]

ترجمہ: ”اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! انہیں اپنے رب کے جلال کا ڈر تو تھا نہیں، البتہ حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان کا ڈر تھا۔ [3]

روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب رمضان شریف آتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے:

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزوں کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو (ثواب کی چیز بنایا لیکن) فرض نہیں کیا اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہیے کہ جب فلاں روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو میں بھی چھوڑ دوں گا۔

[1] سورۃ ہود: آیت ۹۱ [2] سورۃ ہود: آیت ۹۱

[3] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الاذکار، سورۃ ہود: ۲/۱۸۵، رقم: ۴۴۳۳

غور سے سنو! روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے، بل کہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی، لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ...... غلط...... اور بیہودہ باتوں...... کو بھی چھوڑ دے۔

توجہ سے سنو! رمضان کے مہینے کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ، وہیں رہنے دو، اس لئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آجائے تو روزے شروع کردو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت ابر (بادل) ہو تو پھر مہینے کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے۔ [1]

قبر روزانہ تین مرتبہ اعلان کرتی ہے

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ اگر تم (تیاری کرکے) اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے، بل کہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آ پکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو۔

اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے لگی ہوتی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی وحشت سے بچو۔

غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے، میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔

[1] کنز العمّال، الرابع، کتاب الصوم: ۸/۲۶۶، رقم: ۲۴۲۶۷

غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے، وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے۔ جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں، جس کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے، جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی اور رحم کا ظہور نہیں ہوگا۔

اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے بچائے۔[1]

اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، کیوں کہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہوجانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس اور اس میں اترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک آزمائش اور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ دنیا کے عیش وعشرت میں لگنا قابلِ مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دنیا کے لئے نشانہ ہیں، ان پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعے انہیں توڑتی رہتی ہے۔

اللہ کے بندو! تمہارا دنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں ہے جو دنیا سے جاچکے ہیں جن کی عمریں تم سے زیادہ لمبی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی۔

اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصے تک رہے تھے اور ان کی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا، لیکن اب ان کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب ان کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہوچکے ہیں اور ان کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں اور قلعی اور چونے

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت، ذکر الموت: ۲۹۶/۱۵، رقم: ۴۲۷۹۵

والے محلات، مزین تختوں اور بچھے ہوئے گاؤ تکیوں کے بجائے اب انہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی بغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور ان کی قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔

ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے، لیکن ان میں رہنے والے بہت دور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں، لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی قبریں کسی محلے میں ہیں، لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں اور انہیں آبادی سے کوئی انس نہیں ہے، حالاں کہ یہ قبروں والے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں قریب قریب ہیں، لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔

پہلے یہ لوگ زندہ تھے، اب مرچکے ہیں اور عیش ولذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہوچکے ہیں۔

ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کرلیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔

ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالم برزخ ہے، اس دن تک کے لئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہوگے اور بوسیدہ ہوجاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کردیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا۔

تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہوجائیں گے اور قبروں کے مردے زندہ کرکے کھڑے کردیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول

کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال و دبدبے والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کردیا جائے گا، پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دل اڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اوپر سے تمام رکاوٹیں اور پردے ہٹادیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہوجائیں گے۔

ہر انسان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا، برے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ برا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس اعمال نامے میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری بدقسمتی!...... اس اعمال نامے کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اسے وہاں سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے، تاکہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائے، بے شک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اس میت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب اونچی آواز سے رونے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟

غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والوں نے اب قبر میں جا کر جو

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۸۴، رقم: ۴۴۲۱۷

منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مردے کو بھول جائیں۔ موت کے فرشتے نے بار باران لوگوں کے پاس آنا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے اسے سمجھ کر محفوظ کرلیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے اسے وہ ظاہر کردیتی ہیں۔ اور ایسے دل دیئے جو ان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جو ان کی صورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکرِ الٰہی کو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بل کہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بل کہ پوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارا پوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ تیار کیا ہوا ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کردینے والی اور لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کرلو، کیوں کہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے۔

دنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کم زور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا۔ شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے، لیکن جلدی ہی پرانا ہوکر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی

شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکے کا دودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور احادیث نبوی ﷺ سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ و نصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کرو۔ یوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آگئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اٹھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لئے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے برے اعمال کی گواہی دے رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاء اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جا رہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جا رہا ہے۔

اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اولین اور آخرین کی باہمی ملاقات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلی ظاہر ہو رہی ہے اور سورج بے نور ہو رہا ہے۔ جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب اور رُلانے والی سزا اتر رہی ہے۔

جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے، اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔ اس میں آنکڑے اور شور ہے اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔ جہنم سخت غصہ میں ہے اور

دھمکیاں دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی ابل رہا ہے اور اس کی گرم ہوا میں اور تیزی آ رہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دور نہیں کی جائے گی اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں کبھی توڑی نہیں جائیں گی اور ان جہنمیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی اور آگ میں داخل ہونے کی خوش خبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جدا کر دیا گیا ہے اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور جسے برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور وہ دیکھ بھال کر ان سے رک گیا ہو اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو اور آخرت کے لئے اس نے نیک اعمال آگے بھیج دیئے ہوں جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشے سے اس نے مدد حاصل کی ہو۔

بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جنت ثواب کے لئے اور جہنم وبال اور سزا کے لئے کافی ہے اور میں اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بیان فرمایا:

اما بعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ٦/ ١١٩، رقم: ٢٤١

غور سے سنو! تم آج کل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو، لیکن ان کے پیچھے موت آرہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ ناکام ونامراد ہوگیا۔

توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔

غور سے سنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔

غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستہ سے ضرور ہٹا دے گی۔

غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفرِ آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔

اے لوگو غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے۔

غور سے سنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کرلو، انجام کار سے محفوظ رہو گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمان بردار سے جنت کا اور نافرمان سے جہنم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی چھٹکارا نہیں

جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی۔ اس کی گرمی بہت سخت ہے، وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ ہے، اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے: ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا دوسرا امیدیں لمبی رکھنے کا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت کو بھول جاتا ہے۔[1]

ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیے آخرت کی امید رکھتے ہیں

حضرت زیاد اعرابی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: (خوارج کے) فتنے کے بعد اہل نہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی اور آنسو نیچے گرنے لگے، پھر انہوں نے اپنی داڑھی جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جا گرے تو ہم یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو جس پر گرے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کردیں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیے آخرت کی امید رکھتے ہیں اور لمبی امیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں، لیکن دنیا کا کام ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۸۵، رقم: ٤٤٢١٨

قناعت بالکل نہیں ہے۔

جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے ان کا شکر کر نہیں سکتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں، لیکن خود نہیں کرتے۔ اوروں کو برے کاموں سے روکتے ہیں، لیکن خود نہیں رکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں، لیکن ان کی طرح عمل نہیں کرتے، اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں، لیکن خود ظالم ہیں، اور (دنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے ان کا نفس ان سے وہ کام تو کروالیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے وہ کام ان سے نہیں کرواسکتا۔

اگر انہیں مال مل جائے تو فتنے میں پڑجاتے ہیں۔ اگر بیمار ہوجائیں تو غمگین ہوجاتے ہیں۔ اگر فقیر ہوجائیں تو ناامید ہوکر کمزور پڑجاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں۔ عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے، ایسے نظر آتا ہے کہ جیسے دوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے انہیں نہیں اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دوسروں کے لئے ہیں۔

اے موت کا نشانہ بننے والو!

موت کے پاس گروی رکھے جانے والو!

اے بیماریوں کے برتنو!

اے زمانے کے لوٹے ہوئے لوگو!

اے زمانے پر بوجھ بننے والو!

اے زمانے کے پھلو!

اے حادثات کی کلیو!

اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو!

اے فتنے میں ڈوبے ہوئے لوگو!

اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں!

میں حق بات کہہ رہا ہوں آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پاسکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾[1]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ“

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ و نصیحت سن کر قبول کرلیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کرکے عمل کرلیتے ہیں۔[2]

دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں

حضرت یحیٰ بن یعمر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے، ان کے علماء اور فقہا نے انہیں روکا نہیں، اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔

غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اترے جو ان پر اترا تھا۔

یہ سمجھ لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔

آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اترتے ہیں، چناں چہ

---

[1] سورۃ التحریم: آیت ٦

[2] کنز العمال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ١٦/٨٦، رقم: ٤٤٢٢٢

ہر انسان کے اہل وعیال مال و جان کے بارے میں کم ہوجانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ آسمان سے اترتا ہے۔

اب جب تمہارے اہل وعیال مال و جان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال مال و جان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنے میں نہ پڑ جانا۔

مسلمان آدمی اگر خیانت وکمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا وہ عاجزی......انکساری......دعا......اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا۔ (اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا) اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی مرتبہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے۔

ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے امید ہوتی ہے (کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلے میں آخرت میں اسے ثواب ملے گا)۔

جو اللہ کے پاس ہے وہ اس (مسلمان) کے لئے بہتر ہے یا پھر اللہ تعالیٰ اسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مال دار ہوگا۔

کھیتی دو طرح کی ہے: (ایک دنیا کی دوسری آخرت کی) دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے طریقے سے کہہ سکے۔[1]

[1] کنز العمال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۸۶، رقم: ٤٤٢٢٤

جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے

حضرت ابووائل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے کوفہ میں لوگوں میں بیان فرمایا، میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے۔

جس کی عمر بہت زیادہ ہوجاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

جو بلا اور آزمائش کے لئے تیاری نہیں کرتا جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کرسکتا۔

جو کسی چیز پر قابو پالیتا ہے وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا: عن قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا۔

اور یہ بھی فرمایا تھا:

غور سے سنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے اور جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے یہ کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے کہ میں نہیں جانتا۔ تمہاری مسجدیں ویسے تو اس دن آباد ہوں گی، لیکن تمہارے دل اور جسم اجڑے ہوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔

آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام انسانوں میں سب سے برے تمہارے فقہاء ہوں گے، ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا۔

اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا: اے امیر المؤمنین! ایسا کب ہوگا؟

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: جب علم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور

تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اس وقت قیامت قائم ہوگی۔[1]

اچھے اخلاق

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صبح کو نکالنے والا، مردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں انہیں قیامت کے دن اٹھانے والا ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمۂ اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

اور نماز قائم کرنا ہے، کیوں کہ وہ ہی اصل مذہب ہے۔

اور زکوٰۃ دینا ہے، کیوں کہ وہ اللہ کے دینی فرائض میں سے ہے۔

اور رمضان کے روزے رکھنا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے۔

اور بیت اللہ کا حج کرنا ہے، کیوں کہ یہ فقر کے دور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے۔

اور صلہ رحمی کرنا ہے، کیوں کہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے اور گھر والوں کی محبت (دوسروں کے دلوں میں) بڑھتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان للبیہقی: ۳/۳۱۸، ۳۱۹، رقم: ۱۷۶۵

اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے، کیوں کہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے، کیوں کہ یہ بری موت اور ہول ناک جگہوں سے بچاتا ہے۔

اور اللہ کا ذکر خوب کرو، کیوں کہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے ان چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو، کیوں کہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے۔

اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی اقتداء کرو، کیوں کہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے۔

اور ان کی سنتوں پر چلو، کیوں کہ ان کی سنتیں سب سے افضل طریقۂ زندگی ہیں۔

اور اللہ کی کتاب سیکھو، کیوں کہ وہ سب سے افضل کلام ہے۔

اور دین کی سمجھ حاصل کرو، کیوں کہ یہی دلوں کی بہار ہے۔

اور اللہ کے نور سے شفا حاصل کرو، کیوں کہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شفا ہے۔

اس کی تلاوت اچھی طرح کرو، کیوں کہ (اس کے اندر) سب سے عمدہ قصے ہیں۔

جب اسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔

اور جب تمہیں اس کے علم کے حاصل کرنے کی توفیق مل گئی ہے تو اس پر عمل کرو، تا کہ تمہیں ہدایت کامل درجے کی مل جائے، کیوں کہ جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ راہِ حق سے ہٹے ہوئے اس جاہل جیسا ہے جو اپنی جہالت کی

وجہ سے درست نہیں ہوسکا، بل کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ،

جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اس کے خلاف حجت زیادہ بڑی ہوگی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی۔

اور اس کے مقابلے میں جہالت میں حیران و پریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حجت چھوٹی اور اس پر حسرت کم ہوگی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے۔

اور تردد میں نہ پڑو، ورنہ تم شک میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے۔

اور اپنے لئے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو، ورنہ تم غفلت میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم حق سے غفلت برتنے لگ گئے تو پھر خسارہ والے ہو جاؤ گے۔

غور سے سنو! یہ سمجھداری کی بات ہے کہ،

تم بھروسہ کرو، لیکن اتنا بھروسہ نہ کرو کہ دھوکہ کھالو اور تم میں سے اپنے آپ کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔

اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔

جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ امن میں رہے گا اور خوش رہے گا۔

اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، وہ ڈرتا رہے گا اور اسے ندامت اٹھانی پڑے گی۔

پھر تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو۔

دل کی سب سے بہتر دائمی کیفیت یقین ہے۔

فرائض سب سے افضل عمل ہیں اور جو نئے کام اپنے پاس سے گھڑے جاتے

ہیں وہ سب سے برے ہیں۔

ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر نئی بات گھڑنے والا بدعتی ہے، جس نے کوئی نئی بات گھڑی اس نے (دین) ضائع کر دیا۔

جب کوئی بدعتی نئی بدعت نکالتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی سنت ضرور چھوڑتا ہے۔

اصل نقصان والا وہ ہے جس کا دینی نقصان ہوا ہو اور نقصان والا وہ ہے جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دے۔

ریا کاری شرک میں سے ہے اور اخلاص عمل و ایمان کا حصہ ہے۔

کھیل کود کی مجلسیں قرآن بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان شریک ہوتا ہے، اور یہ مجلسیں ہر گمراہی کی دعوت دیتی ہیں۔

اور عورتوں کے ساتھ زیادہ بیٹھنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی کی طرف سب کی نگاہیں اٹھتی ہیں، عورتیں شیطان کے جال ہیں۔

اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ سچے کے ساتھ ہے۔

اور جھوٹ سے اجتناب کرو، کیوں کہ جھوٹ ایمان کا مخالف عمل ہے۔

غور سے سنو! سچ نجات اور عزت کی بلند جگہ پر ہے اور جھوٹ ہلاکت اور بربادی کی بلند جگہ پر ہے۔

غور سے سنو!

۱. حق بات کہو اس سے تم پہچانے جاؤ گے اور حق پر عمل کرو اس سے تم حق والوں میں سے ہو جاؤ گے۔
۲. جس نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اسے اس کی امانت واپس کرو۔
۳. جو رشتہ دار تم سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔
۴. جو تمہیں نہ دے، بل کہ محروم کرے تم اس کے ساتھ احسان کرو۔

۵ جب تم کسی سے معاہدہ کرو تو اسے پورا کرو۔

۶ جب فیصلہ کرو تو عدل وانصاف والا کرو۔

۷ آباؤ اجداد کے کارناموں پر ایک دوسرے پر فخر نہ کرو۔

۸ ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔

۹ آپس میں حد سے زیادہ مذاق نہ کرو۔

۱۰ ایک دوسرے کو غصہ نہ دلاؤ۔

۱۱ کمزور، مظلوم، مقروض مجاہد فی سبیل اللہ، مسافر اور سائل کی مدد کرو۔

۱۲ غلاموں کو آزادی دلوانے میں مدد کرو۔

۱۳ بیوہ اور یتیم پر رحم کرو۔

۱۴ سلام پھیلاؤ اور جو تمہیں سلام کرے تم اسے ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا جواب دو۔

۱۵ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

۱۶ اللہ سے ڈرو کیوں کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۱۷ مہمان کا اکرام کرو۔

۱۸ پڑوسی سے اچھا سلوک کرو۔

۱۹ بیماروں کی عیادت کرو۔

۲۰ جنازے کے ساتھ جاؤ۔

۲۱ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

دنیا منہ پھیر کر جا رہی ہے اور اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لئے گھوڑے تیار کرنے کا دن ہے، کل قیامت کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہوگا اور آگے بڑھ کر

جنت میں جانا ہوگا۔ اگر آگے بڑھ کر جنت میں نہ جا سکا تو پھر اس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

توجہ سے سنو! تمہیں اِن دنوں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آ رہی ہے جو مہلت کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ کے لئے خالص کرے گا، وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوب صورت بنالے گا اور اپنی امید کو پائے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اس کے عمل خسارے والے ہو جائیں گے، اس کی امید پوری نہ ہوگی بل کہ امید کی وجہ سے اس کا نقصان ہوگا۔

۲۲ اللہ کے ثواب کے شوق میں اس کے عذاب سے ڈر کر عمل کرو۔

اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق کا تم پر غلبہ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

اور اگر کبھی اللہ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو، کیوں کہ اللہ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ''اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ اس کی نعمت بڑھائے گا۔''[1]

فائدہ: ان بائیس (۲۲) نصیحتوں کو کتاب بند کر کے گنوائیں، کم از کم سات مرتبہ ان کو پڑھیں، پھر کتاب بند کر کے گنوائیں اور دوسروں کو بھی ان باتوں کی دعوت دیں اور یہ نصیحتیں سنائیں، یہ بائیس (۲۲) نصیحتیں سب اہم ہیں اور سب پر عمل کرنا چاہیے لیکن آخری والی نصیحت پر ابھی سے عمل شروع کریں کہ جو بھی نیک کام کی توفیق ملے تو اس کو ثواب کی نیت سے کریں۔

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ ثم دخلت سنۃ سبع وثلاثین، حدیث ایوب ...... ۷/۲۱۶، ۲۱۷

بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوگا

حضرت یزید بن شریک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس (یعنی حضرت علی کے پاس) اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ اور لکھا ہوا ہے جسے ہم پڑھتے رہتے ہیں تو وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اس صحیفے میں زکوٰۃ اور دیت کے اونٹوں کی عمر اور زخموں کے مختلف احکام کے بارے میں لکھا ہوا ہے اور اس صحیفے میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مدینہ کا حرم عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک ہے، یہ سارا علاقہ قابل احترام ہے، لہٰذا جو اس علاقے میں خود کوئی نئی چیز ایجاد کرے یا نئی چیز ایجاد کرنے والے کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے غلام ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس کے لئے کم درجے کا مسلمان بھی سعی کرے گا (یعنی ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی کسی کافر یا دشمن کے آدمی کو امان دے دے تو اب اسے تمام مسلمانوں کی طرف سے امان مل جائے گی)۔[1]

[1] أخرجه أحمد في مسنده: ۸۱/۱، رقم: ۶۱۶

حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس منبر پر ہاتھ مار کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منبر پر ہم لوگوں میں بیان کیا، پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کچھ دیر اللہ کی ذات و صفات کا تذکرہ کیا، پھر فرمایا:

حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں جن کا اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے

مسند احمد میں حضرت وہب سوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے ہم معنی روایت مذکور ہے، البتہ اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ پھر ہم نے بہت سے نئے کام کئے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ہے:

"ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔"[2]

شیخینؓ کی محبت اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

[1] أخرجه أحمد: ۱۲۷/۱، رقم: ۱۰۵۴

[2] حیاۃ الصحابۃ، خطبات علی بن ابی طالب، اقوالہ فی فضل ابی بکر و عمر: ۲۳۹/۴

عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہے تھے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! ان دونوں حضرات سے وہی محبت کرے گا جو مؤمن اور صاحب فضل و کمال ہوگا اور ان سے بغض صرف بدبخت اور بے دین ہی رکھے گا۔ حضرات شیخین (ابو بکر وعمر) کی محبت اللہ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان حضرات سے بغض ونفرت بے دینی ہے۔ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ حضور ﷺ کے دو بھائیوں ...... دو وزیروں ...... دو خاص ساتھیوں ...... قریش کے دو سرداروں ...... اور مسلمانوں کے دو روحانی باپوں ...... کا نامناسب کلمات سے ذکر کرتے ہیں، جو بھی ان حضرات کا ذکر برائی سے کرے گا میں اس سے بری ہوں اور میں اسے اس وجہ سے سزا دوں گا۔[1]

کم زوروں کو خرید وفرخت پر مجبور مت کرو

بنو تمیم کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مال دار اپنے مال کو روک کر رکھے گا، بالکل خرچ نہیں کرے گا، حالاں کہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بل کہ اسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[1] المنتخب: ٤/٤٤٣، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیانات: ۳/۷۳۹

﴿وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾[1]

ترجمہ: ''اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔''

برے لوگ زور پر ہوں گے اور غالب آجائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دب جائیں گے اور مجبور لوگوں سے خرید وفروخت کی جائے گی (یا تو انہیں خرید وفروخت پر کسی طرح مجبور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہو کر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالاں کہ حضور ﷺ نے مجبور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید وفروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔[2]

قربانی کا گوشت تین دن کے بعد بھی کھانا جائز ہے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو عبید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز میں شریک ہوا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! حضور ﷺ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا تم لوگ تین دن (تو گوشت کھاؤ اس) کے بعد نہ کھاؤ (حضور ﷺ نے پہلے تو منع فرمایا تھا، لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی)۔[3]

حضور ﷺ کا فرمان، میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو

حضرت ربعی بن حراش رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۷
[2] أخرجه أحمد: ١/١١٦، رقم: ٩٣٩
[3] أخرجه أحمد: ١/١٤١، رقم: ١١٩٦

کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا:

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو، کیوں کہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔“[1]

نیکی عذاب کو دور کر دیتی ہے

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے منبر پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اگر میں خود حضور ﷺ سے نہ پوچھتا تو آپ ﷺ مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں بتاتے۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے، پھر یہ لوگ اس نافرمانی کو چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کرلیں جو مجھے پسند ہے تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں پسند ہے اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کرلیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔[2]

فائدہ: یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب انسان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارتا ہے، کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں

[1] أخرجه أحمد: ١/١٥٠، رقم: ١٢٩٤

[2] كنز العمال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٧، رقم: ٤٤١٥٩

ہوتا، اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غیظ وغضب نازل ہوتا ہے اور پھر اس کی بنی ہوئی دنیا خراب ہوجاتی ہے، بہت ساری پریشانیاں اس کو گھیر لیتی ہیں، کاروباری پریشانی، گھریلو پریشانی، کبھی بیوی سے لڑ رہا ہوتا ہے تو کبھی والدین اور بھائی بہنوں سے۔

پھر اس صورت میں وہ عاملوں کے پیچھے بھاگتا ہے کہ میرے اوپر کسی نے سحر جادو کروایا ہے یا مولویوں کے پاس جاتا ہے کہ جی میرا کاروبار بند ہے، گھر میں اختلافات ہیں، بیماریاں ہیں یا کہتا ہے میرے اوپر کسی نے تعویذ کروایا ہے آپ معلوم کریں یا مجھے کوئی وظیفہ دیں جب کہ ان ساری پریشانیوں کا سبب اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کا مرتکب ہونا ہے، اس لئے گناہوں سے بچتے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے سے بچنے کے لئے یہ دعا مانگتے رہیں:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ“[1]

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تیری (صفات جلالیہ سے جمالی صفات کی) پناہ لیتا ہوں رضامندی کی تیرے غصے سے اور تیری معافی کی تیرے عذاب سے۔“

اس دعا کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ تہجد کی نماز میں آپ ﷺ اس کو مانگتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ اس دعا کو اپنا معمول بنائیں۔

[1] مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: رقم ٤٨٦

آپ کی نصیحتیں

آدمی کا دنیا میں اتنا حصہ ہے جتنا اسے ملا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۱ آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے)۔

۲ اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں)۔

۳ اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں)۔

۴ اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے (بھلے کاموں میں اپنی جائز ضروریات میں ثواب کی نیت سے خرچ کرکے) آگے چلا دیا، یا تقسیم کرکے برابر کردیا، یا پہن کر پرانا کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ نے سچ فرمایا۔[۱]

کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اے امیر المؤمنین! اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور

۱ کنز العمال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۸۷، رقم: ۴۴۲۲۵

صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں۔

اور کھانا کھائیں، لیکن پیٹ نہ بھریں۔

اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جاملیں گے۔[۱]

خیر یہ ہے کہ آدمی کا علم زیادہ ہوجائے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ"

"خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہوجائے۔"

"وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَكْثُرَ عِلْمُكَ وَيَعْظُمَ حِلْمُكَ وَتُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ."

"بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللّٰهَ وَإِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ."

"اگر تم سے نیکی کا کام ہوجائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہوجائے تو اللہ سے استغفار کرو۔"

دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے:

ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہوگیا اور پھر اس نے توبہ کرکے اس کی تلافی کرلی۔

دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہوسکتا، کیوں کہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہوسکتا ہے

۱ شعب الایمان للبیہقی: ۷/۴۶۵، رقم: ۵۲۸۹

(کیوں کہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں)۔[1]

چار قسم کے لوگوں کی دوستی سے بچو

حضرت عقبہ بن ابوالصہباء رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خنجر مارا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟

عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں جب کہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو۔ ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟

فرمایا:

۱ "أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ."

سب سے بڑی مال داری عقل مندی ہے۔ یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے۔

۲ "وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ."

اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔

۳ "وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ"

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر جماعة ادركهم المصنف: ۱۰/۴۲۰، رقم: ۱۵۷۱۹

سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے۔

۴ "وَأَكْرَمَ الْكَرَمِ حُسْنُ الْخُلُقِ"

اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: اے ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہو گئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔

فرمایا:

۱ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ."

بے وقوف کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا۔

۲ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ."

اور جھوٹے کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن ہے اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کر دے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا)۔

۳ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّه يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَاتَكُوْنُ إِلَيْهِ."

اور کنجوس کی دوستی سے بھی بچنا، کیوں کہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی وہ اس وقت تم سے دور ہو جائے گا۔

۴ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ."

اور بدکردار کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ

دے گا۔[1]

کہنے والے پر نہیں قول پر نظر کرو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہ مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے، بل کہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔[2]

آپ کی وصیت

حضرت مدائنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک امیر کو یہ خط لکھا:

"ٹھہرو اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آگیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کئے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکے میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش! میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا کہ اسے (ایک مرتبہ پھر دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے (تاکہ وہ نیک عمل کر کے آئے) اور یہ جگہ میدان حشر ہے۔"[3]

آپ کی دعائیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۲، رقم: ۴۴۳۸۱

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۳، رقم: ۴۴۳۹۰

[3] منتخب الکنز: ۵/۵۸، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت علی کی اپنے امیروں کو وصیت: ۲/۲۱۹

① "أَعُوذُ بِكَ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ السِّجْنِ وَالْقَيْدِ وَ السَّوْطِ"[1]

ترجمہ: "(اے اللہ)! بلا و مصیبت کی سختی کے اور بد قسمتی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

② "اَللّٰهُمَّ إِنَّ ذُنُوبِي لَا تَضُرُّكَ وَ إِنَّ رَحْمَتَكَ إِيَّايَ لَا تَنْقُصُكَ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے:

③ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الشَّهْرِ وَ فَتْحَهُ وَ نَصْرَهُ وَبَرَكَتَهُ وَرِزْقَهُ وَ نُورَهُ وَ طُهُورَهُ وَ هُدَاهُ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَ شَرِّ مَا فِيهِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهُ"[3]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح، نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے اس کے

[1] کنز العمّال، الاوّل، الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۷، رقم: ۵۰۵۱

[2] کنز العمّال، الاوّل، الاذکار الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۹، رقم: ۵۰۶۱

[3] کنز العمّال، الرابع، کتاب الصوم، فصل فی احکام الصوم، رؤیة الهلال: ۸/۲۷۲، رقم: ۲۴۳۰۵

شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

فَائِدَة: ہر مہینہ زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ جب ایک مہینہ ختم ہو کر دوسرے مہینے کا چاند آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو گویا اعلان ہوتا ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کا ایک مرحلہ پورا ہوا آگے کا مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ پہلا مرحلہ تو جیسا تیسا گزار دیا اس نئے مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکات کو سمیٹنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ہر نیا چاند دیکھتے وقت اہتمام سے یہ دعا مانگنی چاہیے، اور اپنی ڈائری میں ہر مہینے کی آخری تاریخ والے صفحے پر یہ دعا لکھ لینی چاہیے، تاکہ موقع پر یاد آئے اور اس کا اہتمام ہو سکے۔

۴ حضرت عمر بن سعید نخعی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى کہتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے پیچھے ابن مکف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا، پھر انہوں نے ابن مکف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا:

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے۔ اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے اسے وسیع فرما دے اور اس کے گناہ معاف فرما دے۔ ہم تو اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں، لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اور یہ ”أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کی گواہی دیتا تھا۔[1]

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت: ۱۵/۳۱۰، رقم: ۴۲۹۰۷

مذاکرہ

سُؤال ①: بچوں میں سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟

سُؤال ②: حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو کس نے شہید کیا؟

سُؤال ③: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو اچھے اخلاق بتائے ہیں وہ کیا ہیں؟ اپنے دس رشتہ داروں اور دوستوں کو بتایئے۔

سُؤال ④: بیمار کی عیادت کرنا کیسا ہے؟ وہ کون سی دعا ہے جو بیمار کی عیادت کے وقت مانگی جاتی ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا اصلی نام عبد عمرو تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ نے آپ کا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور والد کا نام عوف تھا۔

اللہ تعالیٰ کا خوف ہر وقت آپ کے ذہن پر چھائے رہتا۔ لوگوں کی طرف اپنی حاجت کو لے کر نہیں جاتے۔ اسی چیز نے آپ کو بہت بڑا تاجر بنا دیا۔ ایک مرتبہ آپ کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو اس میں سات سو اونٹ پر صرف گیہوں آٹا اور دوسری چیزیں تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا تو فرمایا:

میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اپنا سارا مال راہِ خدا میں وقف کر دیا۔

۳۱ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

آپ کا مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شور سنا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارتی قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آ رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (اس قافلے میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس پر حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو پہنچی تو انہوں نے کہا: میں پوری کوشش کروں گا کہ میں جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامانِ تجارت اور کجاووں کے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا۔[1]

حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستے میں صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستے میں دیئے۔ ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعے کمایا ہوا تھا۔[2]

حضرت امّ بکر بن سعد رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ رقم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔

انہوں نے پوچھا: یہ مال کس نے بھیجا ہے؟

میں نے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے۔ پھر مال لے جانے والے نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: میرے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۱۴۲، رقم: ۳۱۱

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۱۴۳، رقم: ۳۱۵

کو سلسبیل چشمے سے پلائے۔[1]

آپ کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھائی چارہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے میرے بھائی! میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ تم دیکھ کر (اپنی پسند کا) آدھا مال لے لو اور میری دو بیویاں ہیں تم دیکھ لو ان میں سے جون سی تمہیں پسند آئے میں اسے طلاق دے دوں گا (تم اس سے شادی کر لینا) تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"تمہارے گھر والوں میں اور تمہارے مال میں اللہ برکت عطا فرمائے، مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو"

چناں چہ انہوں نے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار میں جا کر خرید و فروخت شروع کر دی جس میں ان کو نفع ہوا۔ چناں چہ وہ کچھ پنیر اور گھی لے کر آئے۔ کچھ عرصہ وہ یوں ہی تجارت کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک دن آئے تو ان (کے کپڑے) پر زعفران لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے (اس زمانے میں شادی کے موقع پر زعفران لگانے کا دستور تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کو کتنا مہر دیا ہے؟

انہوں نے کہا: ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ کرو

[1] مستدرك حاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب عبدالرحمن بن عوف: ۳۸۱/۳، رقم: ۵۴۲۳

چاہے ایک ہی بکری ہو۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (میری تجارت میں برکت کا یہ حال تھا کہ) اگر میں ایک پتھر بھی اٹھاتا تو مجھے اس سے سونا چاندی حاصل ہونے کی امید ہوتی تھی۔

آپ کا دنیا کی وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا (روزہ کھولنے کے لئے) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو اسے دیکھ کر فرمایا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں شہید کیا گیا اور پھر انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھک دیا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھکے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا، اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو بھی شہید کیا گیا۔ پھر دنیا کی ہم پر بہت وسعت ہوگئی اور ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا بہت زیادہ دی گئی۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا، پھر رونا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکے۔[2]

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہم مجلس تھے اور بڑے اچھے ہم مجلس تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہم ان کے گھر میں داخل ہو گئے، پھر وہ اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، پھر اندر سے ایک پیالہ آیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ پیالہ سامنے رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ ہم لوگوں نے ان سے کہا: اے ابو محمد! (یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیوں رو رہے ہیں؟

[1] اخرجه البخاري، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، رقم: ۱۵۶۷

[2] بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة احد: ۵۷۹/۲

انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ اور اہلِ بیت جو کی روٹی سے (ایک دن بھی) سیر نہیں ہوئے؛ میرے خیال میں یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں زندہ رکھا ہے اور دنیا کی وسعت ہمیں عطا فرمائی ہے، ہماری یہ حالت حضور ﷺ کی حالت سے بہتر ہو اور ہمارے لئے اس میں خیر زیادہ ہو۔[1]

حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اے اماں جان! مجھے ڈر ہے کہ میرا مال مجھے ہلاک کردے گا، کیوں کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ میں نے کہا: اے میرے بیٹے! تم (اپنا مال دوسروں پر) خوب خرچ کرو، کیوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض ساتھی ایسے ہیں جو جدا ہونے کے بعد مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے چلے گئے اور ان کی حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو میری والی حدیث سنائی۔ حدیث سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میرے پاس آئے اور فرمایا: میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں ان میں سے ہوں۔ میں نے کہا: نہیں آپ ان میں سے نہیں ہیں اور آپ کے اس سوال کا تو میں نے جواب دے دیا، لیکن آئندہ آپ کے بعد کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ وہ ان میں سے نہیں ہے۔

آپ کی دعا

حضرت ابوہیاج اسدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں بیت اللہ کا طواف کررہا تھا کہ اتنے میں میں نے ایک آدمی دیکھا جو صرف یہ دعا مانگ رہا تھا:

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية ذكر الصحابة من المهاجرين: ١٤٣/١، رقم: ٣١٧

"اَللّٰهُمَّ قِنِي شُحَّ نَفْسِي"

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! مجھے میرے نفس کے بخل سے بچادے۔"

وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگ رہا تھا، میں نے اس سے صرف یہی دعا کرنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا!

جب مجھے میرے نفس کے شر سے بچادیا جائے گا تو میں نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا اور نہ کوئی اور برا کام کروں گا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔"[1]

فَائِدَہ: سخی طبع ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا کرم ہے، یہ خود رب العزت کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو سخی ہوتے ہیں۔ ہمیں اللہ کا محبوب بننے کے لئے یہ صفت اپنانی چاہیے، اس کا اہتمام اس طرح کریں کہ مدرسہ اسکول آتے جاتے راستے میں فقیر ملے تو آٹھ آنا ایک روپیہ اپنے جیب خرچ میں سے فقیروں کو بھی دے دیں۔ ہم تو نئے کپڑے سلواتے ہیں جو کپڑے ہمارے پرانے ہوگئے ہیں وہ غریبوں کو دے دیں۔ ہمیں کوئی چیز پسند آتی ہے اسے ہم خرید لیتے ہیں، کبھی کبھار اپنے چھوٹے بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کے لئے بھی خریدیں، ان کو تحفہ میں دیں، اس طرح محبت بڑھے گی، آپس کی رنجشیں ختم ہوجائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بنیں گے۔ گھر میں دو چھوٹے سے ڈِبے رکھیں، ایک ڈبے پر لکھیں "نفلی صدقہ" دوسرے پر لکھیں "للہ" پھر اس میں جتنا اللہ تعالیٰ آپ کو دے اس میں سے کچھ کچھ ان ڈبوں میں ڈالتے رہیں، جب جمع ہوجائیں تو والد صاحب، چچا یا کسی دوسرے بڑے سے مشورہ کرکے اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا مانگ کر اچھی جگہ خرچ کردیں۔

[1] تفسير ابن كثير: ٣٣٩/٤، الحشر: ٩

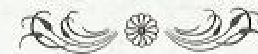
مذاکرہ

سُؤال ①: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا اصلی نام کیا تھا، کس نے آپ کا نام تبدیل کیا تھا؟

سُؤال ②: کس چیز نے آپ کو اپنا سارا تجارتی مال وقف کرنے پر اُبھارا؟

سُؤال ③: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا دنیا کی وسعت سے ڈر کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

سُؤال ④: آپ کا انتقال کتنے برس کی عمر میں ہوا اور آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی آپ کی دعا کیا تھی؟



حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

تعارُف

آپ کا نام عبداللہ، کنیت ابوعبدالرحمٰن اور والد کا نام مسعود تھا۔

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آپ کے لئے علم کی خصوصی دعا فرمائی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی ایسی دولت عطا فرمائی کہ دنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے گئے۔

حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کے حکم سے کوفہ میں دس سال تک قاضی (جج) رہے۔ ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمان غنی رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

چھ سو درختوں والا باغ اللہ کو بطور قرض دے دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ [1]

تَرجَمَۃ: "کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا۔"

تو حضرت ابودحداح رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتے ہیں؟

[1] سورۃ البقرہ: آیت ۲۴۵

حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت ابو دحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ اپنا ہاتھ ذرا مجھے عنایت فرمائیں۔

آپ نے دستِ مبارک ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے (حضور ﷺ کا دستِ مبارک) پکڑ کر عرض کیا: میرا ایک باغ ہے جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں، میں نے اپنا وہ باغ اپنے رب کو بطورِ قرض دے دیا۔

پھر وہاں سے چل کر اپنے باغ میں پہنچے، ان کی بیوی حضرت اُمّ دحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بچے اس باغ میں تھے۔ انہوں نے آواز دی: اے اُمّ دحداح! ان کی بیوی نے کہا: لبیک۔ انہوں نے کہا: باغ سے باہر آجاؤ، کیوں کہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔[1]

کم زور اور فقیر مسلمانوں کا اکرام کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قریش کے چند سردار حضور ﷺ کے پاس سے گزرے۔ اس وقت حضور ﷺ کے پاس حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان جیسے کچھ اور کم زور و شکستہ حال مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔

ان سرداروں نے کہا: یارسول اللہ! (ازراہِ مذاق حضور ﷺ کو یارسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا) کیا آپ (ﷺ) کو اپنی قوم میں سے یہی لوگ پسند آئے؟ کیا ہمیں ان لوگوں کے تابع بن کر چلنا پڑے گا؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ ان لوگوں کو آپ اپنے پاس سے دور کردیں تو پھر شاید ہم آپ کا اتباع کرلیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ﴾ سے لے کر ﴿فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

[1] مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب الصدقة بأفضل مایجد: ۲۱۹/۳، رقم: ٤٦٣٢

تک۔[1]

ترجمہ: ”اور اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کیے جائیں گے کہ اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا، اس امید پر کہ شاید وہ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں، ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔“[2]

فائدہ: آیاتِ مذکورہ سے چند احکام و ہدایات مستفاد ہوئیں:

اوّل یہ کہ آیت مذکورہ میں ان غریب لوگوں کی صفت یہ بتلائی کہ وہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس میں صبح و شام سے مراد محاورے کے مطابق روز و شب کے تمام اوقات ہیں اور پکارنے سے مراد عبادت کرنا ہے اور روز و شب کی اس عبادت کے ساتھ یہ قید بھی لگا دی کہ ”يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ“ جس سے بتلا دیا کہ عبادت میں جب تک اخلاص نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسرے یہ کہ کسی کے پھٹے کپڑے یا ظاہری خستہ حالی دیکھ کر اس کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا کسی کو حق نہیں، بسا اوقات ایسے لباس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے نزدیک نہایت معزز و مقبول ہیں، ایک حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ”بہت سے شکستہ حال اور غبار آلود لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے مقبول ہیں، اگر کسی کام کے لئے قسم کھا بیٹھیں کہ ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور

[1] سورۃ الانعام: آیت ۵۱، ۵۲

[2] مسند احمد: ۴۲۰/۱، رقم: ۳۹۷۵

پورا فرماتے ہیں۔'' [1]

تیسرے یہ کہ شرافت و رذالت کا معیار محض دنیا کی دولت و ثروت کو سمجھنا انسانیت کی توہین ہے، اس کا اصل مدار اخلاق و اعمالِ صالحہ پر ہے۔ [2]

چھینکنے والے کو جواب دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ سکھاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے ——

"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہنا چاہیے اور جب وہ یہ کہہ لے تو اس کے پاس والوں کو "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا چاہیے پھر جب پاس والے یہ کہہ چکیں تو اسے "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ" کہنا چاہیے۔ [3]

آپ کے بیانات

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پسند ہماری پسند ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مختصر بیان فرمایا۔ بیان سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابوبکر! تم کھڑے ہو کر بیان کرو، چناں چہ انہوں نے حضور ﷺ سے کم بیان کیا۔

جب وہ بیان سے فارغ ہوگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! اب تم اٹھو اور بیان کرو، چناں چہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے

[1] مسند احمد: ۱۴۵/۳، رقم: ۱۲۰۶۷

[2] معارف القرآن: ۳۳۵/۳، ۳۳۶، سورة الانعام: آیت ۵۱، ۵۲

[3] ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء کیف یشمت العاطس، رقم: ۲۷۴۰

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کم بیان کیا۔ جب وہ بیان سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے فلانے! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو۔

اس نے کھڑے ہو کر خوب منہ بھر کر باتیں کیں۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا: خاموش ہو جاؤ اور بیٹھ جاؤ۔

کیوں کہ خوب منہ بھر کر باتیں کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور بعض بیان جادو کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا:

اے ابن ام عبد! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو۔ انہوں نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارے رب ہیں۔

اسلام ہمارا دین ہے۔

قرآن ہمارا امام ہے۔

بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔

ہاتھ سے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ ہمارے نبی ﷺ ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ ہمارے لئے پسند کیا، ہم نے بھی اسے اپنے لئے پسند کیا اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے لئے ناپسند کیا، ہم نے بھی اسے اپنے لئے ناپسند کیا۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ابن ام عبد نے ٹھیک کہا، ابن ام عبد نے ٹھیک اور سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے لئے اور میری امت کے لئے پسند کیا وہ مجھے بھی پسند ہے اور جو کچھ ابن ام عبد نے پسند کیا وہ بھی مجھے پسند ہے۔ [1]

[1] مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی عبداللہ بن مسعود: ۳۴۹/۹، رقم: ۱۵۵۶۷

ابن عساکر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ جو کچھ اللہ نے میرے لئے اور میری امت کے لئے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے اور جو کچھ ابن امّ عبد نے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔

ایذاء پہنچانے والے حیوانات کو مار دینا

حضرت ابوالاخوص جشمی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر آیا، انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مرگیا، پھر فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا ہے جس کا خون بہانا حلال ہوگیا ہو۔[1]

آپ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

❶ مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو فارغ نظر آتا ہے، نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔[2]

آج موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے

❷ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہیے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو قطرب کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے۔ یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن میں بھی دنیا کے کاموں میں خوب بھاگ

[1] أخرجه أحمد: ١/٤٢١، رقم: ٣٩٨٦

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٧٨، رقم: ٤٠٢

دوڑ کرے۔ دنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے، لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔[1]

دو ناگوار چیزیں کیا ہی اچھی ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"أَلَا حَبَّذَ الْمَكْرُوْهَانِ! اَلْمَوْتُ وَالْفَقْرُ"

"غور سے سنو! دو ناگوار اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہی اچھی ہیں ایک موت اور دوسری فقیری۔"

"وَأَيْمُ اللّٰهِ! إِنْ هُوَ إِلَّا الْغِنٰى أَوِالْفَقْرُ، وَمَا أُبَالِيْ بِأَيِّهِمَا ابْتُلِيْتُ"

"اور اللہ کی قسم! انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں: مال داری یا فقیری اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی حالت میں مجھے مبتلا کیا جائے۔"

"إِنْ كَانَ الْغِنٰى أَنَّ فِيْهِ لَلْعَطْفَ."

"اگر مال داری کی حالت ہوگی تو میں اپنے مال کے ذریعے لوگوں کے ساتھ غم خواری اور مہربانی کا معاملہ کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا)۔"

"وَ إِنْ كَانَ الْفَقْرُ إِنَّ فِيْهِ لَلصَّبْرَ"

"اور اگر فقیری کی حالت ہوگی تو صبر کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا)"[2]

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٧٨، رقم: ٤٠٤

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨١، رقم: ٤١٦

ایمان کی حقیقت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے۔

اور اس وقت تک ایمان کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک فقیری مال داری سے اور چھوٹا بننا بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی برائی کرنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر نہ ہو جائیں (نہ تعریف سے اثر لے نہ برائی سے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے ساتھ فقیری حرام کمائی کی مال داری سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے چھوٹا بننا اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بڑا بننے سے زیادہ محبوب ہو، اور حق بات میں تعریف کرنے والا اور برائی کرنے والا برابر ہو۔[1]

اسلام کے مطابق زندگی گزارنے سے کوئی مصیبت نہیں آتی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! مَايَضُرُّ عَبْدًا يُصْبِحُ عَلَى الإِسْلَامِ، وَيُمْسِي عَلَيْهِ مَا أَصَابَهُ فِي الدُّنْيَا."

اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! جو بندہ اسلام کی حالت پر صبح اور

[1] صفة الصفوة ۲۱۹/۱، عبدالله بن مسعود

شام کرتا ہے کوئی دنیاوی مصیبت اس کا نقصان نہیں کر سکتی۔[1]

انسان جیسا بوئے گا ویسا اسے ملے گا

❸ حضرت حجیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیان کے لئے بیٹھتے تو فرماتے:

تم سب دن اور رات کی گزرگاہ میں ہو۔ تمہاری عمریں کم ہو رہی ہیں اور سارے اعمال حفاظت سے رکھے جا رہے ہیں۔ موت اچانک آجائے گی۔ جو خیر بوئے گا وہ اپنی پسند کی چیز کاٹے گا۔

اور جو شر بوئے گا وہ ندامت وحسرت کاٹے گا۔ انسان جیسا بوئے گا ویسا اسے ملے گا (اور ہر انسان کو اس کے مقدر کا ضرور مل کر رہے گا لہٰذا)۔

❹ سست آدمی کے مقدر میں جو لکھا ہوا ہے وہ اسے مل کر رہے گا اور کوئی تیز آدمی اس سے آگے بڑھ کر اس کے مقدر کی نہیں لے سکتا اور خوب زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ چیز حاصل نہیں کر سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں ہے۔ جسے کوئی خیر ملتی ہے وہ اللہ کے دینے سے ہی ملتی ہے اور جس کی کسی شر سے حفاظت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے کرنے سے ہوتی ہے۔

❺ متقی لوگ ہی سردار ہوتے ہیں اور فقہاء لوگ اُمت کے قائد ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنے سے دین کی سمجھ بڑھتی ہے۔[2]

دنیاوی زندگی مہمانوں کی سی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تم میں سے ہر ایک مہمان ہے اور اس کے پاس جتنا مال ہے وہ سب اسے عاریت پر ملا ہے اور مہمان نے ہر حال میں آگے جانا ہی ہوتا ہے اور عاریت پر مانگی

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱۸۱/۱، رقم: ۴۱۸
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱۸۲/۱، رقم: ۴۲۵

ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنی ہی پڑتی ہے۔[1]

حق بات کو قبول کرو چاہے دشمن ہی بتائے

❻ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی نے میرے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں آکر عرض کیا: مجھے ایسے کارآمد کلمات سکھادیں جو مختصر ہوں، لیکن ان کے معنی زیادہ ہوں تو آپ نے فرمایا:

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

اور قرآن کے تابع بنو، وہ جدھر چلے تم بھی ادھر کو اس کے ساتھ چلو اور جو بھی تمہارے پاس حق لے کر آئے تم اسے قبول کرو، چاہے وہ لے کر آنے والا دور کا یعنی دشمن ہو اور تمہیں ناپسند ہو اور جو بھی تمہارے پاس باطل اور غلط بات لے کر آئے اسے رد کردو چاہے وہ لے کر آنے والا تمہارا محبوب اور رشتہ دار یا دوست ہو۔[2]

اکثر خواہشیں ایسی ہیں جن سے غم اٹھانے پڑتے ہیں

❼ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے، لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

باطل ہلکا لگتا ہے، لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اٹھانے پڑتے ہیں۔[3]

نیک عمل کا جذبہ پیدا ہوتے ہی کر ڈالو

❽ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٣، رقم: ٤٢٦

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٣، رقم: ٤٢٧

[3] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٣، رقم: ٤٢٨

کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا۔

جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔[1]

کافر کی جسمانی صحت اچھی اور دل بیمار ہوتے ہیں

❾ حضرت منذر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کچھ چودھری صاحبان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی موٹی موٹی گردنیں اور جسمانی صحت دیکھ کر لوگ تعجب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہیں بعض ایسے کافر نظر آئیں گے جن کی جسمانی صحت سب سے زیادہ اچھی ہوگی، لیکن ان کے دل سب سے زیادہ بیمار ہوں گے۔

اور تمہیں بعض ایسے مؤمن ملیں گے جن کے دل سب سے زیادہ تندرست ہوں گے، لیکن ان کے جسم سب سے زیادہ بیمار ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے دل تو بیمار ہوں (ان میں کفر وشرک کی بیماریاں ہوں) لیکن تمہارے جسم خوب صحت مند ہوں تو اللہ کی نگاہ میں تمہارا درجہ گندگی کے کیڑے سے بھی کم ہوگا۔[2]

اصل راحت اللہ کی ملاقات میں ہے

❿ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی ملاقات کے بغیر مؤمن کو چین نہیں آسکتا اور جس کا چین اور راحت اللہ کی ملاقات میں ہے تو سمجھ لو اس کی اللہ سے ملاقات ہوگئی (یعنی اللہ سے ملاقات کا بہترین ذریعہ نماز ہے)۔[3]

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٤، رقم: ٤٣٠

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٤، رقم: ٤٣٢

[3] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٥، رقم: ٤٣٩

ان لوگوں کی اقتداء کرو جو دنیا سے بچتے ہیں

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی آدمی دین میں کسی زندہ انسان کے پیچھے ہرگز نہ چلے، کیوں کہ زندہ آدمی کا کیا اعتبار۔ نہ معلوم کب تک ایمان کی حالت میں رہے اور کب کافر ہوجائے (خود براہِ راست قرآن وحدیث سے تم اپنے لئے دینی رہنمائی حاصل کرو اور کسی کے پیچھے نہ چلو، لیکن اگر ایسا نہ کرسکو) اور تم ضرور ہی کسی دوسرے کی اقتداء کرنا چاہو تو پھر ان لوگوں کی اقتداء کرو جو دنیا سے بچتے ہیں، کیوں کہ زندہ آدمی کے بارے میں کوئی اطمینان نہیں کہ کب کسی فتنہ میں مبتلا ہوجائے۔[1]

تم میں سے کوئی آدمی ہرگز ”امعہ“ نہ بنے

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی آدمی ہرگز امعہ نہ بنے۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن! امعہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا: امعہ وہ ہوتا ہے (جس کی اپنی عقل سمجھ کچھ نہ ہو اور) یوں کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر یہ ہدایت والے راستے پر چلیں گے تو میں بھی ہدایت والے راستے پر چلوں گا۔

اور اگر یہ گمراہی والے راستے پر چلیں گے تو میں بھی گمراہی والے راستے پر چلوں گا۔ غور سے سنو! تم میں سے ہر آدمی اپنے دل کو اس پر ضرور پکا رکھے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ بھی کافر ہوجائیں تو بھی وہ کفر اختیار نہیں کرے گا۔[2]

فائدہ: ہم سارے مسلمان مرد وخواتین اس بات کی نیت کریں کہ اگر ہم سے کوئی

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٦، رقم: ٤٤٢

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٦، رقم: ٤٤٣

احسان کرے تو ہم اس کے احسان کا اچھا بدلہ دیں اور اگر کوئی ہم سے برا معاملہ کرے، ہم پر ظلم کرے تو بھی ہم ان سے اچھا اور بھلائی والا معاملہ کریں اور اخلاقِ پیغمبری سے اس کو متاثر کریں، یہ نہ ہو کہ اگر وہ اچھا سلوک کرے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں اور اگر وہ برا سلوک کرے تو ہم بھی اس سے برا سلوک کریں، چناں چہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ:

”لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ: إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا، وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلٰكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا.“[1]

ترجمہ: ”تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام نہ کرو کہ یوں کہنے لگو اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں اور اگر لوگ ہمارے اوپر ظلم کریں تو ہم بھی ان پر ظلم کریں، بل کہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور لوگ برا سلوک کریں، تب بھی تم ظلم نہ کرو۔“

اللہ کی محبت حاصل کرو

(۱۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں، بل کہ چوتھی بات پر بھی قسم کھالوں تو میں اس قسم میں سچا ہوں گا:

جس آدمی کا اسلام میں حصہ ہے اسے اللہ تعالیٰ اس آدمی جیسا نہیں بنائیں گے جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو۔

اور یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دنیا میں محبت کریں اور

[1] ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الاحسان والعفو، رقم: ٢٠٠٧

قیامت کے دن اسے کسی دوسرے کے سپرد کردیں۔

اور آدمی دنیا میں جن لوگوں سے محبت کرے گا قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ آئے گا۔

اور چوتھی بات جس پر میں قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں گا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس کی پردہ پوشی کریں گے آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی ضرور کریں گے۔[1]

جو دنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو دنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا۔

جو آخرت کو چاہے گا وہ دنیا کا نقصان کرے گا، لہٰذا ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی وجہ سے فانی دنیا کا نقصان کرلو (لیکن آخرت کا نہ کرو)۔[2]

راہنما باتیں

۱۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ"

سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے۔

"وَأَوْثَقَ الْعُرٰى كَلِمَةُ التَّقْوٰى"

اور سب سے مضبوط حلقہ تقویٰ کا کلمہ ہے۔

"وَخَيْرَ الْمِلَلِ مِلَّةُ إِبْرَاهِيْمَ"

اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔

"وَأَحْسَنَ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٦، رقم: ٤٤٤

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٧، رقم: ٤٤٧

اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

"وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدَى الْأَنْبِيَاءِ"

اور سب سے بہترین سیرت انبیاء علیہم السلام والی سیرت ہے۔

"وَأَشْرَفَ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ"

اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے۔

"وَخَيْرَ الْقَصَصِ الْقُرْآنُ"

اور بہترین قصے قرآن میں ہیں۔

"وَخَيْرَ الْأُمُوْرِ عَوَاقِبُهَا"

اور بہترین کام وہ ہیں جن کا انجام بہترین ہو۔

"وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا"

اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں۔

"وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى"

اور جو مال کم ہو لیکن انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ سے اور آخرت سے غافل کردے۔

"وَنَفْسٌ تُنَجِّيْهَا خَيْرٌ مِّنْ إِمَارَةٍ لَا تُحْصِيْهَا"

تم کسی جان کو (برے کاموں سے اور ظلم سے) بچالو، یہ تمہارے لئے اس امارت سے بہتر ہے جس میں تم عدل وانصاف سے کام نہ لے سکو۔

"وَشَرُّ الْعُذَيْلَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ"

اور موت کے وقت کی ملامت سب سے بری ملامت ہے۔

"وَشَرُّ النَّدَامَةِ نَدَامَةُ الْقِيَامَةِ"

اور قیامت کے دن کی شرمندگی سب سے بری شرمندگی ہے۔

"وَشَرُّ الضَّلَالَةِ الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى"

اور ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہوجانا سب سے بڑی گمراہی ہے۔

"وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ"

اور دل کا غنا سب سے بہترین غنا ہے (پیسہ پاس نہ ہو لیکن دل غنی ہو)۔

"وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى"

اور سب سے بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

"وَخَيْرُ مَا أُلْقِيَ فِي الْقَلْبِ الْيَقِيْنُ"

اور اللہ تعالیٰ دل میں جتنی باتیں ڈالتے ہیں ان میں سب سے بہترین بات یقین ہے۔

"وَالرَّيْبُ مِنَ الْكُفْرِ"

اور شک کرنا کفر میں شامل ہے۔

"وَشَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ"

اور دل کا اندھا پن سب سے برا اندھا پن ہے۔

"وَالْخَمْرُ جُمَّاعُ كُلِّ إِثْمٍ"

اور شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔

"وَالنِّسَاءُ حِبَالَةُ الشَّيْطَانِ"

اور عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

"وَالشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ"

اور جوانی پاگل پن کی ایک قسم ہے۔

"وَالنَّوْحُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ"

اور میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَأْتِي الْجُمْعَةَ إِلَّا دُبُرًا وَّلَا يَذْكُرُ اللّٰهَ إِلَّا هَجْرًا"

اور بعض لوگ جمعہ میں سب سے آخر میں آتے ہیں اور صرف زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔

"وَأَعْظَمُ الْخَطَايَا الْكَذِبُ"

سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنا ہے۔

"وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ وَحُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ"

اور مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے، اور اس کے مال کا احترام کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح اس کے خون کا احترام کرنا۔

"وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ"

جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا۔

"وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ"

جو غصہ پی جائے اللہ اسے اجر دے گا۔

"وَمَنْ يَّغْفِرْ يَغْفِرِ اللّٰهُ لَهُ"

جو اوروں سے درگزر کرے گا اللہ اس سے درگزر کرے گا۔

"وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعْقِبْهُ اللّٰهُ"

جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے بہت عمدہ بدلہ دیں گے۔

"وَشَرُّ الْمَكَاسِبِ كَسْبُ الرِّبَا"

سب سے بری کمائی سود کی ہے۔

"وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَالُ الْيَتِيْمِ"

سب سے برا کھانا یتیم کا مال ہے۔

"وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ"

اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدقسمت وہ ہے

جو ماں کے پیٹ میں ازل سے بدبخت ہو گیا ہو۔

"وَ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ مَا قَنِعَتْ بِهِ نَفْسُهُ"

تم میں سے ہر ایک کو اتنا کافی ہے جس سے اس کے دل میں قناعت پیدا ہو جائے۔

"وَ إِنَّمَا يَصِيرُ إِلٰى أَرْبَعَةِ أَذْرُعٍ وَالْأَمْرُ إِلٰى آخِرَةٍ"

تم میں سے ہر ایک کو بالآخر چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جانا ہے اور اصل معاملہ آخرت کا ہے۔

"وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهُ"

عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے۔

"وَشَرُّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكَذِبِ"

سب سے بری روایتیں جھوٹی روایتیں ہیں۔

"وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ"

اور سب سے اعلیٰ موت شہادت والی موت ہے۔

"وَمَنْ يَعْرِفِ الْبَلَاءَ يَصْبِرْ عَلَيْهِ"

جو اللہ کی آزمائش کو پہچانتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے۔

"وَمَنْ لَا يَعْرِفْهُ يُنْكِرْ"

اور جو نہیں پہچانتا وہ اس کا انکار کرتا ہے۔

"وَمَنْ يَسْتَكْبِرْ يَضَعْهُ"

جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا کرتے ہیں۔

"وَمَنْ يَتَوَلَّ الدُّنْيَا تَعْجِزْ عَنْهُ"

جو دنیا سے دوستی کرتا ہے دنیا اس کے قابو میں نہیں آتی۔

"وَمَنْ يُطِعِ الشَّيْطَانَ يَعْصِ اللّٰهَ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ"

جو شیطان کی بات مانے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دیں گے۔[1]

آپ کی دعائیں

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میرے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ مانگو جو مانگو گے تمہیں دیا جائے گا۔ اس رات آپ نے کیا دعا مانگی تھی؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ دعا مانگی تھی:

❶ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ إِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَعْلٰى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ"۔[2]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو باقی رہے اور زائل نہ ہو اور ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ رہنے کی جنت کے اعلیٰ درجے میں تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔"

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میرے والد صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک رات میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے پاس سے گزرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگو جو مانگو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے بعد میں جا کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٨٨، رقم: ٤٤٩

[2] مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الدعاء، ماجاء عن عبدالله بن مسعود: ٨٥/٧، رقم: ٩

پوچھا کہ کیا دعا مانگی تھی؟ انہوں نے کہا: میری ایک دعا ہے جو میں کبھی نہیں چھوڑتا اور وہ یہ ہے:

❷ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ إِيْمَانًا لَا يَبِيْدُ"

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں تجھ سے ہلاک نہ ہونے والا ایمان مانگتا ہوں۔"

پھر آگے پیچھے جیسی دعا ذکر کی ہے اور یہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں:

"وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ"[1]

تَرجَمَہ: "اور ختم نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔"

ابونعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے واپس آکر حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: جو دعا تم مانگ رہے تھے وہ ذرا مجھے بھی سناؤ؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: پہلے میں نے اللہ کی حمد وثنا اور عظمت بیان کی پھر میں نے یہ کہا:

❸ "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَعْدُكَ حَقٌّ وَ لِقَاؤُكَ حَقٌّ اَلْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَ رُسُلُكَ حَقٌّ وَ كِتَابُكَ حَقٌّ وَ النَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ"[2]

تَرجَمَہ: "تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، تیرے رسول برحق ہیں، تیری کتاب برحق ہے، سارے نبی برحق ہیں۔ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ برحق ہیں۔"

حضرت شقیق رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ دعائیں کثرت سے کیا کرتے تھے:

❹ "رَبَّنَا أَصْلِحْ بَيْنَنَا ...... وَ اهْدِنَا سَبِيْلَ الْإِسْلَامِ ...... وَ

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٧٥، رقم: ٣٨٩

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١٧٥، رقم: ٣٩٠

نَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ...... وَاصْرِفْ عَنَّا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ...... وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا ...... وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ...... وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا ...... قَائِلِيْنَ بِهَا وَأَتْمِمْهَا عَلَيْنَا"[1]

تَرجَمَہ: "اے ہمارے رب! ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار بنادے ...... اور ہمیں اسلام کا راستہ دکھا ...... اور ہمیں تاریکیوں سے نجات دے کر روشنی میں لا ...... اور ہم کو ظاہری و باطنی بدکاریوں سے دور رکھ اور ہمارے کانوں کو، ہماری آنکھوں کو، ہمارے دلوں کو اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حق میں باعث برکت بنادے، اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، ان کا ثناخواں اور لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرنے والا بنادے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر پورا فرمادے۔"

حضرت ابوالاحوص رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

❺ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِنِعْمَتِكَ السَّابِغَةِ الَّتِي أَنْعَمْتَ بِهَا وَ بَلَائِكَ الَّذِي ابْتَلَيْتَنِي وَبِفَضْلِكَ الَّذِيْ أَفْضَلْتَ عَلَيَّ أَنْ تُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ وَرَحْمَتِكَ"[2]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس نعمت کاملہ کے واسطے سے جو

[1] أخرجه البخاري في الأدب المفرد: ص١٩٠، رقم: ٦٣٠

[2] مجمع الزوائد، كتاب الأدعية، باب أدعية الصحابة: ١٠/٢١٦، رقم: ١٧٤٣٥

تو نے مجھ پر کیں اور اس آزمائش کے واسطے سے جس میں تو نے مجھے
مبتلا کیا اور تیرے اس فضل کے واسطے سے جو تو نے مجھ پر کیا یہ سوال کرتا
ہوں کہ تو مجھے جنت میں داخل کردے۔“

حضرت ابوقلابہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

❻ ”اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي فِي أَهْلِ الشِّقَاءِ فَامْحُنِي وَاثْبُتْنِي فِي أَهْلِ السَّعَادَةِ.“[1]

ترجمہ: ”اے اللہ! اگر تو نے میرا نام بدبختی والوں میں لکھا ہوا ہے تو وہاں سے میرا نام مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ۔“

حضرت عبداللہ بن عکیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

❼ ”اَللّٰهُمَّ زِدْنِي إِيْمَانًا وَيَقِيْنًا وَفَهْمًا وَعِلْمًا.“[2]

ترجمہ: ”اے اللہ! میرے ایمان ویقین سمجھ اور علم کو بڑھا دے۔“

فائدہ: علم و ایمان کے لئے بندہ صرف کوشش کرتا ہے، حاصل تب ہی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا کرم ہو۔ اس کے بعد یقین و سمجھ اس میں مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے ایمان کی مضبوطی اور علم میں اضافے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اور اسکول آتے جاتے اس دعا کو اہتمام سے مانگنا چاہیے۔

حضرت ابووائل رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں ایک دن نماز فجر سے فارغ ہو کر حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی انھوں نے فرمایا: اندر آجاؤ۔ ہم نے اپنے دل میں کہا: ہم کچھ دیر

[1] ایضًا، رقم: ١٧٤٣٦
[2] مجمع الزوائد، کتاب الادعیة، باب ادعیة الصحابة: ٢١٦/١٠، رقم: ١٧٤٣٧

انتظار کر لیتے ہیں، شاید گھر والوں میں سے کسی کو ان سے کوئی کام ہو۔ (تو وہ اپنا کام پورا کرلیں) اتنے میں حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تسبیح پڑھتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور فرمایا: شاید تم لوگوں نے یہ گمان کیا ہوگا کہ عبداللہ کے (یعنی میرے) گھر والے اس وقت غفلت میں ہوں گے، پھر فرمایا:

اے باندی! دیکھو کیا سورج نکل آیا ہے؟
اس نے کہا: نہیں۔
پھر جب اس کو تیسری مرتبہ کہا: دیکھو کیا سورج نکل آیا ہے؟
اس نے کہا: جی ہاں۔ اس پر انہوں نے فرمایا:

❽ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَنَا هٰذَا الْيَوْمَ وَأَقَالَنَا فِيْهِ عَثَرَاتِنَا وَلَمْ يُعَذِّبْنَا بِالنَّارِ.“[1]

ترجمہ: ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہ دن عطا فرمایا اور اس نے اس دن میں ہماری تمام لغزشیں معاف فرمادیں (تبھی تو ہمیں لغزشوں کے باوجود زندہ رکھا ہوا ہے) راوی کہتے ہیں: میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نے ہمیں (لغزشوں کی وجہ سے) آگ سے عذاب نہیں دیا۔“

حضرت سلیم بن حنظلہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بازار کے دروازے کے پاس آئے اور یہ دعا پڑھی:

❾ ”اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ أَهْلِهَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا.“[2]

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا اصبح واذا امسی: ١١٨/١٠، رقم: ١٧٠١٤
[2] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا دخل السوق واذا رجع منه: ١٣٤/١٠، رقم: ١٧٠٨٢

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور بازار والوں کی خیر مانگتا ہوں اور اس بازار کے شر اور بازار والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

⑩ ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَ رَبَّ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّتْ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا أَذْرَتْ أَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَمَا فِيْهَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّمَا فِيْهَا.''[1]

ترجمہ: ''اے ساتوں آسمانوں کے رب! اور جن چیزوں پر انہوں نے سایہ ڈال رکھا ہے اور اے ساتوں زمینوں کے رب! اور جن چیزوں کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے اور شیطانوں کے رب اور جو گمراہیاں انہوں نے پھیلائی ہیں اور جو کہ ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے۔ میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس سب کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

فائدہ: کسی نئی جگہ جانے سے انسان کے دل میں بہت سے اندیشے جنم لیتے ہیں، پتا نہیں یہ شہر مامون ہے، یہاں کے لوگ کیسے ہیں وغیرہ وغیرہ، اس دعا میں یہ سکھایا گیا ہے کہ آپ جہاں بھی جائیں بازار جائیں یا کسی نئی جگہ داخل ہوں ہر موقع پر یہ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو پیش آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں سے محفوظ فرمائیں گے۔

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا رأی قریة: ۱۰/۱۴۱، رقم: ۱۷۱۱۶

اس کے ساتھ یہ دعا بھی مانگیں:

''اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ.''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! تو ہمارے دلوں میں باہم محبت پیدا فرما دے اور ہماری آپس کی رنجشوں کی اصلاح فرما دے اور ہم کو سلامتی کے راستے دکھلا اور نور عطا فرما کر تاریکیوں سے نجات دے۔''

مذاکرہ

سوال ①: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے عرصہ تک کس جگہ جج رہے؟

سوال ②: آپ کی زندگی کا کوئی واقعہ بیان کیجیے؟

سوال ③: وہ دو کون ناگوار چیزیں ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت محبوب تھیں؟

سوال ④: ''امعہ'' کیا چیز ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت سے واضح کیجیے؟



[1] ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب التشهد، رقم: ۹۶۹

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارُف

آپ کا نام معاذ، ابوعبدالرحمٰن کنیت اور امام الفقہاء آپ کا لقب تھا۔

آپ اپنی کم سنی کے باوجود بیعتِ عقبہ میں موجود تھے اور حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ آپ کو حضور ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے کی تعلیم دی۔ آپ کی لیاقت پر حضور ﷺ کو بڑا اطمینان تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے یمن کا گورنر بھی آپ کو ہی بنا کر بھیجا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شام چلے گئے۔ وہاں طاعونِ "عمواس" کے نام سے ایک وبا پھیلی، جس میں آپ کے سارے گھر والے شہید ہوگئے اور اسی وباء میں آپ بھی شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۶ سال تھی۔

آپ کا بیماری پر صبر کرنا

حضرت معاذ، حضرت ابوعبیدہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ہی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ طاعون تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے (کہ اس پر شہادت کا درجہ ملتا ہے) اور تمہارے نبی کریم ﷺ کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی روح قبض کرنے کا ذریعہ ہے، اے اللہ! آلِ معاذ کو اس رحمت سے وافر حصہ عطا فرما۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ان کے بیٹے حضرت

عبدالرحمٰن طاعون میں مبتلا ہوگئے، یہ ان کے سب سے پہلے بیٹے تھے اور اسی کے نام سے ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے محبت سب سے زیادہ تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن بہت بے چین ہے تو انہوں نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم کیسے ہو؟

عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا: اے ابا جان! (اور سورۂ بقرہ کی آیت ۱۴۷ تلاوت کی، جس کا مفہوم ہے:) "یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے ہے! آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (سورۂ صافات کی آیت ۱۰۲ تلاوت کر کے جس کا مفہوم ہے:) "اور ان شاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔" آخر اسی رات عبدالرحمٰن کا انتقال ہوگیا اور اگلے دن ان کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دفن کیا پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی طاعون کی بیماری ہوگئی اور نزع کی ایسی سخت کیفیت ان کو ہوتی کہ کسی کو نہ ہوتی ہوگی جب بھی موت کی سختی سے ان کو افاقہ ہوتا تو آنکھ کھول کر فرماتے اے میرے رب! تو میرا جتنا گلا گھوٹنا چاہتا ہے گھونٹ لے تیری عزت کی قسم! تو جانتا ہے کہ میرا دل تجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں (ایک رات) حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور صبح تک آپ ﷺ کھڑے ہی رہے اور پھر آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے

[1] مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب فی الطاعون ......: ۳/۳۴، رقم: ۳۸۶۳

یہ گمان ہونے لگا کہ سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوگئی ہے (نماز اور سجدے سے فارغ ہوکر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار پانچ مرتبہ یہی سوال فرمایا، پھر فرمایا: میرے رب نے جتنی دیر میرے لئے مقدر فرمائی تھی میں نے اتنی دیر نماز پڑھی، پھر میرے رب نے مجھ پر خاص تجلی فرمائی (اور کچھ باتیں فرمائیں) اور اس کے آخر میں مجھ سے پوچھا کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟

میں نے کہا: اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں، پھر میرے رب نے تین یا چار مرتبہ یہی سوال کیا، پھر آخر میں مجھ سے فرمایا: میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟

میں نے کہا: اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ میرے رب نے فرمایا: میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں غمگین نہیں کروں گا۔ اس وجہ سے میں نے اپنے رب کے سامنے سجدہ کیا اور میرا رب تھوڑے عمل پر زیادہ اجر دینے والا ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]

دنیا سے محبت کرنے کا نقصان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستے پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں: ایک جہالت کا نشہ دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو گے، لیکن جب دنیا

[1] مجمع الزوائد، کتاب الصلاة، باب سجود الشکر: ۲/۴۸۰، رقم: ۳۷۱۹

کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی پھر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کر سکو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد نہ کر سکو گے۔ اس زمانے میں قرآن و حدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے۔[1]

آپ کا بیان

کوئی اگر آپ کا اچھا کام کر دے تو اسے شکریہ اور تعریفی کلمات کہیں

حضرت سلمہ بن سبرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ملکِ شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

تم لوگ ایمان والے ہو تم لوگ جنتی ہو۔

اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم لوگوں نے روم اور فارس کے جن لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے اللہ انہیں بھی جنت میں داخل کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی جب تمہارا کوئی کام کر دیتا ہے تو تم شکریہ میں اسے یہ تعریفی اور دعائیہ کلمات کہتے ہو۔

تم نے اچھا کیا، تم پر اللہ رحم فرمائے۔ تم نے اچھا کیا، تم کو اللہ برکت عطا فرمائے (تمہاری ان دعاؤں کی برکت سے اللہ انہیں ایمان دے کر جنت میں داخل کر دے گا) پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيدُهُمْ

[1] مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب النهی عن المنکر ...... ۷/۳۷۸، رقم: ۱۲۱۵۹

مِنْ فَضْلِهٖ ﴾[1]

ترجمہ: ''اور (اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔''[2]

آپ کی نصیحتیں

دنیا کے حصے پر آخرت کے حصے کو ترجیح دو

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے جو انہیں سلام کرنے اور رخصت کرنے آئے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا:

میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم نے ان دونوں کی پابندی کی تو تم ہر شر اور فتنے سے محفوظ رہو گے۔

دنیا کا جو تمہارا حصہ ہے اس کی بھی تمہیں ضرورت ہے، اس کے بغیر بھی گزارہ نہیں، لیکن تمہیں آخرت کے حصے کی اس سے زیادہ ضرورت ہے، اس لئے دنیا کے حصے پر آخرت کے حصے کو ترجیح دو۔

اور آخرت کا ایسا انتظام کرو کہ تم جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ جائے۔[3]

[1] سورة الشورى: آیت ۲٦
[2] تفسیر لا بن کثیر مکمل ایک جلد والی: ۱۱۹۱، الشوری: ۲٦
[3] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۲۹۷/۱، رقم: ۷۹۰

ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے ہاں جانا ہے

حضرت عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا:

اے بنی اود! میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔

اچھی طرح جان لو کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے ہاں جانا ہے، پھر جنت میں جانا ہوگا یا جہنم میں اور وہاں جا کر ہمیشہ رہنا ہوگا، وہاں سے آگے کہیں جانا نہیں ہوگا اور ایسے جسموں میں ہم ہمیشہ رہیں گے جنہیں موت نہیں آئے گی۔[1]

نماز اس طرح پڑھو گویا وہ تمہاری آخری نماز ہے

حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

جب تم نماز پڑھنے لگو تو دنیا سے جانے والے کی طرح نماز پڑھا کرو اور یوں سمجھا کرو کہ اب دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اور میرے بیٹے! یہ بات جان لو کہ مؤمن جب مرتا ہے تو اس کے پاس دو قسم کی نیکیاں ہوتی ہیں:

ایک تو وہ نیکی جو اس نے آگے بھیج دی۔

دوسری وہ جسے وہ دنیا میں چھوڑ کر جا رہا ہے یعنی صدقہ جاریہ۔[2]

کبھی روزہ رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو

حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت معاذ

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۰۰/۱، رقم: ۸۰۱
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۲۹۷/۱، رقم: ۷۸۹

بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے کچھ سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا: تم میری بات مانو گے؟

اس نے کہا: مجھے تو آپ کی بات ماننے کا بہت شوق ہے۔

تب حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کبھی روزہ رکھا کرو، کبھی افطار کیا کرو۔

رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سو جایا کرو۔

کمائی کرو اور گناہ نہ کرو اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت مسلمان ہونے کی حالت میں آئے۔ اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔[1]

تین کام جو کرے گا وہ اپنے آپ کو نفرت کے لئے پیش کرے گا

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بے زاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا، یعنی لوگ اس سے بے زار ہو کر نفرت کریں گے۔ (یا وہ خود سست اور کاہل ہو جائے گا اور لوگ نہ اس کو کوئی کام دیں گے، نہ وہ کسی کام کو اچھی طرح کر سکے گا، نکمہ شخص معلوم ہوگا۔ از مرتب)

"اَلضِّحْكُ مِنْ غَيْرِ عَجَبٍ، وَالنَّوْمُ مِنْ غَيْرِ سَهْرٍ وَالْأَكْلُ مِنْ غَيْرِ جُوْعٍ."

ترجمہ: "بغیر تعجب کی بات کے ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔"[2]

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٩٧، رقم: ٧٨٧

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٠١، رقم: ٨٠٦

فائدہ: بغیر تعجب کی بات کے ہنسنا یا بات بات پر ہنسنا یہ غیر سنجیدگی اور بے مروّتی کی علامت ہے، اس سے باز رہنا چاہیے، اسی طرح نیند نہ آئے تو تکیہ پر سر رکھ کر خواہ مخواہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، بل کہ اٹھ کر وضو کر کے نفل پڑھیں، قرآن مجید کی تلاوت کریں یا کسی دینی کتاب کا مطالعہ کریں۔

اسی طرح بے وقت نہیں سونا چاہیے، پھر رات کو نیند نہیں آئے گی اور صبح اسکول یا مدرسے میں سونے کی صورت میں استاذ کی ڈانٹ سننی پڑے گی۔

اسی طرح بغیر بھوک کے کھانا نہیں کھانا چاہیے جس سے معدے کے اوپر بوجھ پڑتا ہے اور بدہضمی ہوتی ہے اور زیادہ یا خوب سیر ہو کر بھی نہیں کھانا چاہیے، یہ بھی نقصان دہ ہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ارشاد ہے: کہ پیٹ بھر کر کھانے سے احتیاط رکھو، یہ زندگی میں بھاری پن کا سبب ہے اور مرنے کے وقت گندگی ہے۔[1]

مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

تنگ دستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا، اس میں تو تم کامیاب ہو گئے۔

تم نے صبر سے کام لیا اب خوش حالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا۔

اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے۔ جب وہ سونے چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور شام کی باریک اور یمن کی پھول دار چادریں پہن لیں گی تو وہ مال دار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیزیں لگا دیں گی جو

[1] فضائلِ صدقات، کم کھانے کی فضیلت......: ۲/۲۰۱، ۲۰۲

اسے میسر نہیں ہوں گی۔[1]

فَائِدَہ: ہر شخص کو چاہیے کہ وہ شادی سے پہلے یہ دعا مانگتا رہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ صَاحِبَةٍ تُؤْذِيْنِیْ"۔[2]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! میں ہر ایسی ساتھی (بیوی) سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھ کو ستائے اور تکلیف دے۔"

اور جب شادی ہو جائے تو یہ قناعت والی دعا خود بھی مانگتے رہیں اور اپنی بیوی سے بھی کہیں کہ یہ دعا مانگتی رہا کریں:

"اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی كُلِّ غَائِبَةٍ لِّیْ بِخَيْرٍ"۔[3]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! جو تو نے ہم کو دیا ہے اس پر قناعت عطا فرما اور اس میں برکت دے اور جو چیز مجھ سے غائب ہے، اب میری بجائے تو اس کا نگران بن جا۔"

آپ کی دعا

حضرت ثور بن زید رَحِمَہُ اللهُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ قَدْ نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَأَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ اَللّٰهُمَّ طَلَبِيْ لِلْجَنَّةِ بَطِيءٌ -وَهَرَبِيْ مِنَ النَّارِ ضَعِيْفٌ- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ هُدًى تَرُدُّهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

[1] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/ ۳۰۰، رقم: ۸۰٤

[2] مناجات مقبول، چھٹی منزل: ص۱۳۰

[3] مستدرك للحاكم، باب الدعا بين الركنين، رقم: ۱۷۱۰

الْمِيْعَادَ"۔[1]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! آنکھیں سو چکی ہیں اور ستارے غروب ہو گئے ہیں اور تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ساری کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! میرے اندر جنت کی طلب بہت سست ہے اور مجھ میں دوزخ کی آگ سے بھاگنے کا جذبہ بالکل کم زور ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے ایسی ہدایت عطا فرما جو قیامت تک چلتی رہے، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

مُذاکرہ

سوال ①: حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ کا لقب اور کنیت بتائیں۔

سوال ②: حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ نے جو تین نفرت والے کام بتائے ہیں وہ کون سے ہیں؟

سوال ③: آپ کی شہادت کہاں، کیسے اور کس عمر میں ہوئی؟

سوال ④: حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ کا کوئی بیان سنائیں۔

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/ ۲۹۷، رقم: ۷۸۸

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام بلال، ابوعبداللہ کنیت اور آپ کے والد کا نام رباح تھا۔ آپ حبشی نژاد غلام تھے، مگر آپ کا دل صاف اور ایمان کے نور سے منور تھا۔

امیہ بن خلف آپ کا آقا تھا، وہ آپ کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔ تپتی ریت میں لٹاتا، مگر آپ کی زبان سے "أحد أحد" (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی منہ مانگی قیمت دے کر آپ کو آزاد کر دیا۔

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی پہلی مسجد قائم ہوئی تو آپ کو حضور ﷺ نے مسجد نبوی کا مؤذن مقرر فرمایا۔

۲۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ دمشق میں باب الصغیر میں دفن ہوئے۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حقیقی غلام تھے

حضرت قیس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو غلام تھے) خرید کر کے آزاد کر دیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کر دیا ہے تو پھر مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں (اللہ کا خادم بن کر) اللہ کا کام کرتا رہوں (یعنی عبادت کرتا رہوں) اور اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کا خادم بنوں تو آپ مجھے اپنا خادم بنا لیجیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو رو

پڑے اور پھر فرمایا: میں نے آپ کو اللہ کے لئے آزاد کیا، جائیے اور اللہ کا خادم بنئے۔[1]

تحیۃ الوضو کی برکت

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) فرمایا: میں نے جنت میں اپنے سے بھی آگے کسی کے جوتوں کی آہٹ سنی، میں نے کہا: یہ کون ہے؟

فرشتوں نے کہا: یہ بلال ہے۔

میں نے بلال کو اس کی خبر دی اور اس سے کہا: وہ کون سا عمل ہے جو تجھ کو مجھ سے بھی پہلے جنت میں لے گیا؟

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت (تحیۃ الوضو) ضرور پڑھتا ہوں۔[2]

آپ کا دین کی خاطر تکلیفیں برداشت کرنا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرتے اور مشرک انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ "احد احد" کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے تو ورقہ کہتے: واقعی معبود ایک ہی ہے اور اے بلال! وہ معبود اللہ ہے۔ پھر ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیفیں پہنچا رہا ہوتا تھا تو ورقہ کہتے: میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں: اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت خداوندی کی جگہ بناؤں گا۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

[1] حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرین: ۱/۲۰۳، رقم: ۴۹۵
[2] حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرین: ۱/۲۰۲، رقم: ۴۹۴

گزر ہوا، وہ مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ سے فرمایا: ارے! کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہوگے)

امیہ نے کہا: تم ہی نے تو ان کو بگاڑا ہے، اب تم ہی ان کو تکلیفوں سے چھڑاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اچھا میں انہیں چھڑانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاس ایک کالا غلام ہے جوان سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے، وہ غلام تمہیں بلال کے بدلے میں دیتا ہوں۔

امیہ نے کہا: مجھے قبول ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ میں نے تمہیں دے دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وہ غلام دے کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ چھ اور غلاموں کو آزاد کیا۔[1]

ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کہ پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا، پھر وہ کہتا: ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے، چناں چہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا، پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتا: تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہوگے، یہاں تک کہ یا تو تم مرجاؤ یا محمد (علیہ السلام) کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دو، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام تکلیفوں کے باوجود "اَحد اَحد" کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چند یہ اشعار کہے ہیں جن میں انہوں

[1] اخرجه ابونعیم فی الحلية، ذکر الصحابة من المهاجرين: ۱/۱۹۸، رقم: ۴۸۶

نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اٹھانے کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق تھا یعنی دوزخ سے آزاد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ لقب دیا تھا یا ان کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا یہ نام رکھا تھا)۔

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا عَنْ بِلَالٍ وَّصَحْبِهٖ عَتِيقًا وَّاَخْزٰى فَاكِهًا وَّاَبَا جَهْلٍ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابوبکر) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابوجہل کو رسوا کرے۔''

عَشِيَّةَ هَمَّا فِيْ بِلَالٍ بِسَوْءَةٍ وَلَمْ يَحْذَرَا مَايَحْذَرُ الْمَرْءُ ذُوالْعَقْلِ

ترجمہ: ''میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقل مند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔''

بِتَوْحِيْدِهٖ رَبَّ الْاَنَامِ وَقَوْلِهٖ شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ عَلٰى مَهَلٍ

ترجمہ: ''وہ دونوں حضرت بلال کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے کیوں کہ حضرت بلال لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل مطمئن ہے۔''

فَاِنْ يَّقْتُلُوْنِيْ يَقْتُلُوْنِيْ فَلَمْ اَكُنْ لِاُشْرِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِيْفَةِ الْقَتْلِ

ترجمہ: ''اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور مار دیں۔ میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتا ہوں۔''

فَيَارَبَّ اِبْرَاهِيْمَ وَالْعَبْدِ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى نَجِّنِيْ ثُمَّ لَا تُبْلِ

لِمَنْ ظَلَّ يَهْوَى الْغَيَّ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ عَلٰى غَيْرِ بِرٍّكَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلٍ

تَرجَمَہ: ”اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کے رب! مجھے نجات عطا فرما اور پھر مجھے آلِ غالب کے ان لوگوں کے ذریعے آزمائش میں نہ ڈال جو گمراہ ہونا چاہتے ہیں اور نہ وہ نیک ہیں اور نہ انصاف کرنے والے۔“[1]

آپ کی دعائیں

بنونجار کی ایک عورت کہتی ہیں کہ مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیا کرتے تھے، سحری کے وقت آکر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے، جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے، پھر یہ دعا پڑھتے:

❶ ”اَللّٰهُمَّ أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيْمُوْا دِيْنَكَ“[2]

تَرجَمَہ: ”اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تا کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔“

پھر وہ اذان دیتے۔ مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعائیہ کلمات (اذان سے پہلے) چھوڑے ہوں۔

فَائِدَہ: اس دعا میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف اپنے لئے نہیں، بل کہ اپنے رشتہ داروں ...... اور اپنی قوم ملک ...... اور دوسرے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں ...... کے لئے اور کافروں کے لئے بھی دعا کریں، چاہے وہ انسان امریکہ روس میں بسنے والے ہوں یا برما، بھارت یا اور دنیا کے کسی حصے میں بسنے والے ہوں۔ ان کے لئے

[1] ذکرہ ابونعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۲۰۰، رقم: ۴۸۶
[2] البدایة والنهایة، وقائع السنة الاولی من الهجرة، فی الاذان ومشروعیة: ۳/۱۸۶

بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین پر استقامت عطا فرمائیں اور ہدایت نصیب فرمائیں اور ان کے ذریعے دنیا بھر میں دین کو زندہ فرمائیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے:

❷ ”اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِيْ وَ أَعْذِرْنِيْ بِعِلَّاتِيْ“[1]

تَرجَمَہ: ”اے اللہ! میری برائیوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے۔“

مُذاکرہ

سُؤال ①: امیہ بن خلف آپ کو تکلیفیں دیتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے تکلیفیں دیتے وقت کیا الفاظ نکلتے تھے؟

سُؤال ②: آپ کو کس نے آزاد کر دیا تھا؟

سُؤال ③: مسلمانوں کی پہلی مسجد کے پہلے مؤذن کون تھے؟

سُؤال ④: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس سن ہجری میں فوت ہوئے؟ اور کہاں دفن ہوئے؟

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا آوی الی فراشه واذا انتبه: ۱۰/۱۲۸، رقم: ۱۷۰۵۸

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام سعد، ابوثابت کنیت اور والد کا نام عبادہ تھا۔

عرب کے دستور کے مطابق آپ نے تیراندازی اور تیراکی سیکھی۔ علم حاصل کرنے کا کوئی خاص ذریعہ نہ تھا، پھر بھی آپ نے اس قدر اہتمام کیا کہ آپ اچھی طرح عربی لکھ پڑھ لیتے تھے۔

آپ بہت نرم مزاج تھے۔ خوب سخاوت کرتے تھے اور فرماتے کہ صدقہ انسان کے غم و پریشانی کو دور کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جب خلافت کا اختلاف سامنے آیا تو آپ ہی کی وجہ سے یہ اختلاف ختم ہوا۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں کتابتِ حدیث کا عام رواج نہ تھا، مگر آپ نے حدیث لکھی اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دی۔ آپ نے ۱۵ھ کو انتقال فرمایا۔

اندر آنے کی اجازت مانگنا

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمیں ملنے کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے، چناں چہ حضور ﷺ نے (اجازت کے لئے باہر سے) فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ! میرے والد نے (حضور ﷺ کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا۔

میں نے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو اجازت دینا نہیں چاہتے؟

انہوں نے کہا: ذرا حضور ﷺ کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو۔

حضور ﷺ نے پھر فرمایا: السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ! اور اس کے بعد حضور ﷺ واپس چل پڑے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ سے جواب دیا ہے، بس آہستہ اس لئے جواب دیا، تا کہ آپ ہمیں بار بار سلام کریں۔

چناں چہ حضور ﷺ ان کے ساتھ واپس آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے لئے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضور ﷺ نے غسل کیا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو زعفران یا ورس (خوش بودار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضور ﷺ نے اوڑھ لیا، پھر حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندانِ سعد پر نازل فرما۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کچھ کھانا تناول فرمایا۔

پھر جب حضور ﷺ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے ایک گدھا پیش کیا جس کو ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے قیس! رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ میں ساتھ چل پڑا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ اس پر میں واپس چلا گیا۔[1]

[1] جمع الفوائد، کتاب الادب، الاستئذان: ۲/۲۷۴، رقم: ۷۷۳۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغز کھلانا

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

اے ابو ثابت! یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کئے تھے تو میرے دل نے چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں۔ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔[1]

کھانے کے بعد دودھ پیش کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے آئے تو) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے لائے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا، پھر دودھ کا ایک پیالہ لائے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

"اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ"

ترجمہ: "تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کریں۔"

(پھر فرمایا:) اے اللہ! سعد بن عبادہ کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔[2]

---

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ١٣/١٧٥، رقم: ٣٧٠٧٨

[2] کنز العمّال، الخامس، کتاب الضیافة، أدب الضیف: ٩/١٢١، رقم: ٢٥٩٨٢

فائدہ: ہمیں چاہیے کہ یہ دعا زبانی یاد کرلیں اور پھر ضیافت کے موقع پر ہم بھی میزبان کے حق میں یہی دعا کریں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمائی۔

اسی طرح دودھ پینے کے بعد ہم یہ دعا مانگا کریں۔

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور اس سے اور زیادہ عطا فرما۔"

لوگوں کو چربی اور گوشت کھانے کے لئے بلانا

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعے پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کررہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاں آجائے۔

پھر میں (ان کے انتقال کے بعد) ایک دن مدینہ کے راستے پر جارہا تھا، اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عالیہ محلے میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے فرمایا:

اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہ کے قلعے پر کیا کوئی آدمی کھانے پر بلانے کے لئے اعلان کررہا ہے۔ میں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب وہ بات نہ رہی)۔[2]

آپ کی دعا

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] مسند احمد: ١/٢٢٥، رقم: ١٩٧٩

[2] أخرجه ابن سعد، فی الطبقات، طبقات البدریین من الانصار، ومن بنی ساعدة: ٢/٤٦٨

یہ دعا کیا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ هَبْ لِيْ حَمْدًا وَّهَبْ لِيْ مَجْدًا لَّا مَجْدَ إِلَّا بِفِعَالٍ وَلَا فِعَالَ إِلَّا بِمَالٍ اَللّٰهُمَّ لَا يُصْلِحُنِي الْقَلِيْلُ وَلَا أَصْلُحُ عَلَيْهِ"[1]

تَرجَمہ: "اے اللہ! مجھے تعریف عطا فرما اور مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی کسی بڑے کام کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بڑا کام مال کے ذریعے ہی ہوا کرتا ہے، اے اللہ! تھوڑا مال میرے حالات درست نہیں کرسکتا اور نہ ہی تھوڑے مال سے میں درست رہ سکتا ہوں (لہٰذا تو اپنی شان کے مطابق اپنے خزانوں میں سے عطا فرما)۔"

فَائِدَہ:

① مال کی مثال پانی جیسی ہے اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے، پانی کشتی کے نیچے ہو تو بہتر ہے۔ کشتی منزل کی طرف رواں دواں رہے گی اور مسافر کو اس کے ساحل تک اتارے گی، لیکن اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو مسافر کو سمندر میں غرق کر دے گا، بالکل مال بھی اسی طرح ہے۔

انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مال کمائے، تا کہ عبادت میں یکسوئی پیدا ہو، لیکن اس مال کے کمانے میں اتنا منہمک نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی محبت دل میں غالب آجائے۔ آسائشوں میں جینے کا دل عادی بن جائے۔ وہی منزل بن جائے اور مقصد ہی سے انسان ہٹ جائے۔ ابھی کچھ بچت کرلیں، تا کہ بڑے ہو کر کام آئے پھر اگر یہ رقم زکوٰۃ کی مقدار تک پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ بھی ادا کریں اگر ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس مال میں برکت دے گا۔

[1] أخرجه ابن سعد، في الطبقات، طبقات البدريين من الأنصار، ومن بني ساعدة: ٢/٤٦٨

② اللہ سے خوب مانگا جائے، بار بار مانگا جائے ہر ضرورت ہر حاجت مانگی جائے، دیکھیں حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زیادہ مال مانگا، اسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا کہ چھوٹی چیز بھی مانگوں؟ فرمایا: ہاں، نمک بھی مانگو۔

مُذاکرہ

سُوال ①: حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صدقے کے بارے میں کیا ارشاد تھا؟

سُوال ②: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد خلافت کا اختلاف کس کے ذریعے سے حل ہوا؟

سُوال ③: حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کون سے جانور کا مغز کھلایا؟

سُوال ④: آپ کا انتقال کس سنِ ہجری میں ہوا؟



حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عویمر، ابودرداء کنیت اور والد کا نام زید تھا۔ آپ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھے۔

ایمان لانے سے پہلے آپ بہت بڑے تاجر تھے۔ ایمان لانے کے بعد تجارت آپ کی دعوت وعبادت میں خلل انداز ہوئی تو تجارت کو خیر باد کہہ دیا اور فرمایا: اگر مجھے روزانہ ۴۰ دینار نفع ہوا سے صدقہ کرتا رہوں اور میری نماز بھی قضا نہ ہو مجھے قیامت کے حساب کے خوف سے ایسی تجارت بھی پسند نہیں۔

آپ کے انتقال ۳۲ھ میں ہوا وہ اس طرح کہ موت کے وقت رونے لگے۔ رونے کی وجہ پوچھی گئی تو بتایا معلوم نہیں گناہوں سے چھٹکارا کیسے ہو؟

پھر اپنے بیٹے بلال کو بلایا اور اس سے کہا! مجھے کلمہ پڑھاؤ! وہ کلمہ کی تلقین کرتے رہے، آپ دوہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کرگئی۔

آپ کا زہد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تاجر تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے تجارت اور عبادت کو جمع کرنا چاہا، لیکن ایسا ٹھیک طور سے نہ ہوسکا، اس لئے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کی طرف متوجہ ہوگیا۔[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس بات سے خوشی نہیں

[1] ابو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۲۶۹، رقم: ۶۷۵

ہوسکتی کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر خرید وفروخت کروں اور روزانہ مجھے تین سو درہم اس سے نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیچنے کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے، بل کہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوجاؤں جنہیں تجارت اور بیچنا اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتا۔[1]

دل نرم کرنے کی تدبیر

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہوجائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہوجائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلایا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہوجائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہوجائے گی۔[2]

فائدہ: یتیموں کی مدد بہت فضیلت کا عمل ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾[3]

ترجمہ: ''لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان کے حالات درست کرنا بڑی بھلائی ہے۔''

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں تھوڑا سا

[1] اخرجه ابونعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۲۶۹، رقم: ۶۷۶
[2] مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الأیتام: ۸/۲۰۶، رقم: ۱۳۵۰۹
[3] سورة البقرة: آیت ۲۲۰

فاصلہ رکھ کر ارشاد فرمایا۔"[1]

اس حدیث میں کسی یتیم کی سرپرستی کی اتنی عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کی عظمت کا تصور بھی مشکل ہے۔ یعنی ایسا شخص جنت میں آں حضرت ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ سے نہایت قریب ہوگا۔ اس انتہائی قرب کو ظاہر کرنے کے لئے آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ یہ اس قسم کا قرب ہوگا جیسا کہ شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ایک دوسرے سے قریب ہوتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے یتیموں پر شفقت کریں، ان کا خرچ اٹھائیں اور ان کو کھانا کھلائیں، اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اجر وثواب بھی عطا فرمائیں اور ہمارے دلوں کی سختی کو بھی دور فرمائیں۔

آپ کا بیان

میرا رب کہے گا، تونے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

حضرت حوشب فزاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو منبر پر بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

میں اس دن سے بہت ڈرتا ہوں جس دن میرا رب مجھے پکار کر کہے گا: اے عویمر! میں کہوں گا لبیک، پھر میرا رب کہے گا: تونے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

اللہ کی کتاب کی وہ آیت بھی آئے گی، جو کسی برے عمل سے روکنے والی ہے اور وہ آیت بھی آئے گی، جو کسی نیک عمل کا حکم دینے والی ہے اور ہر آیت مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔

اب اگر میں نے اس نیک عمل کو نہیں کیا ہوگا تو وہ حکم دینے والی آیت میرے

[1] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی من ضم یتیما، رقم: ۵۱۵۰

خلاف گواہی دے گی اور اگر میں نے اس برے کام کو نہیں چھوڑا ہوگا تو وہ روکنے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی۔ اب بتاؤ میں کیسے چھوٹ سکتا ہوں۔[1]

آپ کی نصیحتیں

حق بات کو پہنچانے والا عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک کہ تم اپنے بھلے لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور تم میں حق بات کی جائے اور تم اسے پہنچاتے رہو گے، کیوں کہ حق بات کو پہنچانے والا حق پر عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے۔[2]

لوگوں میں عیب تلاش کرنے والے کا غم لمبا ہوگا

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

۱ "لَا تُكَلِّفُوا النَّاسَ مَالَمْ يُكَلَّفُوْا"

تَرْجَمَہ: "تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں۔"

۲ "وَلَا تُحَاسِبُوا النَّاسَ دُوْنَ رَبِّهِمْ"

تَرْجَمَہ: "لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔"

[1] کنزالعمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۲۳۷، رقم: ۳۷۴۳۵

[2] شعب الایمان للبیہقی: ۱۱/۳۵۲، رقم: ۸۶۴۵

❸ "يَابْنَ اٰدَمَ عَلَيْكَ نَفْسَكَ فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ مَايُرٰى فِي النَّاسِ يَطُلْ حُزْنُهُ وَلَا يَشْفِ غَيْظُهُ"

ترجمہ: "اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر، کیوں کہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہوگا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوسکے گا۔"[1]

نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔

اور جان لو کہ تھوڑا مال جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تمہیں اللہ سے غافل کردے۔

اور یہ بھی جان لو کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔[2]

خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا اولاد زیادہ ہوجائے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ، وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَعْظُمَ حِلْمُكَ، وَيَكْثُرَ عِلْمُكَ، وَأَنْ تُبَارِيَ النَّاسَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَ إِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ."

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۱، رقم: ۶۸۸
[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۱، رقم: ۶۸۹

خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا تمہاری اولاد زیادہ ہوجائے، بل کہ خیر یہ ہے کہ تمہاری بردباری بڑھ جائے اور تمہارا علم زیادہ ہو اور تم اللہ کی عبادت میں لوگوں سے آگے نکلنے میں مقابلہ کرو، اگر تم نیکی کرو تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر کوئی برا کام ہوجائے تو اللہ سے استغفار کرو۔[1]

لوگوں کے دلوں میں ہمارے متعلق نفرت کس طرح پیدا ہوتی ہے

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"حَذَرَ امْرُؤٌ أَنْ تُبْغِضَهُ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُ"

ترجمہ: "آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہیے کہ مؤمنوں کے دل اس سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے۔"

پھر فرمایا:

کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟

میں نے کہا نہیں۔

فرمایا:

"اَلْعَبْدُ يَخْلُوْ بِمَعَاصِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَيُلْقِى اللّٰهُ بُغْضَهُ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُ."

ترجمہ: "بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی نفرت مؤمنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور اسے پتہ بھی

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۲، رقم: ۶۹۰

نہیں چلتا۔“ [1]

ایمان کی چوٹی تکلیفوں پر صبر کرنا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

ایمان کی چوٹی اللہ کے فیصلے کی وجہ سے پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا، تقدیر پر راضی ہونا، توکل میں مخلص ہونا، اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو بے چون و چرا مان لینا اور اللہ کے سامنے گردن جھکا لینا ہے۔ [2]

صرف مال نہیں نیکی بھی کماؤ

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو بہت زیادہ مال جمع کرنے والا ہو اور مال کے لالچ میں اس طرح منہ پھاڑے ہوئے ہو کہ گویا پاگل ہو گیا ہے۔

اور لوگوں کے پاس جو دنیا ہے بس اسے دیکھتا رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے مل جائے اور جو اپنے پاس ہے نہ اسے دیکھتا ہے اور نہ اس پر شکر کرتا ہے۔ اگر اس کے بس میں ہو تو رات کو بھی دن سے ملا دے یعنی دن کو تو کماتا ہے، اس کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کمایا کرے۔ اس کے لئے ہلاکت ہو، اس کا حساب بھی سخت ہوگا اور اس پر عذاب بھی سخت ہوگا۔ [3]

ایسی امیدیں نہ لگاؤ جن تک تم نہ پہنچ سکو

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٧٦، رقم: ٧٠٤
[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٧٦
[3] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٧٧، رقم: ٧١١

سکتے، اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی امیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے۔

اور تم سے پہلے قوموں کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور انہوں نے بڑی لمبی امیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائی تھیں، لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کے گھر قبر بن چکے ہیں۔

یہ قوم عاد ہے جن کے مال اور اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا، لیکن اب مجھ سے عاد کا سارا ترکہ دو درہم میں خریدنے کے لئے کون تیار ہے۔ [1]

سب سے اچھا اور سب سے برا ساتھی

حضرت صفوان بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اے مال والو! اپنے مال کو صدقہ وغیرہ میں خرچ کر کے اپنی کھالوں کے لئے آخرت کی ٹھنڈک کا انتظام کر لو (صدقہ وغیرہ کرنے سے تم لوگ جہنم کی گرمی سے بچ جاؤ گے) مبادا کہ تمہاری موت کا وقت قریب آجائے اور تمہارے مال میں ہم اور تم برابر ہو جائیں۔ تم اپنے مال کو دیکھ رہے ہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ اسے دیکھ رہے ہیں (اس وقت تم اپنے مال کو صرف دیکھ سکو گے خرچ نہیں کر سکو گے) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر اس بات کا ڈر ہے کہ تم چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے نعمت استعمال کرو گے تو وہ نعمت تمہیں غفلت میں ڈال دے گی اور یہ اس وقت ہوگا جب تم کھانا پیٹ بھر کر کھاؤ گے، لیکن علم سے بھوکے رہو گے، اسے کچھ بھی

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٧٨، رقم: ٧١٥

حاصل نہیں کرو گے۔ یہ بھی فرمایا:

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے: ''آؤ مرنے سے پہلے ہم روزے رکھ لیں'' اور تم میں سب سے برا وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے: ''آؤ مرنے سے پہلے ہم کھا پی لیں اور کھیل تماشہ کر لیں۔''

ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چند لوگوں پر گزر ہوا جو مکان بنا رہے تھے تو ان سے فرمایا:

تم دنیا میں نئی نئی عمارتیں کھڑی کر رہے ہو، حالاں کہ اللہ تو اس کے اجاڑنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور اللہ جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے وجود میں ضرور لے آتے ہیں، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجاڑ جگہیں تلاش کیا کرتے تھے اور جب کوئی اجاڑ جگہ مل جاتی تو فرماتے: ''یَا خَرِبَ الْخَرِبِیْنَ أَیْنَ أَھْلُكَ الأَوَّلُوْنَ''

ترجمہ: ''اے رہنے والوں کو اجاڑنے والی اجاڑ جگہ! تجھ میں بسنے والے پہلے لوگ کہاں ہیں؟''[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین محبوب چیزیں

آپ نے فرمایا:

1. اپنے رب کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے مجھے موت سے محبت ہے۔
2. اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کی وجہ سے مجھے فقر سے محبت ہے۔
3. گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے مجھے بیماری سے محبت ہے۔[2]

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۹

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۸، رقم: ۷۱۴

جنازہ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت ہے

حضرت شرحبیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے:

تم صبح کو جا رہے ہو شام کو ہم بھی تمہارے پاس آجائیں گے یا تم شام کو جا رہے ہو، صبح کو ہم بھی آجائیں گے۔

جنازہ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت ہے، لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہو جاتے ہیں۔

نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے اور فرمایا: جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کا اترانا اور حسد دونوں ختم ہو جائیں گے۔ ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جا رہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دنیاوی کاموں میں لگے رہتے ہیں)[1]

لوگوں سے بدلہ آج نہ لو

حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو دوسروں کے حالات معلوم کرے گا اسے اپنی پسند کے حالات نظر نہیں آئیں گے (کیوں کہ خیر والے آدمی کم ہوا کرتے ہیں) اور جو پیش آنے والے دردناک حالات کے لئے صبر تیار نہیں کرے گا وہ آخر کار بے بس و عاجز ہو جائے گا۔

اگر تم لوگوں کو برا بھلا کہو گے تو لوگ بھی تمہیں برا بھلا کہیں گے۔

اگر تم انہیں کہنا چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت عون رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو اس صورت میں آپ میرے لئے

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷۷، رقم: ۷۱۲

کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: لوگ تمہیں برا بھلا کہیں تو تم ان سے بدلہ آج نہ لو، بل کہ یہ ان کے ذمہ ادھار رہنے دو اور جس دن تمہیں اس بدلہ کی شدید ضرورت ہوگی اس دن ان سے اس کا بدلہ لے لینا یعنی قیامت کے دن۔[1]

روزی کی ذمہ داری اللہ پر ہے اور عمل ہمارے ذمہ ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس روزی کی اللہ نے ذمہ داری لے رکھی ہے، اس کے لئے تو تم بہت فکر اور کوشش کرتے ہو اور اللہ نے جو عمل تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں تم ضائع کر رہے ہو۔

جانوروں کا علاج کرنے والا گھوڑوں کو جتنا جانتا ہے میں اس سے زیادہ تمہارے بڑوں کو جانتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز وقت گزرنے کے بعد پڑھتے ہیں اور قرآن سنتے تو ہیں، لیکن دل سے نہیں اور غلاموں کو آزاد تو کردیتے ہیں، لیکن وہ پھر بھی آزاد نہیں ہوتے، ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے رہتے ہیں۔[2]

زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو۔

اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو، کیوں کہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں۔

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٧٩، رقم: ٧١٩

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٢، رقم: ٧٣٤

اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔[1]

جب تم سے کوئی برا کام ہوجائے تو فوراً استغفار کرو

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اللہ مجھے نفع دے، آپ نے فرمایا:

ایک نہیں دو، تین، چار، بل کہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں، جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائیں گے، پھر فرمایا:

صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دن میں ایک دن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اٹھو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جاملے ہو۔

اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کردو، لہٰذا جو تمہیں برا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تو تم اسے اللہ کے لئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی برا کام ہوجائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرو۔[2]

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے استغفار کو گناہوں کے زہر کا تریاق بنایا ہے۔ استغفار کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا۔ ہر بد سے بدتر گناہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہو، توبہ اور استغفار سے معاف ہوجاتا ہے، لہٰذا جب کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ سرزد ہو فوراً توبہ اور استغفار سے اس کی تلافی کرنی چاہیے، بل کہ خلافِ اولیٰ امور پر بھی استغفار کرنا چاہیے اور بظاہر کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو تب بھی استغفار کثرت سے کرتے

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٣، رقم: ٧٣٩

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٣، رقم: ٧٤٠

رہنا چاہیے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ گناہوں سے بالکل معصوم اور پاک تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر (۷۰) سے زائد مرتبہ توبہ استغفار کرتا ہوں۔"[1]

لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے، اسی حوالے سے ہمارے ادارے بیت العلم ٹرسٹ نے "استغفار کی ستر دعائیں" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے، جس میں چوبیس گھنٹوں کے ہر لمحہ اور ہر قسم کے گناہ کا استغفار موجود ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کو پڑھنی چاہیے۔

انسان کا دل دنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

انسان کا دل دنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی دونوں ہڈیاں آپس میں مل جائیں، لیکن جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے ان کے دل دنیا کی محبت میں جوان نہیں رہتے اور ایسے کامل متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔[2]

تین کام کرلو سارے کام قابو میں آجائیں گے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ثَلَاثٌ مِّنْ مَّلَاكِ اَمْرِ بْنِ اٰدَمَ"

"تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آجائیں گے۔" "لَا تَشْكُ مُصِيْبَتَكَ، وَلَا تُحَدِّثْ بِوَجْعِكَ، وَلَا تُزَكِّ نَفْسَكَ بِلِسَانِكَ"

---

[1] بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی فی الیوم واللیلۃ: رقم ۶۳۰۷

[2] أخرجه أبونعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۸۵، رقم: ۷۵۱

1. تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو۔
2. اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ۔
3. اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو اور اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔[1]

مظلوم اور یتیم کی بددعا سے بچو

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مظلوم اور یتیم کی بددعا سے بچو، کیوں کہ ان دونوں کی بددعا رات کو اللہ کی طرف چلتی ہے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے لوگوں میں اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بالکل بے بس اور بے کس ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے میرے خلاف مدد نہ لے سکے۔[2]

فائدہ: معاشرے میں عام طور پر ظلم ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے، حکماء کا قول ہے کہ گناہوں میں ظلم سے بڑا گناہ کوئی نہیں، اس لئے کہ جب گناہ آپ کے اور اللہ کے درمیان ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کریم ہے، وہ آپ کو معاف کردے گی، لیکن جب گناہ آپ کے اور بندوں کے درمیان ہوگا تو آپ کے پاس سوائے مخالف شخص کو رضامند کرنے کا اور کوئی چارہ نہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ کسی پر بھی ظلم نہ کریں کسی کو تکلیف دینا، تنگ کرنا، ستانا، گالی دینا یا کسی کے مال جائیداد پر ناجائز قبضہ کرنا یہ سب ظلم میں داخل ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "مظلوم کی بددعا سے بچو، بے شک وہ آسمانوں پر ایسے چڑھتی ہے گویا وہ ایک چنگاری ہے"۔[3]

چناں چہ اسی موضوع پر مکتبہ بیت العلم نے "مظلوم کی آہ......!" کے نام سے

---

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۸۵، رقم: ۷۵۲

[2] أخرجه أبونعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۸۲، رقم: ۷۳۵

[3] صحيح الجامع: ۱/۹۱

ایک کتاب طبع کی ہے، جس میں ظالم کو ظلم سے بچانے اور مظلوم کو تسلی دینے اور اسے صبر کی تلقین کرنے والے عجیب وغریب واقعات وقصص جمع کئے گئے ہیں ہر مرد وزن کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

صحت اور فراغت کو موت سے پہلے غنیمت جانو

حضرت معمر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان کو خط میں یہ لکھا:

اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام بندے مل کر ٹال نہیں سکتے (اس بلاء سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دعا کو غنیمت سمجھو۔

اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہیے یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگا ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے۔

اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو۔ اسے اپنے قریب کرو اور اس سے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ، کیوں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: یتیم کو اپنے سے قریب کرو، اس کے سر پر ہاتھ پھیرو، اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ، اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور

تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی۔''

اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کرسکو، کیوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی، اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا۔ وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اسے کہے گا: تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیوں کہ) مال کا جو حق تمہارے ذمے تھا وہ تم نے ادا کیا تھا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے اس دنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی، اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھوں کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا:

تیرا ناس ہو! تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا۔

یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا۔

اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے، حالاں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی خدمت نہ کی جائے، اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔

اُمّ درداء نے مجھ سے ایک خادم مانگا اور میں ان دنوں مال دار بھی تھا، لیکن میں نے چوں کہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی، اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا۔

اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے؟ حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آجانا

کیوں کہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد کیا کیا ہے۔[1]

تمہاری دنیا صرف اتنی ہے جو تم نے آگے بھیج دی

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد محاربی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابودرداء رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے اپنے ایک بھائی کو خط میں یہ لکھا:

اما بعد! تمہارے پاس جتنی دنیا ہے وہ تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی اور تمہارے بعد پھر دوسروں کے پاس چلی جائے گی۔ اس میں سے تمہاری صرف اتنی ہے جو تم نے اپنے لئے آگے بھیج دی یعنی اللہ کے نام پر دوسروں پر خرچ کر دی، لہٰذا اپنے آپ کو اپنی نیک اولاد پر ترجیح دو یعنی دوسروں پر خرچ کر جاؤ گے تو تمہارے کام آئے گی ورنہ تمہارے بعد تمہاری اولاد کو مل جائے گی، کیوں کہ تم ایسی ذات کے پاس جاؤ گے جو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کرے گی اور تم ان لوگوں کے لئے جمع کر رہے ہو جو تمہاری کبھی تعریف نہیں کریں گے۔

تم دو طرح کے آدمیوں کے لئے جمع کر رہے ہو یا تو وہ تمہارے مال میں اللہ کے حکم پر عمل کرے گا اور تم تو اس مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکے، لیکن یہ سعادت اسے مل جائے گی یا وہ اس مال میں اللہ کی نافرمانی پر عمل کرے گا اور چوں کہ یہ مال تم نے اس کو جمع کر کے دیا ہے، اس لئے اس کے غلط خرچ کرنے کا ذریعہ بننے کی وجہ سے تم خود بدبخت بن جاؤ گے۔

بہر حال اللہ کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ تم اس کی وجہ سے اپنی کمر پر بوجھ لاد کر اس کی سزا کو کم کرواؤ، لہٰذا تم اسے اپنی ذات پر ترجیح مت دو اور جو جا چکے ہیں ان کے لئے اللہ کی رحمت کی امید رکھو اور جو باقی رہ

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷٤، رقم: ۷۰۲

گئے ہیں ان کے بارے میں اللہ کی عطا پر اعتماد کرو۔ والسلام۔[1]

لوگوں میں محبوب کون ہے؟

حضرت ابودرداء رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے حضرت مسلمہ بن مخلد رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو خط میں یہ لکھا:

اما بعد! بندہ جب اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو اس کی محبت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔

اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اس کی نفرت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔[2]

اسلام صرف حکم ماننے کا نام ہے

حضرت ابودرداء رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے فرمایا:

اسلام صرف بے چون و چرا حکم ماننے کا نام ہے۔ خیر صرف جماعت میں ہے۔ انسان اللہ، خلیفہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔[3]

آپ کی دعائیں

حضرت بلال بن سعد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فرمایا کرتے تھے:

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۷٦، رقم: ۷۰۸
[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۱٦/۹٤، رقم: ٤٤۲٤۹
[3] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق......: ۱٦/۹۷، رقم: ٤٤۲۷٥

❶ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ تَفْرِقَةِ الْقَلْبِ" [1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں دل کے بکھر جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

کسی نے پوچھا دل کے بکھر جانے سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے میرے لئے ہر وادی میں کچھ مال رکھ دیا جائے (اور مجھے ہر وادی میں جا کر اپنے مقدر کا مال جمع کرنا پڑے)۔

حضرت اسماعیل بن عبید اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

❷ "اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِي مَعَ الْأَبْرَارِ وَلَا تُبْقِنِي مَعَ الْأَشْرَارِ" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں کے ساتھ باقی نہ رکھ۔"

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا انسان پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، بعض مرتبہ وہ بہت ہی مختصر اور سادہ انداز میں وہ باتیں کہہ جاتے ہیں کہ کئی سال کے مطالعے وتحقیق سے بھی ہمیں وہ باتیں معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کی مجلسوں میں خیر کی باتیں ہوتی ہیں جس سے انسان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور نیک کام کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی علماء اور بزرگوں کی مجلسوں میں بیٹھنا چاہیے اور ان کی باتیں سن کر ان پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت لقمان بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

❸ "اَللّٰهُمَّ لَا تَبْتَلِيْنِي بِعَمَلِ سُوْءٍ فَأُدْعٰى بِهٖ رَجُلَ سُوْءٍ" [3]

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٠، رقم: ٧٢٢

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨١، رقم: ٧٣٠

[3] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨١، رقم: ٧٣١

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے کسی برے عمل میں مبتلا نہ فرما ورنہ مجھے برا آدمی کہہ کر پکارا جائے گا۔"

حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

❹ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ أَنْ تَلْعَنَنِي قُلُوْبُ الْعُلَمَاءِ" [1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ علماء کے دل مجھ پر لعنت کریں۔"

کسی نے پوچھا ان کے دل آپ پر کیسے لعنت کریں گے؟

فرمایا: ان کے دل مجھے ناپسند کرنے لگیں۔

حضرت عبد اللہ بن یزید بن ربیعہ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں شروع رات میں مسجد گیا، وہاں میرا گزر ایک آدمی پر ہوا جو سجدے میں یہ کہہ رہا تھا:

❺ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي خَائِفٌ مُسْتَجِيْرٌ فَأَجِرْنِي مِنْ عَذَابِكَ، وَسَائِلٌ فَقِيْرٌ فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ لَا مُذْنِبٌ فَاعْتَذِرَ وَلَا ذُوْ قُوَّةٍ فَأَنْتَصِرَ وَلٰكِنْ مُذْنِبٌ مُسْتَغْفِرٌ" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں ڈرنے والا اور پناہ مانگنے والا ہوں ...... لہٰذا مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے ...... اور مانگنے والا فقیر ہوں ...... لہٰذا اپنے فضل سے روزی عطا فرما ...... اور جو گناہ مجھ سے ہوئے ہیں ان کے بارے میں میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے ...... جسے میں تیرے سامنے پیش کر سکوں ...... اور نہ میں ایسا طاقتور ہوں ...... کہ تجھ سے

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٥، رقم: ٧٤٨

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٨٦، رقم: ٧٥٥

خود کو بچا سکوں، بل کہ میں تو سراپا گناہ گار ہوں اور تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔"

راوی کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعائیہ کلمات بہت پسند آئے اور وہ اپنے ساتھیوں کو یہ کلمات سکھانے لگے۔

حضرت ثمامہ بن حزن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے ایک بڑے میاں کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا:

❻ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ لَا يَخْلِطُهُ شَيْئٌ"۔[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ کچھ بھی خیر ملا ہوا نہ ہو یعنی خالص شر ہو۔"

میں نے پوچھا یہ بڑے میاں کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابودرداء ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے بھائی عبداللہ بن رواحہ کے سامنے میرا ایسا کوئی عمل پیش کرے جس سے وہ شرمندہ ہوں (حضرت ابن رواحہ ان کے جاہلیت میں بھائی تھے اور ان کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے)۔[2]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟

سوال ②: ایمان لانے کے بعد آپ نے تجارت کے متعلق کیا فرمایا؟

سوال ③: آپ کو کون سی تین چیزیں محبوب تھیں؟

سوال ④: سب سے اچھا اور سب سے برا ساتھی کون ہے؟

[1] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب دعوات النبي: ص۲۰۲، رقم: ۶۷۵

[2] كنز العمال، الاول، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲/۲۹۱، رقم: ۵۰۷۸

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام عبداللہ اور ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔

بچپن سے کفار کے ظلم وستم کی وجہ سے جہاد کا شوق تھا۔ جب غزوۂ بدر کا موقع پیش آیا اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال تھی۔ جہاد کے شوق سے نکل پڑے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا ہونے کی وجہ سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی تعلیم وتربیت کا خوب خیال رکھتے تھے۔ آپ خود بھی اکثر و بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے۔ علم کی تلاش اور حصول میں مگن رہتے۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت پر خوب غور وفکر کرتے رہتے۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ صرف سورۂ بقرہ پر ۱۴ برس لگ گئے۔

اسی نے آپ کو قرآن کریم کی تفسیر، حدیث اور فقہ کے علم کا سمندر بنا دیا۔

۷۴ھ کو آپ کی وفات ہوئی، اور آپ کی خواہش کے مطابق مدینہ طیبہ میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔

چناں چہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا: کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے، اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔

حضرت صفیہ نے کہا: ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں، لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا: آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا، صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا، اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جب کہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے، وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟

انہوں نے کہا: جوارش ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟

انہوں نے کہا: اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۷۰/۱، رقم: ۱۰۲۹

نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟[1]

آپ کا ہر مسلمان کو سلام کرنا

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا کرتا اور وہ میرے ساتھ بازار جاتے، جب ہم بازار پہنچتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرضیکہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا، وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے۔ میں نے کہا: آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟

نہ تو آپ کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں، اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں، اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آئیے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے پیٹو! (کیوں کہ طفیل بڑے پیٹ والے تھے) ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں، لہٰذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آئے ہیں، اس لئے ہمیں جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔

حضرت بشیر بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان سے پہلے سلام نہیں کر سکتا تھا۔[2]

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۷۲/۱، رقم: ۱۰۳۵

[2] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب من خرج يسلم ويسلم عليه: ۲۹۷، رقم: ۱۰۰۶

فائدہ: ہمیں بھی چاہیے کہ سلام کو پھیلائیں اور سلام کرنے میں پہل کریں۔

چناں چہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالَى مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ"[1]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔"

سلام آپس میں الفت کے لئے پہلا سبب اور محبت کے حصول کے لئے پہلی چابی کی حیثیت رکھتا ہے اور تمام ملتوں سے مسلمانوں کو جدا کردیتا ہے، نیز سلام میں نفس کا مجاہدہ اور تواضع بھی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں سے قطع رحمی، کینہ اور بغض وغیرہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔[2]

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سلام کو عام کریں صرف ان ہی لوگوں کو سلام نہ کیا جائے جو جان پہچان والے ہوں، بل کہ جن کو انسان پہچانتا نہ ہو، لیکن ان کا مسلمان ہونا معلوم ہو ان کو سلام کرنا بھی بہت ثواب ہے، اسی طرح گھر میں آتے جاتے وقت بھی سلام کیا جائے، بل کہ خالی گھر میں سلام کرنا چاہیے اور نیت یہ کی جائے کہ یہ سلام فرشتوں کو کیا جارہا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسے موقع پر "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ" کہا کرتے تھے۔[3]

ناانصافی غیر مسلموں کے ساتھ بھی نہ ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیبر کے متعلق لمبی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال اہل خیبر کے پاس جاکر درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں اور بیلوں پر لگے ہوئے انگوروں

[1] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من بدأ بالسلام، رقم: ۵۱۹۷

[2] فتوحات ربانیہ: ۲۷۹/۵ [3] الآداب الشرعیة: ۴۲۴/۱

کا اندازہ لگاتے کہ یہ کتنے ہیں۔ پھر جتنے پھل کا ان کو اندازہ ہوتا اس کے آدھے پھل کی ان پر ذمہ داری ڈال دیتے کہ اتنے کا آدھا پھل تمہیں دینا ہوگا۔ خیبر والوں نے حضور ﷺ سے ان کے اندازہ لگانے میں سختی کرنے کی شکایت کی اور وہ لوگ ان کو رشوت دینے لگے تو انہوں نے کہا:

اے اللہ کے دشمنو! مجھے حرام کھلاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس آدمی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ برے لگتے ہو، لیکن تمہاری نفرت اور حضور ﷺ کی محبت مجھے تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے پر آمادہ نہیں کرسکتی۔ ان لوگوں نے کہا:

"بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ"

اسی انصاف کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں۔[1]

آپ کا پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کردینا

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو اسے فوراً اللہ کے نام پر خرچ کردیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کرلیتے، اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادتِ شریفہ سے واقف ہوگئے تھے۔

چناں چہ بعض مرتبہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کردیتے۔ اس پر ان کے ساتھی ان سے کہتے: اے ابوعبدالرحمٰن، اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے

[1] البدایة والنہایة، المجلد الثانی، فتح حصون الیہود وقسمیة ارضہم: ۱۵۲/۴

ہیں۔ (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے، صرف آپ کو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں، تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے۔

چناں چہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک عمدہ اونٹ پر جا رہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی، وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا: اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کے ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کر دو۔[1]

حضرت نافع رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنی اونٹنی پر جا رہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا: اِخ اِخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا:

اے نافع! اس سے کجاوہ اتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرما رہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے)۔

چناں چہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا: دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جا سکتی ہے؟ (یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٦، رقم: ١٠١٠

کر دیا جائے، کیوں کہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کر دینا چاہیے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹنی خرید لی جائے) میں نے کہا: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو اسے بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔

چناں چہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جا کر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنے قربانی کے اونٹوں میں شامل کر دیا۔ بہر حال ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے، تاکہ کل قیامت کو کام آئے)۔[1]

حضرت نافع رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور اس کی ملکیت سے دست بردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا: اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ جا، تو آزاد ہے۔ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض مرتبہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔[2]

پسندیدہ کھانا دوسروں کو کھلا دینا

حضرت سعید بن ابی ہلال رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جحفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے۔ انہوں نے کہا:

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٦، رقم: ١٠١١
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٧، رقم: ١٠١٤

مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کی بس صرف ایک مچھلی ملی۔

ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس مسکین سے فرمایا: تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا:

سُبْحَانَ اللّٰہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر تیار کی ہے (اس لئے اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامانِ سفر ہے، اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے (اپنا نام لے کر) فرمایا: عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آ رہی ہے (اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دینی ہے)۔[1]

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے، اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے عرض کیا: ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں، یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپ یہ مچھلی کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے فرمایا: میری چاہت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔[2]

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہو گئے۔ ان کے لئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے وہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٩، رقم: ١٠٢٤

[2] أخرجه ابن سعد في الطبقات، الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار، ومن بني سهم: ٣/١١٦

مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیوں کہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا۔ اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس مسکین نے آ کر پھر سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لا کر پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس مسکین نے آ کر پھر سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ اسے دے دو۔ (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا (اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا)

اس مسکین نے پھر واپس آ کر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا، لیکن اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔[1]

حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صرف غریبوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے (اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ جاتے) اس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہو گیا تھا کہ ان کی بیوی نے ان کے لئے کھجوروں کا کوئی شربت تیار کیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں۔[2]

آپ کا ادب کی وجہ سے تکیہ پر نہ بیٹھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٩، رقم: ١٠٢٢

[2] ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٧٠، رقم: ١٠٢٨

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پڑا رہا۔[1]

آپ کا والد کے دوست کا اکرام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے، جب اونٹنی پر سفر کرتے کرتے اکتا جاتے تو آرام کرنے کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور ایک پگڑی بھی ساتھ لے جاتے جسے (بوقت ضرورت) سر پر باندھ لیتے۔

ایک دن وہ اس گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے پوچھا کہ کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟

اس نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے اپنا وہ گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جا اور پگڑی بھی اسے دے دی اور فرمایا: اس سے اپنا سر باندھ لینا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک ساتھی نے ان سے عرض کیا: آپ جس گدھے پر آرام کیا کرتے تھے، وہ بھی اسے دے دیا اور جس پگڑی سے اپنا سر باندھا کرتے تھے، وہ بھی اسے دے دی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (آپ نے ایسا کیوں کیا؟) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ" "کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے

[1] مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة، باب الزيارة ......: ۸/۲۲۵، رقم: ۱۳۵۹۷

بعد اس کے محبت و تعلق والوں سے اچھا سلوک کرے۔"

اس دیہاتی کے والد (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب دوست تھے۔[1]

ادب المفرد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کے ایک ساتھی نے عرض کیا کہ اس دیہاتی کو دو درہم دینے کافی نہیں تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو اور ان سے تعلقات ختم نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دیں گے۔[2]

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کے انتقال کے بعد کوئی ایسا کام ہے جس کے کرنے سے میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا شمار ہو جاؤں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں ① ان دونوں کے لئے دعا کرنا ...... ② استغفار کرنا ...... ③ ان کے جانے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا ...... ④ والدین کے ذریعے جو رشتہ داری بنتی ہے اس کا خیال رکھنا ...... اور ⑤ ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔[3]

فائدہ: جس طرح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بڑے ثواب کا عمل ہے اسی طرح والدین کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھی بڑی فضیلت ہے، جیسا مذکورہ حدیث میں ہے کہ "نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے محبت و تعلق والوں سے اچھا سلوک کرے"۔

[1] مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة اصدقاء الاب والام، رقم: ۲۵۵۲
[2] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب بر من كان يصله أبوه: ص۲۶، رقم: ۴۰
[3] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، رقم: ۵۱۴۲

لہٰذا اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ والدین کے عزیزوں اور دوستوں سے تعلقات نبھائے جائیں اور ان سے حسنِ سلوک کیا جائے۔

آپ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

بندے کو جب بھی دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ہاں عزت وشرف والا ہو، آپ نے فرمایا:

"لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يَعُدَّ النَّاسَ حَمْقٰى فِيْ دِيْنِهٖ"

ترجمہ: "بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔"[1]

وہ خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

"قُلْ يَا خَرِبَةُ! مَافَعَلَ أَهْلُكِ؟"

ترجمہ: "تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟"

"فَقُلْتُ يَاخَرِبَةُ! مَافَعَلَ أَهْلُكِ؟"

ترجمہ: "میں نے کہا: اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا۔"

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۷۹، رقم: ۱۰۶۸

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ذَهَبُوْا وَبَقِيَتْ أَعْمَالُهُمْ"

ترجمہ: "وہ سب خود تو چلے گئے، البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔"[1]

آپ کی دعائیں

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صفا پہاڑ پر یہ دعا کیا کرتے تھے:

(۱) "اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ بِدِيْنِكَ وَطَوَاعِيَتِكَ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِكَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِيْ حُدُوْدَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يُحِبُّكَ وَيُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَيُحِبُّ رُسُلَكَ وَ يُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِيْ إِلَيْكَ وَ إِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَ إِلٰى رُسُلِكَ وَ إِلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنِيْ لِلْيُسْرٰى وَ جَنِّبْنِي الْعُسْرٰى وَ اغْفِرْلِيْ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ ﴿اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ وَ إِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اَللّٰهُمَّ إِذْ هَدَيْتَنِيْ لِلْإِسْلَامِ فَلَا تَنْزِعْنِيْ مِنْهُ وَلَا تَنْزِعْهُ مِنِّيْ حَتّٰى تَقْبِضَنِيْ وَ أَنَا عَلَيْهِ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! اپنے دین کے ذریعے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ذریعے میری حفاظت فرما۔

اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ کاموں سے بچا۔

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۸۶، رقم: ۱۱۰۳

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۸۱، رقم: ۱۰۸۱

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو تجھ سے تیرے فرشتوں سے، تیرے رسولوں سے، اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے اپنا اور اپنے فرشتوں کا، اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے۔

اے اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما، برائی سے محفوظ فرما، دنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما اور مجھے متقیوں کا امام بنا۔

اے اللہ! تونے قرآن میں فرمایا: ”مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا“ اور تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اے اللہ! جب تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی ہے تو مجھے اسلام سے نہ نکال اور نہ اسے مجھ سے چھین، بل کہ جب تو میری روح قبض کرے تو میں اسلام پر رہوں۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ”صفا مروہ“ پر، ”عرفات“، ”مزدلفہ“ میں اور منیٰ کے دو جمروں کے درمیان اور طواف میں اپنی لمبی دعا کے ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سبرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے:

۲ ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ أَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِيْبًا فِيْ كُلِّ خَيْرٍ تَقْسِمُهُ الْغَدَاةَ وَ نُوْرٌ اتَهْدِيْ بِهٖ وَ رَحْمَةً تَنْشُرُهَا وَ رِزْقًا تَبْسُطُهٗ وَ ضُرًّا تَكْشِفُهٗ وَ بَلَاءً تَرْفَعُهٗ وَفِتْنَةً تَصْرِفُهَا“[1]

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۷۷/۱، رقم: ۱۰۵۸

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا کہ آج صبح تو جتنی خیریں تقسیم کرے گا ان کا ان خیروں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ حصہ ہو اور جس نور کے ذریعے تو ہدایت دیتا ہے اور جس رحمت کو تو پھیلاتا ہے اور جس رزق کو تو وسعت دیتا ہے اور جس تکلیف کو تو دور کرتا ہے اور جس آزمائش کو تو ہٹاتا ہے اور جس فتنے کو تو پھیر دیتا ہے سب چیزیں انہیں سب سے زیادہ حاصل ہوں۔“

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوۂ بدر میں کیوں شریک نہ ہوسکے؟

سؤال ②: اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کرنے کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

سؤال ③: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا والد کے دوست کے اکرام کا واقعہ بیان کیجیے۔

سؤال ④: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہاں دفن ہونے کا شوق تھا؟



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام عبداللہ اور ابوالعباس کنیت تھی۔ آپ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔

آپ بچپن ہی سے ذہین اور بہت سنجیدہ تھے۔ حضور ﷺ آپ کو بہت پیار کرتے تھے اور علم کی دعائیں دیتے۔ اس برکت سے آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں سب سے بڑے عالم اور مفسرِ قرآن شمار کیے جاتے۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن کریم کی تفسیر جاننے کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے۔

چناں چہ جب سورۃ النصر ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس میں آپ ﷺ کی وفات کا اشارہ ہے۔

۶۸ھ میں آپ بہت بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں آپ کی وفات ہوئی، محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

والدہ کی خدمت پر جہاد جتنا اجر

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ پانی پلانے کی جگہ پر کھڑے تھے (جہاں قریش حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے) کہ اتنے میں ایک عورت اپنا بیٹا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا: میرا یہ بیٹا غزوے میں جانا چاہتا ہے، لیکن میں اسے

روک رہی ہوں۔

حضور ﷺ نے اس کے بیٹے سے فرمایا: جب تک تمہاری والدہ تمہیں اجازت نہ دے یا اس کا انتقال نہ ہوجائے اس وقت تک تم ان کی خدمت میں رہو، اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔

طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی اور اس کی والدہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں آئے وہ آدمی جہاد میں جانا چاہتا تھا اور اس کی والدہ اسے روک رہی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے رہو، تمہیں ان کی خدمت میں رہنے پر اتنا ہی اجر ملے گا جتنا جہاد میں جانے سے ملے گا۔[1]

فائدہ: قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہت تاکید آئی ہے۔ بندوں کے حقوق میں سب سے زیادہ حق والدین کا رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید نے بھی کئی مقامات پر والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾[2]

ترجمہ: ”اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھائی کرنے کا حکم دیا ہے۔“

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک عام حالات میں ایسا عمل ہے جس میں محنت و مشقت زیادہ نہیں، کیوں کہ ہر انسان کو فطری طور پر اپنے والدین سے محبت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی خدمت اور حسنِ سلوک پر دل خود ہی آمادہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف والدین کو اپنی اولاد پر جو شفقت ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ خود اپنی اولاد سے ایسا کام لینا پسند نہیں کرتے جو اس کے لئے زیادہ مشکل ہو، بل کہ معمولی سی خدمت

[1] مجمع الزوائد، کتاب الجهاد، باب استئذان الابوین فی الجهاد: ٥/٤١٤، رقم: ٩٦٤٦، ٩٦٤٧

[2] سورۃ العنکبوت: آیت ۸

سے بھی خوش ہو جاتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اتنا آسان بنا دیا ہے کہ ایک حدیث کی رو سے والدین کو ایک مرتبہ محبت کی نظر سے دیکھ لینا بھی ثواب میں حج اور عمرے کے ثواب کے برابر ہے۔

غرض والدین سے محبت رکھ کر ان کی اطاعت اور خدمت کر کے انسان اپنے نامۂ اعمال میں عظیم الشان نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر سکتا ہے۔

اسی والدین کی اطاعت و خدمت اور ان کی دعائیں لینے کی اہمیت و ضرورت کے پیشِ نظر دارالہدیٰ (اردو بازار کراچی) نے ''والدین کی قدر کیجیے'' کے نام سے ایک بہترین راہ نما کتاب شائع کی ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں والدین کے حقوق اور ان کے ادب و احترام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، نیز اس میں ایسے نصیحت آموز اور دلچسپ واقعات و قصص بھی ہیں جو والدین کی اطاعت پر آمادہ کرتے ہیں اور نافرمانی سے بچاتے ہیں۔

صدقہ خود دیا کریں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہ فرماتے (بل کہ خود اس سے وضو فرماتے) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صدقہ دینا چاہتے تو خود دیتے۔[1]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا احترام کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے اور یہ سب حضرات زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیینہ بن حصن

[1] جمع الفوائد ۱۸۰/۲، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) تواضع اور عاجزی: ۸۸۹/۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے گدا منگوایا اور انہیں اس پر بٹھایا اور فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور قابلِ احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[1]

مسلمان کے مال و جان کا احترام کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قتل کا پتہ نہ چلا (یہ خبر سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! یہ کیا بات ہے؟ میں تم لوگوں میں موجود ہوں اور ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے مل کر ایک مسلمان کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں بے حد و حساب عذاب دے گا۔[2]

بیمار کی بیمار پرسی کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی بیمار کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

''لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى''

ترجمہ: ''کوئی ڈر کی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہے۔''

چناں چہ اسے بھی یہی کلمات کہے تو اس نے جواب میں کہا: آپ اسے پاکی کا ذریعہ کہہ رہے ہیں۔ بات ایسے نہیں ہے، بل کہ یہ تو بہت تیز بخار ہے جو ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے اور یہ بخار تو اسے قبرستان دکھا کر چھوڑ دے گا۔ حضور

[1] مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب اکرام الکریم: ٦/٨، رقم: ١٢٦٢٤

[2] مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب حرمة دماء المسلمين واموالهم: ٤١٠/٧، رقم: ١٢٣٠١

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو پھر ایسے ہی سہی۔[1]

چناں چہ وہ اسی بیماری میں مرگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ سے اتنی زیادہ محبت ہے کہ جب آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو اگر میں آپ کی زیارت نہ کرلوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میری جان نکل جائے گی۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ اگر میں جنت میں گیا بھی تو مجھے آپ سے نیچے کی جنت ملے گی (اور میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا) تو مجھے جنت میں بڑی مشقت اٹھانا پڑے گی، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جنت کے درجے میں آپ کے ساتھ ہوجاؤں (تاکہ جب دل چاہے گا آپ کی زیارت کرلوں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾[2]

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔

[1] اخرجه البخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الاعراب: ۸۴۴/۲

[2] النساء: ۶۹

[3] مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، قوله تعالى من يطع الله والرسول: ۴۲/۷، رقم: ۱۰۹۳۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیوں رو رہے ہیں؟

اس نے کہا: اس ڈر سے رو رہے ہیں کہ کہیں آپ کا انتقال نہ ہوجائے۔ چناں چہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنے منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے اور آپ سر پر ایک میلی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

”اما بعد! اے لوگو! آئندہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے، یہاں تک کہ انصار لوگوں میں سے ایسے ہوجائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ لہٰذا جو بھی انصار کے کسی کام کا ذمہ دار بنے اسے چاہیے کہ ان کے بھلا کرنے والے کی بھلائی کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔“[1]

آپ کا بیان

حضرت شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے، انہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

انہوں نے سورۂ بقرہ شروع کردی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور ان کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا: نہ تو میں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ ان جیسا کلام کبھی سنا۔ اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سن لیں تو سب مسلمان ہوجائیں۔[2]

[1] مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل الانصار: ۵۷۵/۹، رقم: ۱۶۵۰۴

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۹۹/۱، رقم: ۱۱۴۶

آپ کی نصیحتیں

گناہ پر گناہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

اے گناہ کرنے والے! گناہ کے برے انجام سے مطمئن نہ ہوجانا، کیوں کہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔

گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا کریں گے۔

اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے۔

اور جب تم گناہ نہ کرسکو اور اس پر تم غمگین ہوجاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کرلینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے تو اس سے تم ڈرتے ہو، اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کرلینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔[1]

مدد صرف اللہ سے مانگو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

فرائض کا اہتمام کرو۔ اللہ نے اپنے جو حق تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں ادا

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۹۹/۱، رقم: ۱۱۴۷

کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ سے مدد مانگو، کیوں کہ جب اللہ کو کسی بندے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اسے حاصل کرنے کے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اللہ اس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں۔

اور اللہ حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[1]

ہر ایک مؤمن اور فاجر کے لئے حلال روزی مقرر ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

"مَامِنْ مُّؤْمِنٍ وَلَا فَاجِرٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ رِزْقَهٗ مِنَ الْحَلَالِ، فَإِنْ صَبَرَ حَتّٰى يَأْتِيَهٗ آتَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى"

اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن اور فاجر بندے کے لئے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے، اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ اسے حلال روزی دیتے ہیں۔

"وَ إِنْ جَزِعَ فَتَنَاوَلَ شَيْئًا مِّنَ الْحَرَامِ نَقَصَهُ اللّٰهُ مِنْ رِّزْقِهِ الْحَلَالِ."

اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ اس کی اتنی حلال روزی کم کردیتے ہیں۔[2]

آپ کو اپنے والد کی طرف سے تین نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: مجھے میرے والد (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المؤمنین (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة، من المهاجرين: ۴۰۱/۱، رقم: ۱۱۵۱

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۴۰۱/۱، رقم: ۱۱۵۲

لہٰذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا:

❶ اللہ سے ڈرتے رہنا۔

کبھی ان کے تجربے میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔

❷ ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔

❸ اور کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔

حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: ان تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں، ان میں سے ہر ایک دس ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔[1]

آپ کی دعائیں

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے:

❶ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَ الْأَرْضُ أَنْ تَجْعَلَنِي فِي حِرْزِكَ وَ حِفْظِكَ وَ جِوَارِكَ وَ تَحْتَ كَنَفِكَ."[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری ذات کے اس نور کے واسطے سے جس کی وجہ سے سارے آسمان اور زمین روشن ہوگئے، تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے حفظ وامان میں، اپنی پناہ میں اور اپنے

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۹۳/۱، رقم: ۱۱۲۵
[2] مجمع الزوائد، كتاب الادعية، باب ادعية الصحابة: ۲۱۵/۱۰، رقم: ۱۷۴۳۲

سایہ کے نیچے لے لے۔"

حضرت سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے:

❷ "اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِي وَ بَارِكْ لِي فِيْهِ وَ اخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ بِخَيْرٍ."[1]

ترجمہ: "اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور اس میں برکت نصیب فرما اور میری جتنی چیزیں اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں بل کہ غائب ہیں ان سب چیزوں میں تو خیر کے ساتھ میرا خلیفہ بن جا، انہیں اچھی طرح سنبھال لے۔"

حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں، ان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

❸ "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَأَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْأٰخِرَةِ وَالْأُوْلٰى كَمَآ اٰتَيْتَ إِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ."[2]

ترجمہ: "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعتِ کبریٰ قبول فرما اور ان کے بلند درجے کو اور اونچا فرما اور انہوں نے آپ سے جو کچھ مانگا ہے وہ سب کچھ انہیں دنیا اور آخرت میں عطا فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔"

[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب الدعاء والتكبير: ۶۹۷/۱، رقم: ۱۹۳۰
[2] تفسير ابن كثير: ۵۱۳/۳، الاحزاب: ۵۶

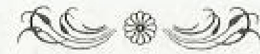
مذاکرہ

سوال ①: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں "مفسرِ قرآن" کا لقب کس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا؟

سوال ②: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورۃ النصر کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا تفسیر بیان فرمائی؟

سوال ③: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت کیا تھی اور آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ داری تھی؟

سوال ④: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو والد سے ملی ہوئی تین نصیحتیں کیا ہیں؟



حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام فضالہ، ابو محمد کنیت اور آپ کے والد کا نام عبید تھا۔

کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک ہونے سے رہ گئے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

شام کی فتح میں حصہ لیا اور وہیں مقیم رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں دمشق کے قاضی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کے انتقال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ اب دمشق کا قاضی کس کو مقرر کیا جائے؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا نام لیا۔ اس طرح آپ وہاں کے قاضی مقرر کئے گئے۔

آپ ہمیشہ سنت پر عمل فرماتے اور حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص حدیث سننے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ ننگے پیر ٹہل رہے تھے، دیکھا تو پوچھا: امیرِ شہر ہونے کے باوجود آپ کی یہ حالت؟ آپ نے فرمایا: ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بناؤ سنگھار سے منع فرمایا اور کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کا بھی حکم فرمایا۔

آپ کا انتقال ۵۳ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود جنازہ اٹھایا اور فرمایا: میری مدد کرو، ایسے شخص کا جنازہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

آپ کی دعا

حضرت اُمّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کیا کرتے:

"اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ وَ الْقَدْرِ وَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَاءِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں تیری ہر تقدیر اور فیصلے پر راضی رہا کروں اور موت کے بعد مجھے عمدہ زندگی نصیب ہو اور تیرے دیدار کی لذت حاصل ہو اور مجھے تیری ملاقات کا شوق نصیب ہو اور تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنے سے میری حفاظت ہو"

فائدہ: تقدیر (یعنی انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہوگا وہی جو اسے منظور ہوگا) پر راضی رہنا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک بیمار ہسپتال جاتا ہے اور خوشامد کر کے اپنا آپریشن کرواتا ہے، جب ڈاکٹر آپریشن شروع کرتا ہے تو یہ رونا شروع کر دیتا ہے چلاتا ہے، مگر ڈاکٹر کو اپنے کام سے نہیں روکتا، کیوں کہ اسے پتا ہے کہ ڈاکٹر جو کچھ کر رہا ہے اس کی بہتری کے لئے کر رہا ہے اور وہ اسے اس کام کی فیس بھی دیتا ہے۔ بالکل انسان اپنی تدبیر سے مکمل کوشش کرے۔ اب اگر یہ کام رب کی منشاء کے مطابق ہوا تو نتیجہ بھی اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اگر نتیجہ خواہش اور ارادے کے خلاف نکلے تو یہ یقین ہونا چاہیے کہ اسی میں میرے لئے کوئی

[1] فیض القدیر شرح جامع الصغیر: ۲/۱۸۴، رقم: ۱۵۳۷

بہتری ہے۔

مذاکرہ

سوال ①: کس کے کہنے سے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کے قاضی مقرر کیے گئے؟

سوال ②: آپ کا انتقال کس سن اور کس کے دورِ خلافت میں ہوا؟

سوال ③: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جنازے کو کندھا دیتے وقت کیا فرمایا تھا؟

سوال ④: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا زبانی سنائیں۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عبدالرحمٰن اور والد کا نام عبد ذی اشری تھا۔ ایک مرتبہ بلی سے کھیل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو پیار سے پکارا: اے ابوہریرہ! (بلی کے باپ) آپ کو یہ نام اتنا اچھا لگا کہ لوگوں کو اسی نام سے پکارنے کی تلقین فرماتے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیا اور مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا۔

علم حاصل کرنے کے لئے بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ بھوک سے اس قدر نڈھال ہو جاتا تھا کہ پیٹ اور پیٹھ کی کھال آپس میں مل جاتی تھیں۔

آپ علمِ حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے اور حضور ﷺ سے سب سے زیادہ حدیثیں آپ ہی نے روایت کیں ہیں۔

۵۷ھ میں آپ کی رحلت ہوئی، ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔

شفقت و رحمت والا برتاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں خون بہا ادا کرنے میں مدد لینے آیا۔

حضور ﷺ نے اسے کچھ دے دیا، پھر حضور ﷺ نے اس سے پوچھا

کیا میں نے تم پر احسان کر دیا؟

اس دیہاتی نے کہا: نہ آپ نے احسان کیا اور نہ اچھا سلوک کیا۔

کچھ مسلمانوں کو اس کی اس بات پر غصہ آ گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر اسے مارنا چاہا تو حضور ﷺ نے انہیں اشارے سے فرمایا کہ رک جاؤ۔

جب حضور ﷺ وہاں سے کھڑے ہو کر اپنے گھر پہنچے تو اس دیہاتی کو گھر بلا کر فرمایا: تم ہمارے پاس کچھ لینے آئے تھے، ہم نے تم کو (وہاں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے) کچھ دیا جس پر تم نے کچھ نازیبا بات کہہ دی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس دیہاتی کو کچھ اور دیا اور اس سے پوچھا: اب تو میں نے تم پر احسان کر دیا؟ اس دیہاتی نے کہا: ہاں، اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم ہمارے پاس آئے تھے اور تم نے مانگا، ہم نے تمہیں کچھ دیا، لیکن تم نے اس پر نامناسب بات کہہ دی جس کی وجہ سے میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے دل میں تمہارے اوپر غصہ آ گیا، لہٰذا اب تم ان کے پاس جا کر ان کے سامنے وہ بات کہہ دینا جو تم نے اب میرے سامنے کہی ہے، تاکہ ان کا غصہ جاتا رہے۔ اس نے کہا: بہت اچھا۔

چناں چہ جب وہ دیہاتی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس واپس پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے کچھ مانگا تھا جس پر ہم نے اسے کچھ دیا تھا، لیکن اس پر اس نے نامناسب بات کہی تھی، اب ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب میں راضی ہو گیا ہوں۔ کیوں اے دیہاتی بات ایسے ہی ہے نا؟ اس دیہاتی نے کہا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: میری اور اس دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے

جس کی ایک اونٹنی تھی جو بدک گئی، لوگ اس کے پیچھے لگ گئے، اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی۔ اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا: تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو، میں اسے خود پکڑلوں گا۔ میں اس کے مزاج و عادت کو خوب جانتا ہوں۔ میں نرمی کر کے اسے پکڑلوں گا۔

چناں چہ وہ اونٹنی کی طرف چل پڑا اور زمین پر پڑا ہوا کھجور کا بے کار خوشہ لے کر اسے بلاتا رہا، یہاں تک کہ وہ آگئی اور مان گئی۔ آخر اس نے اس پر کجاوہ کسا اور اس پر بیٹھ گیا، اس نے پہلے جو بات کہی تھی اس پر اگر میں تمہاری بات مان کر اسے سزا دے دیتا تو یہ دوزخ میں داخل ہو جاتا۔[1]

مسکین کا اکرام کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔[2]

صلہ رحمی اور قطع رحمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں، لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں برداشت کر کے ان سے درگزر کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں۔ (بلاوجہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں اور مجھ پر سختی کرتے ہیں)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ویسے ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان

۱ تفسیر ابن کثیر: ۴۰۴/۲، التوبة: ۱۲۸

۲ أخرجه أحمد فی مسند ابی هريرة: ۳۷۸/۲، رقم: ۸۷۹۱

کے منہ میں گرم راکھ کی پھنکی ڈال رہے ہو (تمہارے حسنِ سلوک کے بدلے میں برا سلوک کر کے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں) اور جب تک تم ان صفات پر رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ اللہ مددگار رہے گا۔[1]

فائدہ: رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کو ''صلہ رحمی'' کہا جاتا ہے اور ''صلہ رحمی'' بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جس پر اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی کئی مقامات پر صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ چناں چہ ارشاد ہے:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى﴾[2]

ترجمہ: ''اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾[3]

ترجمہ: ''اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے (حقوق کے) مطالبے کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے حقوق کا خیال رکھو۔''

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو۔ اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔''[4]

۱ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم ......: ۳۱۵/۲

۲ سورة النساء: آیت ۳۶ ۳ سورة النساء: آیت ۱

۴ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم، رقم: ۲۵۵۷

صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے، ان کے دکھ سکھ میں شامل رہے۔ ان کو کسی مدد کی ضرورت ہو تو جائز طور پر ان کی مدد کرے۔

لیکن "صلہ رحمی" کے بارے میں چند باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں:

۱ "صلہ رحمی" کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ رشتہ داروں کی خاطر یا ان کی مروت میں گناہوں کا ارتکاب کیا جائے۔ لہٰذا جب کوئی رشتہ دار کسی ناجائز کام کو کہے تو اس سے نرمی کے ساتھ معذرت کردینا ضروری ہے۔

۲ "صلہ رحمی" اس وقت موجب ثواب ہوتی ہے جب اس کا مقصد اپنے رشتے دار کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خوش کرنا ہو، اگر محض بدلہ، دکھاوا یا رسموں کی پابندی میں کوئی کام کیا جائے تو اس پر "صلہ رحمی" کی فضیلت حاصل ہونی مشکل ہے۔

"صلہ رحمی" خالص اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لئے ہونی چاہیے۔ اس لئے دوسری طرف سے اس کے بدلے کا انتظار بھی نہ کرنا چاہیے اور اگر دوسری طرف سے اس کا اچھا جواب نہ ملے تب بھی "صلہ رحمی" کو چھوڑنا نہیں چاہیے اور درحقیقت یہی بات اس کی علامت ہے کہ "صلہ رحمی" اللہ کے لئے ہو رہی ہے یا محض دکھاوے اور نام ونمود کے لئے۔ چناں چہ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو دوسروں کا بدلہ چکائے، بل کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسرے اس کی رشتہ داری کی حق تلفی کریں تب بھی یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔"[1]

اور آں حضرت ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض رکھنے والے رشتے دار کو دیا جائے۔[2]

جب رشتہ داروں کی طرف سے اچھا معاملہ نہ ہو رہا ہو۔ اس وقت ان کے

[1] بخاری، كتاب الادب، باب ليس الواصل بالمكافي، رقم: ۵۹۹۱
[2] مستدرك للحاكم، كتاب الزكاة: ۱/۵۶۳، رقم: ۱۴۷۶

ساتھ حسنِ سلوک کرنا درحقیقت "صلہ رحمی" کا کمال ہے اور اس پر بے حد اجر وثواب کے وعدے ہیں۔

آپ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں حضور ﷺ کے ساتھ بازار گیا۔ حضور ﷺ کپڑا بیچنے والوں کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں ایک شلوار خریدی۔ بازار والوں نے ایک (سونا چاندی) تولنے والا رکھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ حضور ﷺ نے وہ شلوار لے لی، میں نے حضور ﷺ سے شلوار لے کر اٹھانی چاہی، حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: چیز کا مالک خود اسے اٹھانے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے، ہاں اگر وہ مالک اتنا کم زور ہو کہ اپنی چیز کو اٹھا نہ سکتا ہو تو پھر اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کردے۔

میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ یہ شلوار پہنیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، دن رات سفر وحضر میں پہنوں گا، کیوں کہ مجھے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ستر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی۔[1]

آپ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میری والدہ مشرک تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے مجھے حضور ﷺ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں سنائیں۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا وہ انکار کردیا کرتی تھیں۔ آج میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں کہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں

[1] مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب في السراويل: ۵/۱۴۹، رقم: ۸۵۱۰

کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ"

ترجمہ: "اے اللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔"

میں حضور ﷺ کی دعا لے کر خوشی خوشی گھر کو چلا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ کھولنا چاہا، لیکن وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا: ابوہریرہ! ذرا ٹھہرو۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی (یعنی میری والدہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نہا رہی تھیں)۔ میری والدہ نے کرتہ پہن لیا اور جلدی میں دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہا: اے ابوہریرہ! "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔

فرماتے ہیں کہ میں خوشی سے رونے لگا اور حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آکر آپ ﷺ کو بتایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے لئے خوش خبری ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما کر ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دی آپ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔[1]

آپ کے بیانات

اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرنا

حضرت ابویزید مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں حضور ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی اور

[1] اخرجه مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی هريره، رقم: ٦٣٩٦

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد ﷺ کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابوہریرہ پر بڑا احسان فرمایا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے بنت غزوان سے میری شادی کرادی، حالاں کہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اور اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھی، پھر فرمایا:

عربوں کے لئے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آگیا ہے۔

اور ان کے لئے ہلاکت ہو کہ عن قریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آکر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔

اے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے) فروخ کے بیٹو! یعنی عجم کے رہنے والو! (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے کی اولاد عجم کہلاتی ہے) تمہیں خوش خبری ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر دین ثریا ستارے کے پاس لٹکا ہوا ہوتا تو بھی تمہارے کچھ آدمی اسے ضرور حاصل کر لیتے۔[1]

فتنے سے بچنے کے لئے امیر کی اطاعت ضروری ہے

حضرت ابوحبیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے، میں ان کی خدمت میں ان کے گھر گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کے

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر اهل الصفة: ١/٤٦٩، رقم: ١٣٣٣

سامنے بیان کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اجازت دے دی، چناں چہ وہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم پر ایک بڑا فتنہ اور بڑا اختلاف ظاہر ہوگا، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! ان حالات میں آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیر اور اس کے ساتھیوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ یہ فرماتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے۔[1]

آپ کی دعائیں

حضرت مقبری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مروان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الوفات میں ان کے پاس گیا اور اس نے کہا: اے ابوہریرہ! اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے، انہوں نے فرمایا:

① "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّ لِقَاءَكَ فَأَحِبَّ لِقَائِي" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو میرے سے ملاقات کو محبوب بنالے۔"

چناں چہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اصحاب القطا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ

[1] أخرجه الحاكم، في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، فضائل عثمان بن عفان: ۳/۱۱۲، رقم: ٤٦٠٤

[2] أخرجه ابن سعد في الطبقات، الطبقة الثانية من المهاجرين والأنصار، ومن بني مالك ......: ۳/۲٤٠

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت ابوامامہ بن سہل رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کسی بستی کے پاس پہنچتے یا اس میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

② "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا." [1]

ترجمہ: "اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لئے رزق مقدر فرما۔"

وہ یہ دعا کس ڈر سے پڑھا کرتے تھے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بستی کے والی کے ظلم کا اور بارش نہ ہونے کا ڈر ہوتا تھا۔

مذاکرہ

سوال ①: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟

سوال ②: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ حدیثیں کس نے روایت کی ہیں؟

سوال ③: اپنے اندر نرمی پیدا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟

سوال ④: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرض الوفات میں کس نے ملاقات کی؟

وصیت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزید تفصیلی حالات دیکھنے کے لئے بندہ کی کتاب "صحابہ کے واقعات" کا مطالعہ کیا جائے۔



[1] مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا رأى قرية: ١٠/١٤٢، رقم: ١٧١٢٠

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ حضرت مالک بن نضر کے بیٹے ہیں۔ آپ ایک خاص قسم کی سبزی حمزہ چنا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے حضور ﷺ نے آپ کی کنیت ابوحمزہ تجویز فرمائی۔

آپ حضور ﷺ کے خاص خادم تھے۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے بلا روک ٹوک گھر میں آتے جاتے تھے۔ آپ اہلِ بیت کا ایک فرد سمجھے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بحرین سے صدقات وصول کرنے کا ذمہ دار بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ میں لوگوں کو علمِ فقہ سکھانے کے لئے بھیجا۔ آپ نے مستقل سکونت وہیں اختیار کرلی۔

حضور ﷺ نے آپ کے لئے تین چیزوں کی دعائیں فرمائیں۔

① مال کی برکت ② اولاد کی کثرت ③ جنت میں سکونت۔

آخر عمر میں فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دنیا میں عطا فرمائیں تیسری کا انتظار کررہا ہوں۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ عمر پائی اور ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔

مسلمان کی برائی بیان کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی برائی بیان کی۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا:

یہاں سے اٹھ جا، تیرے کلمۂ شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ!

میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

تم قرآن کا مذاق اڑارہے ہو جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کررہے ہو)۔[1]

مسلمان کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ انصار کے ایک گھرانے سے ملنے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے پاس کھانا بھی کھایا۔ جب آپ وہاں سے باہر جانے لگے تو آپ نے کمرے میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے آپ کے لئے ایک چٹائی بچھا کر اس پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نرم ہوجائے) پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔[2]

ایک دوسرے کو سلام کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ چلتے اور راستے میں کوئی درخت آجاتا جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے تھے تو پھر جب ہم اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔[3]

مصافحہ اور معانقہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی سے سنا کہ اس

---

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الاذکار، فصل فی حقوق القران: ۱۴۹/۲، رقم: ۴۱۹۴

[2] أخرجه البخاری فی الادب المفرد، باب من زار قومًا فطعم عندهم: ص۱۱۰، رقم: ۳۴۷

[3] الترغیب والترهیب، کتاب الادب، الترغیب فی افشاء السلام: ۲۸۷/۳

نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی اور دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھکا کرے؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

اس نے کہا: تو کیا وہ اس سے معانقہ کیا کرے؟

آپ نے فرمایا نہیں۔

اس نے کہا: تو کیا وہ اس سے مصافحہ کیا کرے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (یعنی مصافحہ تو ہر وقت ہونا چاہیے اور معانقہ سفر سے آنے پر ہونا چاہیے ویسے نہیں)۔[1]

راز کی حفاظت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دن حضور ﷺ کی خدمت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت سے فارغ ہوگیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا: نبی کریم ﷺ اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ کے پاس سے باہر چلا گیا۔ باہر بچے کھیل رہے تھے، میں کھڑے ہوکر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور بچوں کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا: پھر حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لئے بھیج دیا۔

میں آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا: حضور ﷺ نے کسی کام سے بھیج دیا تھا۔

[1] جمع الفوائد، کتاب الادب، السلام والجواب والمصافحة ......: ۲/۲۷۱، رقم: ۷۷۰۴

میری والدہ نے پوچھا: وہ کام کیا تھا؟

میں نے کہا: وہ حضور ﷺ کی راز کی بات ہے۔

میری والدہ نے کہا: ٹھیک ہے حضور ﷺ کا راز چھپا کر رکھنا۔ چناں چہ میں نے آج تک حضور ﷺ کا راز کسی انسان کو نہیں بتایا اے ثابت! اگر میں کسی کو بتاتا تو تمہیں بھی ضرور بتا دیتا۔[1]

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا راز فاش نہیں کرنا چاہیے، اگر آپ کو کسی نے کوئی بات بتادی دوسرے لوگوں سے الگ کرکے یا پہلے سے آپ الگ بیٹھے ہوئے تھے، لیکن بات سے پتا چل رہا تھا کہ یہ دوسروں کو بتانے کی نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ راز کی بات ہے جو آپ کے پاس امانت ہے حدیث شریف میں آتا ہے:

"اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ"[2]

ترجمہ: "مجالس (میں کی ہوئی باتیں) امانت ہوتی ہیں۔"

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ایک شخص اِدھر اُدھر دیکھ کر کسی کو کوئی بات بتا رہا ہے تو یہ بات اس کے پاس امانت ہے۔[3]

اسی طرح چغل خوری بھی نہیں کرنی چاہیے کہ یہاں کی بات وہاں بتادے اور وہاں کی یہاں، ایسا نہیں کرنا چاہیے اس سے دنیاوی نقصان بھی بہت ہوتا ہے اور اخروی نقصان رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ"[4]

ترجمہ: "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

[1] مسند أحمد: ۳/۱۹۵، رقم: ۱۲۶۱۰

[2] ابوداود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، رقم: ۴۸۶۹

[3] ایضاً، رقم: ۴۸۶۸

[4] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی القتات، رقم: ۴۸۷۱

مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی ایک مجلس کے پاس سے گزرا، اس آدمی نے سلام کیا جس کا اس مجلس والوں نے جواب دیا، جب وہ ان لوگوں سے آگے چلا گیا تو مجلس کے ایک آدمی نے کہا: مجھے تو یہ آدمی بالکل پسند نہیں ہے، مجلس کے دوسرے لوگوں نے کہا: چپ کرو اللہ کی قسم! ہم تمہاری یہ بات اس آدمی کو ضرور بتائیں گے۔ اے فلانے! جاؤ اور اس نے جو کہا ہے وہ اسے بتادو (چناں چہ اس نے جا کر اس آدمی کو یہ بات بتادی اس پر) اس آدمی نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتادی اور اس آدمی نے جو کہا تھا وہ بھی بتا دیا اور یوں کہا: یارسول اللہ! آپ اسے آدمی بھیج کر بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ مجھ سے کیوں بغض رکھتا ہے۔

چناں چہ اس آدمی کے آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تم اس آدمی سے کیوں بغض رکھتے ہو؟

اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نفل (نماز) پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ تو بس یہی (فرض) نماز ہی پڑھتا ہے، جسے نیک و بد ہر ایک پڑھتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: ذرا اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے نماز کا وضو ٹھیک نہ کیا ہو یا نماز کو بے وقت پڑھا ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس بارے میں پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں نے اسے کبھی کسی مسکین کو کھانا کھلاتے ہوئے (یعنی نفلی صدقہ کرتے ہوئے) نہیں دیکھا۔ بس یہ تو صرف زکوۃ ادا کرتا ہے جو نیک و بد ہر ایک ادا

کر ہی دیتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے مجھے کسی سائل کو منع کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نفلی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تو بس (رمضان کے) مہینے کے ہی روزے رکھتا ہے، جنہیں نیک و بد ہر ایک رکھ ہی لیتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ میں بیمار بھی نہ ہوں اور سفر پر بھی نہ ہوں اور پھر میں نے اس دن روزہ نہ رکھا ہو؟

حضور ﷺ نے اس سے اس بارے میں پوچھا: تو اس نے کہا نہیں۔

اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: میرے خیال میں تو یہ آدمی تم سے بہتر ہے (کیوں کہ تم میں کدورت ہے اور اس میں نہیں ہے)۔[1]

فائدہ: ہمیں دل اپنا صاف شفاف رکھنا چاہیے کسی دوسرے مسلمان کے متعلق دل میں بدگمانی ...... برائی ...... حسد ...... بغض ...... اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے کسی سے ہمارا دل دکھا ہو تو اس کو معاف کر دینا چاہیے۔

نبی کی تعریف میں بھی حدِ اعتدال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

اے ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق، ظن السوء: ۳۳۰/۳، رقم: ۸۸۵۷

سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے بارے میں وہ کہو جو میں تمہیں بتلاتا ہوں، تاکہ شیطان تمہیں صحیح راستے سے ہٹا نہ سکے، مجھے اسی درجے پر رکھو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔[1]

حضور ﷺ کی خدمت کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی، اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپ ﷺ نے نہ تو کبھی مجھے اُف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کے متعلق فرمایا: یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کئی سال حضور ﷺ کی خدمت کی ہے، آپ ﷺ نے نہ کبھی مجھے گالی دی، نہ کبھی مجھے مارا، نہ کبھی ڈانٹا، اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور اگر آپ ﷺ نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہوگئی تو آپ ﷺ اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے، بل کہ اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی ناراض ہوتا تو ان سے فرماتے: ''اسے چھوڑو، اگر یہ کام مقدر میں ہوتا تو ضرور ہوجاتا۔''[3]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔ میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے پاس تحفہ دینے کے لئے اس بیٹے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اس لئے آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں، جب تک

[1] مسند أحمد: ۳/۲۴۱، رقم: ۱۳۱۱۷
[2] مسند احمد: ۳/۲۲۷، رقم: ۱۶۹۶۰
[3] مسند أحمد: ۳/۲۳۱، رقم: ۱۳۰۰۵

آپ چاہیں گے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔

چناں چہ میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی، اس عرصہ میں آپ ﷺ نے نہ تو کبھی مجھے مارا، نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔[1]

دین اخلاق سے پھیلا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے تستر کا محاصرہ کیا (آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آکر تستر کے حاکم) ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر اترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے فرمایا:

کہو! کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا:

زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مرجانے والے کی طرح؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''لَا بَأْسَ'' یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو، بات کرو۔ ہرمزان نے کہا:

اے قومِ عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے، بل کہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا، اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے، لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہوگیا ہے، اس وقت سے ہم لوگوں میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مجھ سے) پوچھا: (اے انس!) تم کیا کہتے ہو؟

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۱۲۵، رقم: ۳۶۸۲۵

میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے ناامید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی (اس لئے آپ اس کو قتل نہ کریں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں حضرت براء بن مالک اور حضرت مجزاء بن ثور (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (جیسے بہادر صحابہ) کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ (اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے تو میں نے ان سے کہا:

آپ اسے قتل نہیں کرسکتے، کیوں کہ آپ اس سے "لَا بَأْسَ"، "تم مت ڈرو اور بات کرو" کہہ چکے ہیں (اور لاباس کہنے سے جان کی امان مل جاتی ہے، لہٰذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد (میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تم اپنے اس دعویٰ (لَا بَأْسَ کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے) کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ، ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔

چناں چہ میں گیا، مجھے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، میں ان کو لے کر آیا، انہوں نے میری بات کی تصدیق کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرمزان کے قتل سے رک گئے اور ہرمزان مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اس کے لئے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر کیا۔[1]

دل کو کینہ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا" تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی ڈاڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔

تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا: اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرالیں۔ انہوں نے کہا: ضرور۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں، لیکن میں نے ان کو رات میں زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اللہ اکبر کہتے اور نماز فجر کے لئے بستر سے اٹھتے، ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔

جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بشارت تو اتنی بڑی دی، لیکن ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا:

---

[1] أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب البر، باب كيف الامان: ٩/٩٦

میں نے حضور ﷺ کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقشِ قدم پر چلوں، میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کون سا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجے کو پہنچ گئے جو حضور ﷺ نے بتایا؟

انہوں نے کہا: میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں، وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سن کر چل پڑا، جب میں نے پشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔

میں نے کہا: اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔[1]

بزار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا:

اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی۔[2]

ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سعد بن ابی

[1] مسند احمد: ۳/۱۶۶، رقم: ۱۲۲۸٦

[2] حیاۃ الصحابۃ (اردو) مسلمان کے مال اور جان کا احترام کرنا: ۲/۶۸۸

وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے برا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے برا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ میرے بس میں تو ہے نہیں۔[1]

فائدہ: غور کرنے کی بات ہے کہ جن صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں حضور ﷺ جنت کی خوش خبری دیتے ہیں، ان کے کہنے کے مطابق ان کا کوئی خاص عمل نہیں ہے سوا دو گناہوں سے بچنے کے ① حسد ② زبان سے بری بات نکالنا۔

حسد کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ یہ حسد انسان کو غیبت، عیب جوئی، چغل خوری اور بے شمار گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ جب تم اس کی غیبت کرو گے اور اس کے لئے بددعا کرو گے تو تمہاری نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں چلی جائیں گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم جتنا حسد کر رہے ہو، اپنی نیکیوں کے پیکٹ تیار کر کے اس کے پاس بھیج رہے ہو تو اس کا تو فائدہ ہو رہا ہے، اب اگر ساری عمر حسد کرنے والا حسد کرے گا تو وہ اپنی ساری نیکیاں گنوا دے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دے گا۔

اس لئے اس سے بچنے کے لئے بہت اہتمام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس کے ذریعے انسان چاہے تو اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کے خزانے جمع کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو اپنی آخرت برباد کر سکتا ہے، اس لئے حدیث میں زبان کو قابو میں رکھنے اور کم گوئی کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان دو گناہوں سے بچتے رہیں جن سے بچتے ہوئے حضرت سعد

[1] کذافی الکنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ: ۱۳/۱۸۱، رقم: ۳۷۱۱۲

بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری حاصل کر لی۔

رشتہ داروں میں تقسیم کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے اور انہیں اپنے باغوں میں سب سے زیادہ محبوب ''بیرحاء'' باغ تھا جو کہ بالکل مسجدِ نبوی کے سامنے تھا اور اس کا پانی بھی بہت عمدہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔

جب ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔''

آیت نازل ہوئی:

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے اور مجھے اپنے سارے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب ''بیرحاء'' باغ ہے، میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیکی پر مجھے جنت عطا فرمائیں گے اور اس کے اجر کو میرے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے جو مجھے قیامت کے دن کام آئے گا۔

یا رسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: واہ واہ! یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ یہ بڑے نفع والا مال ہے۔

[1] سورۃ آل عمران: آیت ۹۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسے ہی کروں گا۔

چناں چہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[1]

آپ کی دعا

حضرت ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے بھائی کے لئے دعا کرتے تو یہ کہتے:

''جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلَاةَ قَوْمٍ أَبْرَارٍ، لَيْسُوْا بِظَلَمَةٍ وَلَا فُجَّارٍ، يَقُوْمُوْنَ اللَّيْلَ وَيَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ.''[2]

ترجمہ: ''اللہ اس پر ان نیک لوگوں والی رحمتیں نازل فرما جو ظالم اور بدکار نہیں، جو رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کب سے شروع کی؟

سؤال ②: آپ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی تین چیزوں کی دعا فرمائی؟

سؤال ③: ''مسلمان کے بارے میں بدگمانی سے بچنا'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کون سی روایت مروی ہے؟

سؤال ④: آپ نے کتنی عمر پائی اور کس سن ہجری میں آپ کا انتقال ہوا؟

[1] بخاري، كتاب الزكوة، باب الزكوة على الأقارب، رقم: ۱۴۶۱
[2] أخرجه البخاري في الأدب المفرد: ص۹۹۰، رقم: ۶۳۱

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام عبداللہ، ابوبکر کنیت اور والد ماجد کا نام زبیر تھا۔ والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر تھی۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ کافی عرصہ تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ ایسے موقع پر آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لئے مسلمان آپ کی پیدائش سے بہت خوش تھے۔

آپ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت فرمادی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ایسے لوگ بہت کم تھے جنہیں مختلف زبانوں میں عبور حاصل تھا، یہ مقام آپ کو حاصل تھا کہ آپ عربی کے علاوہ اور بھی بہت زبانوں پر مہارت رکھتے تھے۔ آپ بہت بڑے عالم اور بے مثال خطیب تھے۔ آپ عبادت کرتے تو بے جان ستون معلوم ہوتے۔

آپ کے بیانات

آپ کا حج کے موقع پر بہترین خطبہ

حضرت محمد بن عبداللہ ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حج کے موقع پر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خطبہ میں شریک ہوا۔ ہمیں ان کے

بارے میں اسی وقت پتہ چلا جب وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے احرام باندھ کر ہمارے پاس باہر آئے۔ وہ ادھیڑ عمر کے خوب صورت آدمی تھے وہ سامنے سے آرہے تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ امیر المؤمنین ہیں۔ پھر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اس وقت ان پر احرام کی دو سفید چادریں تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو سلام کیا، لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا، پھر انہوں نے بڑی اچھی آواز سے لبیک پڑھا۔ ایسی اچھی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی، پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کی، اس کے بعد فرمایا:

اما بعد! تم لوگ مختلف علاقوں سے وفد بن کر اللہ کے پاس آئے ہو، لہٰذا اللہ پر بھی اس کے فضل سے لازم ہے کہ وہ اپنے پاس وفد بن کر آنے والوں کا اکرام کرے۔ اب جو ان اخروی نعمتوں کا طالب بن کر آیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں تو اللہ سے طلب کرنے والا محروم نہیں رہتا، لہٰذا اپنے قول کی عمل سے تصدیق کرو، کیوں کہ قول کا سہارا عمل ہے اور اصل نیت دل کی ہوتی ہے، ان دنوں میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، کیوں کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

آپ لوگ مختلف علاقوں سے آئے ہیں، آپ لوگوں کا مقصد نہ تجارت ہے اور نہ مال حاصل کرنا اور نہ ہی دنیا لینے کی امید میں آپ لوگ یہاں آئے ہیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لبیک پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر انہوں نے بڑی لمبی گفتگو فرمائی:

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾[1]

ترجمہ: ”حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں“۔

فرمایا: وہ تین مہینے ہیں: شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن۔

[1] سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۷

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾ [1]

ترجمہ: ”سو جو شخص ان میں حج لازم کرلے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش کام کرنا (جائز) ہے۔“ (یعنی بیوی سے صحبت کرنا)

﴿وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [2]

ترجمہ: ”اور نہ کوئی گناہ اور لڑائی جھگڑا (درست) ہے۔“

﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [3]

ترجمہ: ”اور تم جو نیک کام کروگے تو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو، کیوں کہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ﴾ [4]

ترجمہ: ”پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو“ (عرفات ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں حاجی لوگ سورج کے غروب تک وقوف کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں)

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ [5]

ترجمہ: ”تو مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کرکے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو“ (یہ مزدلفہ کے وہ پہاڑ ہیں جہاں حاجی رات کو ٹھہرتے ہیں)

---

۱ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۷
۲ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۷
۳ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۷
۴ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۸
۵ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۸

﴿وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰكُمْ﴾ [1]

ترجمہ: ”اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔“

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ حکم عام نہیں ہے، بل کہ صرف مکہ شہر والوں کے لئے ہے، کیوں کہ مکہ والے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور عرفات نہیں جاتے تھے، اس لئے وہ مزدلفہ سے واپس آتے تھے۔ جب کہ باقی لوگ عرفات جاتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے تو اللہ نے ان کے فعل پر انکار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ [2]

ترجمہ: ”پھر تم سب کو ضروری ہے کہ اسی جگہ ہوکر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں۔“

یعنی وہاں سے واپس آکر اپنے مناسک حج پورے کرو۔ زمانۂ جاہلیت کے حاجیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہوکر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا ذکر کرکے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [3]

ترجمہ: ”تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے، بل کہ اس سے بھی زیادہ، سو بعض لوگ (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (جو کچھ دینا

---

۱ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۸
۲ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۹
۳ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۰۰، ۲۰۱

ہو) دنیا میں دے دیجیے اور ایسے لوگوں کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعض لوگ (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجیے اور آخرت میں بھی بہتری دیجیے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔''

یعنی دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے بھی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت تک تلاوت فرمائی:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾[1]

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو۔''

فرمایا: اس سے ایام تشریق مراد ہیں اور ان دنوں کے ذکر میں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا اور اللہ کی عظمت والے کلمات کہنا سب شامل ہے، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میقات یعنی لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہوں کا ذکر کیا، چناں چہ فرمایا:

مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور عراق والوں کے لئے عقیق ہے اور نجد والوں اور طائف والوں کے لئے قرن ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ اے اللہ! اہلِ کتاب کے کافروں کو عذاب دے جو تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں۔

اے اللہ! انہیں عذاب بھی دے اور ان کے دل بدکار عورتوں جیسے بنا دے۔ اس طرح بہت لمبی دعا کی، پھر فرمایا:

یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ایسے اندھا کر دیا جیسے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا۔ وہ حجِ تمتع کا یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک آدمی مثلاً: خراسان سے

[1] سورة البقرة: آیت ۲۰۳

حج کا احرام باندھ کر آیا تو یہ اس سے کہتے ہیں کہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دو، پھر یہاں سے حج کا احرام باندھ لینا (حالاں کہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر آتا ہے تو وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے اس سے پہلے نہیں)

اللہ کی قسم! حج کا احرام باندھ کر آنے والے کو صرف ایک حالت میں تمتع کی یعنی عمرہ کر کے احرام کھول دینے کی اجازت ہے جب کہ اسے حج سے روک دیا جائے۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لبیک پڑھا اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی اور دن نہیں دیکھا۔[1]

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیان میں فرمایا: اچھی طرح سمجھ لو کہ ''بطنِ عرنہ'' کے علاوہ سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور خوب جان لو کہ ''بطنِ محسر'' کے علاوہ سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔[2]

ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی

حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

میں نے مکہ مکرمہ کے منبر پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے لوگو! حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: اگر ابن آدم کو سونے کی ایک وادی دے دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا، اگر اسے دوسری وادی دے دی جائے تو تیسری کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے سوا

[1] مجمع الزوائد، كتاب الحج، باب الخطبة التروية: ۳/۴۱۷، رقم: ۵۵۳۵

[2] أخرجه ابن جرير في التفسير الطبري: ۲/۳۰۲، رقم: ۳۸۲۹، البقرة: ۱۹۸

اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔
جو اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔[1]

مسجدِ حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں سے لاکھ گنا افضل ہے

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہم لوگوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے۔

اور مسجدِ حرام کی ایک نماز (میری مسجد کی نماز پر) سو گنا فضیلت رکھتی ہے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس طرح مسجدِ حرام کی نماز کو (دوسری مسجد کی نماز پر) لاکھ گنا فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا:

اے ابو محمد! یہ لاکھ گنا فضیلت صرف مسجدِ حرام میں ہے یا سارے حرم میں ہے؟

انہوں نے فرمایا: نہیں سارے حرم میں ہے، کیوں کہ سارا حرم مسجد (کے حکم میں) ہے۔[2]

عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت وہب بن کیسان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٤١٣، رقم: ١١٩٢
[2] أخرجه أبو داؤد الطيالسي: ١٩٥

کے دن عید کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ میں نے انہیں خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا:

اے لوگو! عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ عید کے بعد خطبہ پڑھنا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ طریقہ ہے۔[1]

نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی دعا

حضرت ابو زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، أَهْلُ النِّعْمَةِ وَ الْفَضْلِ وَ الثَّنَاءِ الْحَسَنِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لئے ہے، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت صرف اسی سے ملتی ہے۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، وہ نعمت، فضل اور اچھی تعریف والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ دین پر چل رہے، ہیں چاہے یہ کافروں کو برا لگے۔"[2]

[1] أخرجه أحمد: ٤/٤، رقم: ١٥٦٧٦
[2] أخرجه أحمد: ٤/٥، رقم: ١٥٦٩٠

یومِ عاشورا کے دن روزہ رکھو

حضرت ثور رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

یہ عاشورا (دس محرم) کا دن ہے، اس میں روزہ رکھو، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا حکم دیا ہے۔[1]

آپ کی نصیحتیں

تقویٰ والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں

حضرت وہب بن کیسان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔ امابعد!

"فَإِنَّ لِأَهْلِ التَّقْوٰى عَلَامَاتٌ يُعْرَفُوْنَ بِهَا وَيَعْرِفُوْنَهَا مِنْ أَنْفُسِهِمْ"

تقویٰ والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں۔

"مِنْ صَبْرٍ عَلَى الْبَلَاءِ"

"مصیبت پر صبر کرنا۔"

"وَرِضًى بِالْقَضَاءِ"

"رضا بر قضا (تقدیر پر راضی رہنا)۔"

"وَشُكْرِ النَّعْمَاءِ"

[1] أخرجه أحمد: ٤/٦، رقم: ١٥٦٩٩

"نعمتوں پر شکر کرنا۔"

"وَذُلٍّ لِحُكْمِ الْقُرْآنِ"

"اور قرآن کے حکم کے سامنے جھک جانا۔"

امام کی مثال بازار جیسی ہے۔

جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے۔ اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اس کے پاس چلے گا۔[1]

آپ کی دعا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بادل گرجنے کی آواز سنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ پڑھتے:

"سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ"[2]

ترجمہ: "وہ ذات پاک ہے جس کے خوف سے رعد فرشتہ اور دوسرے فرشتے اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں۔"

پھر فرماتے: یہ زمین والوں کے لئے اللہ کی طرف سے دھمکی ہے۔



[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٤١٢، رقم: ١١٨٧

[2] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب اذا سمع الرعد: ٢١٦، رقم: ٧٢٣

مذاکرہ

سوال ①: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت پر مسلمانوں نے کیوں خوشی کا اظہار کیا؟

سوال ②: حرم میں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت ہے؟

سوال ③: نماز سے فارغ ہونے کے بعد کون سی دعا پڑھی جاتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی دعا بیان کیجیے۔

سوال ④: یوم عاشورا کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟



حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام حسن، ابو محمد کنیت، سیّد لقب اور والد کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا۔ آپ کے نانا محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بہت پیار فرماتے تھے اور کندھوں پر اٹھا کر گھوماتے تھے۔ آپ کے بارے میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی کی ہے کہ میرا بیٹا سعید مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔

چناں چہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے دو بڑے فرقے (ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوسرا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی تو آپ نے ہی خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمایا اور صلح کر لی۔ آپ کے اندر شاعری اور خطابت کا ذوق وشوق کمال درجے کا پایا جاتا تھا۔

آپ صرف ظاہر شکل وصورت میں ہی نہیں، بل کہ اخلاق وعادات اور مزاج کے اعتبار سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، اس وجہ سے آپ کا لقب "شبیہ نبوی" پڑا۔ ۵۰ھ میں آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

آپ کے بیانات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

حضرت ہبیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت علی بن ابی طالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بیان فرمایا:

اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جاسکے اور جنہیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ انہیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے۔ یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں، آپ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔ آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے، اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا، اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمہ اللہ تعالیٰ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔[1]

ایک روایت میں ہے وہ سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑ کر گئے، صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال میں اس ملنے والے وظیفے میں سے بچے ہیں۔ اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔[2]

میں نبوی گھرانے میں سے ہوں

حاکم کی روایت میں ہے کہ میں (یعنی حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نبوی گھرانے میں سے ہوں، حضرت جبرائیل علیہ السلام (آسمان سے) اتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان پر) اوپر جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے:

[1] المنتخب: ۱۶۱/۵، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت حسن بن علی کے بیانات: ۷۴۴/۳

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱۰۵/۱، رقم: ۲۰۱

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾[1]

ترجمہ: ”اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں خوب زیادہ کردیں گے۔“

یہاں نیکی کرنے سے مراد ہمارے سارے گھرانے سے محبت کرنا ہے۔[2]

حضرت ابوجمیلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ بنے۔ ایک مرتبہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ان کی سرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہوگئے اور چند ماہ بیمار رہے۔ پھر کھڑے ہوکر انہوں نے بیان فرمایا: اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم اس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾[3]

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والوں تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً اور باطناً) پاک صاف رکھے۔“

ابن ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے، یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔[4]

[1] سورة الشورىٰ: آيت ۲۳

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، فضائل حسن بن علي: ۲۰۵/۳، رقم: ٤٨٦٧

[3] سورة الأحزاب: آيت ۳۳

[4] كمافي التفسير لابن كثير: ۴۸۶/۳، الاحزاب: ۳۳

سب سے زیادہ سمجھ داری تقویٰ اختیار کرنا ہے

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نخیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: جب یہ (صلح کی) بات طے ہوگئی ہے تو آپ کھڑے ہوکر گفتگو کریں اور لوگوں کو بتادیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کردیا ہے، چناں چہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور منبر پر بیان فرمایا۔ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں اس بیان کو سن رہا تھا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: امابعد!

سب سے زیادہ سمجھ داری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے اور (حضرت) معاویہ کی خلافت کے بارے میں آپ میں اختلاف تھا یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے (حضرت) معاویہ کے واسطے اس لئے چھوڑ دیا تاکہ اس اُمت میں آپس کا معاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں یا کوئی اور اس خلافت کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے تو اب میں نے یہ خلافت اس کے حوالے کردی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝﴾ [1]

ترجمہ: ”اور میں نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔“ [2]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا: امابعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعے (یعنی میرے

[1] سورۃ الانبیاء: آیت ۱۱۱

[2] مجمع الزوائد، کتاب الاحکام، باب فی الصلح: ۲۶۹/۴، رقم: ۷۰۷۴

ذریعے) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے، کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝﴾ [1]

ترجمہ گزر چکا ہے۔ [2]

آپ کی نصیحتیں

آج کے دن کو گزشتہ کل سے بہتر بناؤ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلیتا ہے تو اسے اس کی پروا بھی نہیں ہوتی کہ کون دنیا کو استعمال کررہا ہے۔

دنیا کی طلب والا اس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا مالک ہوتا ہے اور جس کے دل میں دنیا کی طلب نہیں ہوتی اسے تھوڑی دنیا کافی ہوجاتی ہے اور جس کے دل میں طلب ہوتی ہے اسے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا۔

اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگی تو وہ سخت نقصان میں ہے اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اس کا مرجانا ہی بہتر ہے۔ [3]

[1] سورۃ الانبیاء: آیت ۱۱۱

[2] أخرجه ابن جرير في تاريخه، ثم دخلت سنة احدى واربعين، ذكر الخبير: ۱۶۷/۳

[3] كنز العمال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۹۰/۱۶، رقم: ۴۴۲۲۹

علم اور بردباری زینت ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

"إِعْلَمُوْا أَنَّ الْعِلْمَ زِيْنَةٌ"

"یہ جان لو کہ علم اور بردباری زینت ہے۔"

"وَالْوَفَاءُ مُرُوْءَةٌ"

"اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے۔"

"وَالْعَجَلَةُ سَفَهٌ"

"اور جلد بازی بے وقوفی ہے۔"

"وَالسَّفَرُ ضُعْفٌ"

"اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے۔"

"وَمُجَالَسَةُ أَهْلِ الدَّنَاءَةِ شَيْنٌ"

"اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے۔"

"وَمُخَالَطَةُ أَهْلِ الْفِسْقِ رِيْبَةٌ"

"اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔"[1]

لوگوں میں سب سے افضل کون؟

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں:

ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا، لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔

دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں، لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۱۱۴، رقم: ۴۴۳۹۳

حصہ نہیں۔

تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے۔

چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔[1]



سُؤال ①: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا کا کیا نام ہے؟

سُؤال ②: آپ کو شبیہ نبوی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ) کیوں کہا جاتا ہے؟

سُؤال ③: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں کیا پیشن گوئی فرمائی تھی؟

سُؤال ④: سب سے افضل کون ہے؟



[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۱۱۴، رقم: ۴۴۳۹۴

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام معاویہ، ابوعبدالرحمٰن کنیت اور والد کا نام ابوسفیان تھا۔

آپ نے اسلام قبول کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا فرمائی "اے اللہ! معاویہ کو مہدی (ہدایت یافتہ) اور ہادی (ہدایت دینے والا) بنا۔" آپ کو کاتب وحی کا شرف بھی حاصل رہا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد آپ مسلمانوں کے پانچویں خلیفہ راشد رہے۔ آپ دنیاوی جان وجلال کے حصول کے باوجود نہایت درجہ کے صبر اور تحمل مزاج تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے سامنے بڑی بدکلامی کی۔ کسی نے کہا: آپ اسے سزا کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ تقریباً ۱۹ سال تین مہینے تک مسلمانوں کے خلیفہ رہنے کے بعد ۵۹ھ میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہوگئے اور ۶۰ھ کو وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔

آپ کے بیانات

دین کی سمجھ حاصل کرنے سے آتی ہے

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن مدینہ میں بیان فرما رہے تھے اس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ جو چیز دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی مال دار کو اس کی مال داری اللہ کے ہاں کوئی کام نہیں دے سکتی۔

اے لوگو! علم تو سیکھنے سے آتا ہے اور دین کی سمجھ تو حاصل کرنے سے آتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف وہی اللہ سے ڈرتے ہیں جو (اس کی قدرت کا) علم رکھتے ہیں۔

میں نے یہ ساری باتیں (منبر کی) ان لکڑیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں[1]

یہ امت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں بیان فرمایا: میں نے انہیں بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور دیتے تو صرف اللہ ہی ہیں۔

یہ اُمت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور یہ صورت حال اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک ایسے ہی رہے گی۔[2]

حضرت یونس بن حلبس جبلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کو

[1] مسند احمد: ٤/ ٩٣، رقم: ١٦٣٩٧

[2] بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا ...... رقم: ٧١

بطورِ دلیل کے ذکر کیا:

﴿یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ج﴾[1]

ترجمہ: ”اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں ہی تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک۔“

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دعا فرمائی؟

سؤال ②: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صبر اور تحمل مزاج کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

سؤال ③: دین کی سمجھ کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ارشاد فرمایا؟

سؤال ④: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے عرصہ مسلمانوں کے خلیفہ رہے؟



[1] سورۃ آل عمران: آیت ۵۵

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عتبہ، ابو عبداللہ کنیت اور والد کا نام غزوان بن جابر تھا۔ آپ نے ساتویں نمبر پر اسلام قبول فرمایا اور ہجرتِ حبشہ کے قافلے میں بھی شریک رہے۔ آپ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے۔ چناں چہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یہی ذمہ سونپتے۔

آپ ہی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے بصرہ شہر بسایا تھا اور قبیلہ کے لحاظ سے محلّہ وار شہر کو تقسیم فرمایا اور اس کے پہلے والی بھی آپ ہی مقرر ہوئے۔ آپ کے اندر جفاکشی کے ساتھ بے نیازی بھی خوب تھی۔ محتاجی کے خوف سے درختوں کے پتوں پر گزارا کرتے تھے جس کی وجہ سے آنتوں میں زخم پڑ گئے تھے۔ چناں چہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کا والی بنا کر مکہ مکرمہ حج کرنے تشریف لے گئے۔ وہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ”اے اللہ! مجھے بصرہ نہ پہنچا“ دعا قبول ہوئی۔ اونٹ پر سفر کر رہے تھے، اچانک گر پڑے اور فوت ہو گئے۔

آپ کا بیان

دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عتبہ بن غزوان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جارہی ہے۔

دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن کے آخیر میں تھوڑا سا حصہ پانی وغیرہ کا رہ جاتا ہے اور آدمی اسے چوس لیتا ہے۔

تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہان میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہان میں جاؤ۔

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر سال تک جہنم میں گرتا رہے گا، لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی، کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے، لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا۔

میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے، جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی۔ میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کو میں نے اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لنگی بنا لیا۔ ایک زمانے میں تو ہمارے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے۔

میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔

حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے۔[1]

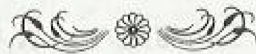
مذاکرہ

سؤال ①: بصرہ شہر کس نے کس کے حکم سے بسایا تھا؟

سؤال ②: حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنتوں پر زخم کیوں پڑ گئے تھے؟

سؤال ③: حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت اور جہنم کے بارے میں کیا بتایا گیا تھا؟

سؤال ④: حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال کیسے ہوا؟



[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ٣/٣١٧، رقم: ٥٢٠٥

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام حذیفہ، ابوعبداللہ کنیت اور والد کا نام رباب تھا۔ آپ کے والد کے خاندان کا تعلق یمن سے تھا، اس وجہ سے آپ کی قوم نے ان کا نام یمان رکھ دیا۔ آپ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوۂ بدر میں شریک ہونے کے لئے مکہ سے نکلے تھے کہ کفار نے راستہ روک لیا، پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا: مدینہ جا رہے ہیں۔

کفار نے کہا: اس شرط پر جانے دیں گے کہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوگے۔

آپ نے عہد کیا۔

مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کے سامنے غزوۂ بدر میں شریک ہونے کے شوق کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے عہد کو قائم کرو۔

آپ کا شمار کبار علماء میں ہوتا تھا۔ قیامت تک ہونے والے انقلابات اور منافقینِ اسلام کا نام حضور ﷺ نے آپ کو بتا دیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کو ''صاحب سرِ رسول'' (یعنی آپ ﷺ کے رازدار) بھی کہا جاتا۔

۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چالیس روز بعد آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کا زہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حذیفہ

بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مؤمن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لئے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مؤمن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔[1]

آپ کے بیانات

قیامت نزدیک آچکی ہے

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن شہر کے گورنر تھے۔ ہمارے اور مدائن کے درمیان ایک فرسخ یعنی تین میل کا فاصلہ تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ مدائن جمعہ پڑھنے گیا، چناں چہ وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: قیامت قریب آگئی اور چاند کے ٹکڑے ہوگئے۔

غور سے سنو! چاند کے تو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔

توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔

غور سے سنو! آج تو تیاری کا دن ہے، کل کو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہے۔ میں نے اپنے والد سے کہا: ان کے نزدیک آگے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۵، رقم: ۹۲۹

انہوں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کون جنت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔[1]

ابن جریر کی روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾[2]

ترجمہ: ''قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا۔''

غور سے سنو! بے شک قیامت قریب آچکی ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا سچ مچ کل لوگوں کا آگے نکلنے میں مقابلہ ہوگا؟ میرے والد نے کہا۔

اے میرے بیٹے! تم تو بالکل نادان ہو! اس سے تو اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مراد ہے۔[3]

شراب بیچنے، خریدنے اور بنانے والے کا گناہ پینے والے کے برابر ہے

حضرت ابوداؤد احمدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائن شہر میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اپنے غلاموں کی کمائی کی تحقیق کرتے رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں سے کما کر تمہارے پاس لاتے ہیں، کیوں کہ حرام سے پرورش پانے والا گوشت کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

اور یہ بات جان لو کہ شراب کا بیچنے والا، خریدنے والا اور اپنے لئے بنانے والا

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٥٠، رقم: ٩٥٤
[2] سورة القمر: آیت ١
[3] كمافي التفسير لابن كثير: ٤/٢٦١، القمر: ١

یہ سب شراب پینے والے کی طرح ہیں۔[1]

آپ کی نصیحتیں

کیا تم لوگ زندوں میں سے مردے کے بارے میں نہیں پوچھتے؟

حضرت ابوطفیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے لوگو! اور لوگ تو حضور ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا، تو کیا تم لوگ زندوں میں سے مردے کے بارے میں نہیں پوچھتے؟ پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کفر سے ایمان کی طرف بلایا، پھر جس کا مقدر اچھا تھا اس نے حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا اور جو لوگ مردہ تھے وہ حق کو قبول کر کے زندہ ہو گئے اور جو زندہ تھے وہ باطل پر چلتے رہنے کی وجہ سے مردہ ہو گئے، پھر (حضور ﷺ کے انتقال سے) نبوت چلی گئی پھر نبوت کے نہج پر خلافت آگئی، اب اس کے بعد ظلم والی بادشاہت ہوگی۔

جوان کے ظلم پر دل، زبان اور ہاتھ سے انکار کرے گا تو وہ پورے حق پر عمل کرنے والا ہوگا اور جو ہاتھ کو روک لے گا اور صرف دل اور زبان سے انکار کرے گا وہ حق کے ایک حصے کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو ہاتھ اور زبان کو روک لے گا اور صرف

[1] كنز العمّال، الثاني، كتاب البيوع، ذيل الحرام: ٤/٥٢، رقم: ٩٨٥٨

دل سے انکار کرے گا وہ حق کے دو حصوں کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو دل سے بھی انکار نہیں کرے گا وہ انسان زندوں میں سے مردہ ہے۔[1]

دل چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے، یہ تو کافر کا دل ہے۔

دوسرا دو منہ والا دل، یہ منافق کا دل ہے۔

تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مؤمن کا دل ہے۔

چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔[2]

فائدہ: دل کی اصلاح کے لئے یہ دعا ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ"[3]

ترجمہ: "اے اللہ! تو میرا دل نفاق سے پاک صاف کردے۔"

فتنہ دلوں میں ڈالا جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فتنہ دلوں میں ڈالا جاتا ہے، تو جس دل میں وہ فتنہ پوری طرح داخل ہوجاتا

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۳، رقم: ۹۱۹
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۴، رقم: ۹۲۴
[3] فيض القدير: ۲/۱۸۰، رقم: ۱۵۲۹

ہے اس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس فتنے سے انکار کرتا ہے اس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے۔

اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اس پر فتنہ کا پورا اثر ہوگیا ہے۔[1]

فتنوں سے دور رہو

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے، کیوں کہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔

فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا، لہٰذا جب تم فتنے کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کردو۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فتنے رک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہوجاتے ہیں، اس لئے اس کی پوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آجائے جن دنوں فتنہ رکا ہوا ہو (مرنے کی

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۰، رقم: ۹۰۸
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۱، رقم: ۹۱۳

کوشش سے مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دعا ہے)۔[1]

حضرت حذیفہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ نے فرمایا:

"إِنَّ الْفِتْنَةَ وُكِّلَتْ بِثَلَاثٍ"

"فتنہ تین آدمیوں کے ذریعے آتا ہے۔"

"بِالْحَادِّ النِّحْرِيْرِ الَّذِيْ لَا يَرْتَفِعُ لَهُ شَيْئٌ إِلَّا قَمَعَهُ بِالسَّيْفِ"

"ایک تو اس ماہر اور طاقت ور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعے جو اٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعے قلع قمع کر دیتا ہے۔"

"وَبِالْخَطِيْبِ الَّذِيْ يَدْعُوْ إِلَيْهَا"

"دوسرے اس بیان والے کے ذریعے جو فتنے کی دعوت دیتا ہے۔"

"وَبِالسَّيِّدِ"

"تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعے۔"

"فَأَمَّا هٰذَانِ فَتَبْطَحُهُمَا لِوُجُوْهِهِمَا، وَأَمَّا السَّيِّدُ فَتَبْحَثُهُ حَتّٰى تَبْلُوَ مَاعِنْدَهُ"

"عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کی بل گرا دیتا ہے، البتہ سردار کو فتنہ خوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔"[2]

دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرو

حضرت اعمش رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ فرمایا کرتے تھے:

[1] أخرجه أبو نعيم في الحية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۴۲/۱، رقم: ۹۱۴

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۴۲/۱، رقم: ۹۱۸

تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں، بل کہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت حذیفہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ کے والد کو یمان کیوں کہا جاتا تھا؟

سُؤال ②: حضرت حذیفہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ کو "صاحب سر رسول" (یعنی آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا رازدار) کیوں کہا جاتا تھا؟

سُؤال ③: دل کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

سُؤال ④: گناہ کا اثر دل پر کیسے پڑتا ہے؟



[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۴۷/۱، رقم: ۹۳۹

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عبداللہ، ابوموسیٰ کنیت اور والد کا نام قیس تھا۔

صدائے عام پر قریب والوں نے اپنے کان بند کر لئے تھے، لیکن آپ یمن سے چل کر آئے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول فرمایا۔ اپنے علاقے کے بہت بڑے رئیس تھے۔ اس وجہ سے اپنے وطن لوٹ کر دعوت و تبلیغ شروع کردی۔ بہت سے لوگ آپ کی دعوت سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ نے آپ کو زیریں یمن کا والی مقرر فرمایا تھا۔

معرکہ صفین میں جب مسلمانوں کے دو فرقوں (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا اختلاف ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ ہی حکم مقرر ہوئے۔

آپ بہت بڑے عالم و زاہد تھے۔ بارگاہ نبوی میں آپ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے جنہیں رسول اکرم ﷺ نے فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔

آپ عمر کے آخری حصے تک احکامِ نبوی کے پاس دار (تابع دار) تھے۔ اور ۴۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

تین مرتبہ اجازت مانگنے پر اجازت نہ ملے تو واپس چلنا چاہیے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین مرتبہ اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہ ملی آخر میں واپس آگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور) فرمایا: آپ اندر کیوں نہیں آئے؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی، لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس آگیا،

کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ واپس چلا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تمہیں اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے؟

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (ہم سب نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے اس لئے) آپ کو یہ حدیث سنانے کے لئے ہم لوگوں میں سے سب سے کم عمر آدمی ہی کھڑا ہوگا۔ میں سب سے چھوٹا تھا، میں نے کھڑے ہوکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔[1]

---

[1] بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثاً: ۹۲۳/۲

آپ کا بیان

دعا میں رویا کرو یا رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو

حضرت قسامہ بن زہیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ میں لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو، کیوں کہ جہنم والے اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے، پھر وہ خون کے اتنے آنسو روئیں گے کہ اگر ان آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل جائیں۔[1]

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا تھا؟

سؤال ②: بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کیا ذمہ داری دی گئی تھی؟

سؤال ③: آپ لوگوں کو کیا بیان فرمایا کرتے تھے؟

سؤال ④: آپ کا انتقال کہاں ہوا؟



[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات، الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار ومن خلفاء بني عبد شمس ......: ۷۷/۳

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارُف

اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام حصین اور اسلام لانے کے بعد عبداللہ تھا، والد کا نام سلام تھا۔ آپ مدینہ منورہ کے ایک بڑے مشہور یہودی عالم تھے۔ آپ جب بھی تورات کی تلاوت کرتے تو ان آیات پر رک کر دیر تک غور وفکر کرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خوش خبری ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور علامات کو پڑھ کر خوشی سے جھوم اٹھتے۔ آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے اتنی عمر عطا فرما کہ میں اس نبی کی زیارت کرسکوں اور سب سے پہلے ان پر ایمان لانے والوں میں سے ہوسکوں۔ اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔

آپ کے بیانات

خلفاء کے قاتل کا ہاتھ قیامت کے دن کٹا ہوا اور شل ہوگا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حجاج بن یوسف سے اندر آنے کی اجازت مانگی، اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اندر جاکر سلام کیا۔ حجاج کے تخت کے قریب دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے، حجاج نے ان سے کہا: انہیں جگہ دے دو۔ انہوں نے مجھے جگہ دے دی، میں وہاں بیٹھ گیا۔ حجاج نے مجھ سے کہا: اللہ نے آپ کے

والد کو بہت خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ کیا آپ وہ حدیث جانتے ہیں جو آپ کے والد نے عبدالملک بن مروان کو آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف سے سنائی تھی؟

میں نے کہا: آپ پر اللہ رحم فرمائے، کون سی حدیث حدیثیں تو بہت ہیں؟

حجاج نے کہا: مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا تھا، ان کے بارے میں حدیث۔

میں نے کہا: ہاں وہ حدیث مجھے معلوم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اندر موجود لوگوں نے ان کے لئے راستہ بنا دیا جس سے وہ اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

السلام عليك يا امير المؤمنين!

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: و عليك السلام يا عبدالله بن سلام! کیسے آنا ہوا؟

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں تو یہ پختہ عزم کر کے آیا ہوں کہ یہاں سے ایسے ہی نہیں جاؤں گا (بل کہ آپ کی طرف سے ان مصریوں سے لڑوں گا) پھر یا تو شہید ہو جاؤں گا یا اللہ آپ کو فتح نصیب فرما دیں گے۔ مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو یہ آپ کے لئے تو بہتر ہوگا، لیکن ان کے لئے بہت برا ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کے اوپر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس ضرور جائیں اور انہیں سمجھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے خیر کو لے آئیں اور شر کو ختم کر دیں۔ حضرت عبداللہ

بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی اور ان مصریوں کے پاس باہر آئے۔ جب مصریوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب ان کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ وہ یہ سمجھے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی خوشی کی بات لائے ہیں۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا، جو ان کی اطاعت کرتا تھا، اسے جنت کی بشارت دیتے تھے اور جو نافرمانی کرتا تھا اسے جہنم سے ڈراتے تھے۔

آخر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والوں کو تمام دین والوں پر غالب کر دیا، اگرچہ یہ بات مشرکوں کو بہت ناگوار گزری۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت سی رہنے کی جگہیں پسند فرمائیں اور ان میں سے مدینہ منورہ کو منتخب فرمایا اور اسے ہجرت کا گھر اور ایمان کا گھر قرار دیا (ہر جگہ سے مسلمان ہجرت کر کے وہاں آتے رہے اور ایمان سیکھتے رہے)۔

اللہ کی قسم! جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک ہر وقت فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے رہتے ہیں، اور جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اللہ کی تلوار آپ لوگوں سے نیام میں ہے (یعنی مسلمان قتل نہیں ہو رہے ہیں) پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا، لہٰذا جسے ہدایت ملی اسے اللہ کے دینے سے ملی اور جو گمراہ ہوا واضح اور کھلی دلیل کے آنے کے بعد گمراہ ہوا۔ پہلے زمانے میں جو بھی نبی شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ستر ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے۔ ان میں سے ہر ایک اس نبی کے بدلے میں قتل ہوا اور جو بھی خلیفہ شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ۳۵ ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے، ان میں سے ہر ایک اس خلیفہ

کے بدلے میں قتل ہوا، لہٰذا تم جلد بازی میں کہیں ان بڑے میاں (حضرت عثمان) کو قتل نہ کردو۔

اللہ کی قسم! تم میں سے جو آدمی بھی انہیں قتل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس حال میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا اور شل ہوگا۔

اور یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے پر جتنا حق ہوتا ہے اتنا ہی ان بڑے میاں (حضرت عثمان) کا تمہارے اوپر ہے۔

راوی کہتے ہیں: یہ سن کر وہ سارے باغی کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: یہودی جھوٹے ہیں، یہودی جھوٹے ہیں (چوں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے، اس لئے بطور طعنے کے انہوں نے ایسا کہا) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔

اللہ کی قسم! یہ بات کہہ کر تم گنہگار ہوگئے ہو۔ میں یہودی نہیں ہوں میں تو مسلمان ہوں۔ یہ بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور سارے مؤمن جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ہے:

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾[1]

ترجمہ: ”آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (تورات) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔“

(جس کے پاس گزشتہ آسمانی کتاب کا علم ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے دوسرے یہودی علماء ہیں جو تورات کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے) اور میرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی

[1] سورۃ الرعد: آیت ۴۳

نازل فرمائی ہے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾[1]

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجیے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن من جانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو۔“

پھر راوی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[2]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کون سے دین پر تھے؟

سوال ②: کس کے محاصرے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا تھا؟

سوال ③: آپ نے کیا بیان فرمایا تھا؟

سوال ④: کون سے سن ہجری میں آپ کی رحلت ہوئی؟



[1] سورۃ الاحقاف: آیت ۱۰

[2] مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فیما کان من امرہ ووفاتہ: ۹/۷۲، رقم: ۱۴۵۴۷

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام حسین، ابوعبداللہ کنیت، سیّد شباب اہل الجنۃ لقب اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے تھے۔ آپ کی ذات جرأت وصداقت، عزم وعمل اور ایثار سے عبارت تھی۔ عہدِ نبوی اور عہدِ شیخین (ابوبکر وعمر کے زمانے) میں آپ چھوٹے تھے، اس وجہ سے جنگوں میں شرکت نہ کر سکے، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مکمل جوان ہو چکے تھے۔ اس وقت بہت سے جنگوں میں شریک ہوئے اور اپنے مجاہدانہ کارنامے دکھائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفہ بنا۔ انہوں نے آپ سے زبردستی بیعت لینی چاہی۔ آپ نے ذرا تامل کیا۔ دوسری طرف اہلِ کوفہ نے آپ کو امام وامیر بنانے کا عندیہ دیا۔ آپ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا، تاہم آپ پرعزم تھے اور اہلِ کوفہ کی دعوت پر وہاں پہنچے، جا کر اندازہ ہوا کہ آپ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور گھیرے گئے۔ تین دن تک آپ پر پانی بند کیا گیا اور دس محرم الحرام (یوم عاشورا) کو کربلا میں شہید کئے گئے۔

آپ کے بیانات

مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے

حضرت محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑاؤ ڈالا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے، لہٰذا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لئے لشکر آ گیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہو گئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں سے صرف اتنا رہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصے میں رہ جایا کرتا ہے۔ بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضرِ صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے، جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل سے رکا نہیں جا رہا (ان حالات میں) مؤمن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا ہوں۔[1]

حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ کی سزا

حضرت عقبہ بن ابی العیزار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "بیضہ" مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہو گا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری، ذکر الخبر عما کان فیہا من الاحداث: ۳۰۷/۳

غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے۔ مالِ غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔

تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے۔ اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لئے میں بہترین نمونہ ہوں۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لئے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے، بل کہ تم لوگ تو ایسا میرے والد، میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔

جو تم لوگوں سے دھوکا کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا۔

جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عن قریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا۔ تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1]



[1] تاریخ ابن جریر طبری، ذکر الخبر عما کان فیها من الاحداث ۳۰۷/۳

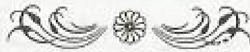
مذاکرہ

سؤال ①: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لقب عطا فرمایا تھا؟

سؤال ②: زندگی میں دنیا کی کتنی مقدار رہ گئی ہے؟

سؤال ③: ظالموں کے بارے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ارشاد منقول ہے؟

سؤال ④: آپ کی شہادت کیسے ہوئی؟



حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام یزید اور والد کا نام شجرہ تھا۔ قبیلہ مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ تیر تلوار سے بچپن ہی سے شغف تھا۔ عہدِ رسالت کے آخری زمانے میں اسلام قبول کیا، اس وجہ سے غزوات میں اپنے کارنامے نہ دکھا سکے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اکثر مہمات آپ ہی کی قیادت میں بھیجے جاتے تھے۔ ۳۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو حج کا امیر بھی بنایا تھا۔

۵۵ھ میں رومیوں کے مقابلے میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

آپ کے بیانات

تلواریں جنت کی چابیاں ہیں

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں یاد رکھو اور اللہ کی یہ نعمتیں کتنی اچھی ہیں ہم سرخ، سبز اور زرد رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہے ہیں اور گھروں میں جو سامان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

حضرت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگ نماز کے لئے صفیں

بنا لیتے ہیں اور لڑائی کے لئے صفیں بنا لیتے ہیں تو آسمان کے، جنت کے اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں سجائی جاتی ہیں اور وہ جھانک کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جب آدمی آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں:

اے اللہ! اس کی مدد فرما۔

جب آدمی پیٹھ پھیرتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں:

اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔

لہٰذا تم پورے زور سے جنگ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو رسوا نہ کرو کیوں کہ جب خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اس نے جتنے گناہ کئے ہوتے ہیں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور دو حوریں آسمان سے اترتی ہیں اور اس کے چہرے کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں: ہم سے ملاقات کا وقت آگیا ہے۔

وہ شہید کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے۔ پھر اسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں جو بنی آدم کی بنائی کے نہیں ہوتے، بل کہ جنت کی پیداوار کے ہوتے ہیں اور وہ اتنے باریک اور لطیف ہوتے ہیں کہ وہ سو جوڑے دو انگلیوں کے درمیان رکھ دیئے جائیں تو سارے جوڑے دونوں انگلیوں کے درمیان آجائیں اور حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔[1]

جہنم کے خوف ناک مناظر

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت یزید بن شجرہ رہاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] مجمع الزوائد، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الشهادة وفضلها: ۳۸۲/۵، رقم: ۹۵۲۲

شام کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں لشکروں کا امیر بنایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرمائی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں بھی وہ سیاہ، سرخ، سبز اور سفید رنگ برنگی نعمتیں نظر آجائیں گی جو مجھے نظر آ رہی ہیں۔ تم لوگوں کے نام، نشانیاں، حلیے، تنہائی کی باتیں اور مجلسیں سب چیزیں اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی سے کہا جائے گا: اے فلانے! یہ تیرا نور ہے اور کسی سے کہا جائے گا: اے فلانے! تیرے لئے کوئی نور نہیں ہے۔

جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے، ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے، وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں۔

جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ۔ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ یہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چھڑایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے۔

اور جہنم والوں پر خارش کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی، فرشتہ کہے گا:

اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟

وہ کہے گا: ہاں۔

فرشتہ کہے گا: تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلے میں ہے۔[1]

[1] أخرجه الحاكم، في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ۶۰۶/۳، رقم: ۶۱۶۲

مذاکرہ

سؤال ①: عہد نبوی ﷺ میں حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں کارنامے نہ دکھا سکے؟

سؤال ②: جہنم کے خوف ناک مناظر بیان کیجیے؟

سؤال ③: مجاہدین کے آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے وقت حوریں کیا کہتی ہیں؟

سؤال ④: حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے جام شہادت نوش فرمایا؟



حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عمیر، نسیج وحدہٗ (یکتا و یگانہ) لقب اور آپ کے والد کا نام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ کم سن ہونے کے باوجود پیادہ جہاد میں تشریف لے جاتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ فتوحاتِ شام میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو ایک لشکر کا افسر بنا کر بھیجا۔ فضل و کمال اور اخلاق میں اعلیٰ معیار کے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب (یگانہ و یکتا) پڑا۔

ایک مرتبہ جلاس نے کہا: اگر محمد اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا: وہ ضرور سچے ہیں البتہ تم گدھے سے بھی بدتر ہو۔ اس پر جلاس نے آپ کی کفالت بند کردی، کیوں کہ آپ اس وقت بچے تھے اور آپ کی کفالت اس نے اپنے ذمے لی تھی۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاس سے پوچھا تو اس نے انکار کیا۔ اس کے جواب میں قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے تیرے کان نے ٹھیک سنا۔

آپ کی سادگی

حضرت عنترہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ وہاں ایک سال رہے، لیکن اس عرصہ میں ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنے کاتب سے فرمایا: عمیر کو خط لکھو۔ اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیر نے ہم سے خیانت کی ہے۔ (خط کا مضمون یہ تھا)

”جوں ہی میرا یہ خط تمہیں ملے میرے پاس آجاؤ اور میرا خط پڑھتے ہی تم وہ سارا مال ساتھ لے کر آؤ جو تم نے مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے جمع کر رکھا ہے۔“

(خط پڑھتے ہی حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل پڑے اور) حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا چمڑے کا تھیلا لیا اور اس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھا اور اپنا چمڑے کا لوٹا (غالبًا تھیلے سے باندھ کر) لٹکا لیا اور اپنی لاٹھی لی اور حمص سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو رنگ بدلا ہوا تھا، چہرہ غبار آلود تھا اور بال لمبے ہوچکے تھے۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا: السلام علیکم یا امیر المؤمنین و رحمة الله و برکاته!

غیبت سے بچنے اور بچانے کا اہتمام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کا کیا حال ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ میرا کیا حال دیکھ رہے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ میں صحت مند پاک خون والا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جس کی باگ پکڑ کر میں اسے کھینچ کر لایا ہوں۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے ساتھ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھتا ہوں۔ پیالہ میں کھا بھی لیتا ہوں اور اسی میں اپنا سر اور اپنے کپڑے دھولیتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں اور میری ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن سامنے آجائے تو اسی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! دنیا میرے اس سامان کے پیچھے ہے (یعنی میری

ساری ضروریات اسی سامان سے پوری ہوجاتی ہیں) پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا تم وہاں سے پیدل چل کر آئے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا تمہارا وہاں (تعلق والا) کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کے لئے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا: وہاں والوں نے مجھے سواری دی نہیں اور میں نے ان سے مانگی نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ برے مسلمان ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو (کہ انہوں نے اپنے گورنر کا ذرا خیال نہیں کیا)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے عمر! آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبت سے منع کیا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے (اور جو صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے)۔

ہمارے لئے کتنا مال لائے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا؟''

اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے کہ میں نے تم کو جس چیز کی وصولی کے لئے بھیجا تھا وہ کہاں ہے۔ اور وہاں تم نے کیا کیا؟

انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کیا پوچھ رہے ہیں (میں سمجھ نہیں سکا؟)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (تعجب سے) فرمایا: سبحان اللہ! (سوال تو بالکل واضح ہے) حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ نہ بتانے سے آپ غمگین ہوجائیں گے تو میں آپ کو نہ بتاتا۔ آپ نے مجھے جس علاقے میں بھیجا تھا وہاں پہنچ کر میں نے نیک لوگوں کو جمع کیا اور مسلمانوں سے مالِ غنیمت جمع کرنے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا۔ جب وہ جمع کر کے لے آئے تو میں نے وہ سارا مال صحیح مصرف

پر خرچ کر دیا۔ اگر اس میں شرعاً آپ کا حصہ بھی ہوتا تو میں وہ آپ کے پاس ضرور لے کر آتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو کیا تم ہمارے پاس کچھ نہیں لائے؟

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (یہ تو بہت اچھے گورنر ہیں کچھ لے کر نہیں آئے ہیں) عمیر کے لئے (گورنر حمص کا) عہد نامہ پھر لکھ دو۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اب میں نہ آپ کی طرف سے گورنر بننے کے لئے تیار ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی اور کی طرف سے۔ کیوں کہ اللہ کی قسم! میں (اس گورنری میں) خرابی سے بچ نہ سکا۔ میں نے ایک نصرانی سے (امارت کے زعم میں) کہا تھا:

اے فلانے! اللہ تجھے رسوا کرے (اور ذمی کو تکلیف پہنچانا برا کام ہے) اے عمر! آپ نے مجھے گورنر بنا کر ایسی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے خطرے میں ڈال دیا ہے۔

اے عمر! میری زندگی کے سب سے برے دن وہ ہیں جن میں میں آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا (اور دنیا سے چلا نہیں گیا) پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنے گھر واپس آگئے۔ ان کا گھر مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔

جب حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیر نے ہم سے خیانت کی ہے (یہ حمص سے ضرور مال لے کر آئے ہیں جسے اپنے ساتھ میرے پاس نہیں لائے، بل کہ سیدھے اپنے گھر بھیج دیا ہے)

آپ کا امتحان

حارث نامی ایک آدمی کو سو دینار دے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ دینار لے جاؤ۔ جا کر عمیر کے ہاں اجنبی مہمان بن کر ٹھہرو۔ اگر ان کے گھر میں فراوانی دیکھو تو ایسے ہی میرے پاس واپس آجاؤ اور اگر تنگی کی سخت حالت دیکھو تو انہیں یہ سو دینار دے دینا۔

حضرت حارث گئے، وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوار کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھے اپنی قمیض سے جوئیں نکال رہے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (سلام کا جواب دیا اور) کہا: اللہ آپ پر رحم کرے۔ آجاؤ ہمارے مہمان بن جاؤ۔ چناں چہ وہ سواری سے اتر کر ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا مدینہ سے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: آپ نے امیر المؤمنین کو کس حال میں چھوڑا؟

انہوں نے کہا: اچھے حال میں تھے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا امیر المؤمنین شرعی حدود قائم نہیں کرتے ہیں؟

انہوں نے کہا: ان کے بیٹے سے ایک گناہ کبیرہ ہوگیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حدِ شرعی قائم کی تھی اور اسے کوڑے لگائے تھے جس سے اس کا انتقال ہوگیا تھا۔ (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس واقعے کے ایک ماہ بعد طبعی موت

سے ان کا انتقال ہوا) حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اے اللہ! عمر کی مدد فرما، جہاں تک میں جانتا ہوں وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چناں چہ وہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تین دن مہمان رہے۔ ان کے ہاں صرف جو کی ایک روٹی ہوتی تھی جسے وہ حضرت حارث کو کھلا دیا کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ آخر جب فاقہ بہت زیادہ ہوگیا تو انہوں نے حضرت حارث سے کہا: تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو فاقے پر فاقے آ گئے، اگر تم مناسب سمجھو تو کہیں اور چلے جاؤ۔

اس پر حضرت حارث نے وہ دینار نکال کر ان کو دیئے اور کہا: امیر المؤمنین نے یہ دینار آپ کے لئے بھیجے ہیں، آپ انہیں اپنے کام میں لائیں۔ بس دینار دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور انہوں نے کہا: مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، انہیں واپس لے جاؤ۔

ان کی بیوی نے کہا: واپس نہ کرو لے لو۔ آپ کو ضرورت پڑ گئی تو اس میں خرچ کر لینا ورنہ مناسب جگہ خرچ کر دینا (ضرورت مندوں کو دے دینا)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اللہ کی قسم! میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں میں ان کو رکھ لوں۔ اس پر ان کی بیوی نے اپنی قمیض کے نیچے کا دامن پھاڑ کر انہیں ایک ٹکڑا دیا جس میں انہوں نے وہ دینار رکھ لئے اور فوراً گھر سے باہر گئے اور شہداء اور فقراء میں سب تقسیم کر دیئے اور گھر واپس آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد یعنی حضرت حارث کا خیال تھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو بھی دیناروں میں سے کچھ دیں گے (لیکن ان کو کچھ نہ دیا) اور ان سے کہا: امیر المؤمنین کو میرا سلام کہنا۔

چناں چہ حضرت حارث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟

حضرت حارث نے کہا: میں نے بڑا سخت حال دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: انہوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟

حضرت حارث نے کہا: مجھے پتہ نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے، ملتے ہی خط رکھنے سے پہلے ہی میری طرف چلے آؤ۔

سو دینار آخرت کے لئے بھیج دینا

چناں چہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ نے ان دیناروں کا کیا کیا؟

انہوں نے کہا: میری مرضی میں جو آئی میں نے کیا۔ آپ ان دیناروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم نے ان کا کیا کیا ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے ان کو اپنے لئے اگلے جہان میں بھیج دیا ہے (یعنی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، اور حکم دیا کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک وسق (یعنی پانچ من دس سیر) غلہ اور دو کپڑے دیئے جائیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ میں گھر میں دو صاع (یعنی سات سیر) جو چھوڑ کر آیا ہوں اور ان دو صاع کے کھانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اور رزق پہنچا دیں گے۔ چناں چہ غلہ تو لیا نہیں۔

البتہ دونوں کپڑے لے لئے اور یوں کہا: فلانی ام فلاں کے پاس کپڑے نہیں ہیں (اسے دے دوں گا) اور اپنے گھر واپس آ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا اور ان کے لئے خوب دعائے رحمت و مغفرت کی۔

پھر (ان کو دفن کرنے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل (مدینہ کے قبرستان) جنت البقیع گئے اور آپ کے ساتھ اور لوگ بھی پیدل چل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو اور تمنا ظاہر کرے۔

چناں چہ ایک آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو اور میں اس سے خرید خرید کر اتنے اتنے غلام اللہ کے لئے آزاد کروں۔

دوسرے نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو جسے میں اللہ کے راستے میں خرچ کروں۔

تیسرے نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اتنی جسمانی طاقت مل جائے کہ میں خود زمزم سے ڈول نکال نکال کر بیت اللہ کے حاجیوں کو زمزم پلاؤں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا آدمی ہو جسے میں مسلمانوں کے مختلف کاموں میں اطمینان سے لگا سکوں۔[1]

۱؎ أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۱٤/۱، رقم: ۸۲٦

آپ کا بیان

اسلام جب ہی مضبوط رہے گا جب عدل وانصاف قائم ہوگا

حضرت سعید بن سوید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کے گورنر تھے، وہ منبر پر فرمایا کرتے تھے:

غور سے سنو! اسلام کی ایک مضبوط دیوار ہے اور اس کا ایک مضبوط دروازہ ہے۔ اسلام کی دیوار عدل وانصاف ہے اور اس کا دروازہ حق ہے، لہٰذا جب دیوار توڑ دی جائے گی اور دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں گے تو اسلام مفتوح ہوجائے گا۔ جب تک سلطان قوی ہوگا اسلام مضبوط رہے گا اور سلطان کی قوت تلوار سے قتل کرنے یا کوڑے مارنے سے نہیں ہے، بل کہ حق کے فیصلے کرنے اور عدل وانصاف کرنے سے ہے۔[1]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "نسیج وحدہ" کیوں پڑا؟

سوال ②: اسلام کی مضبوطی کے بارے میں حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا بیان فرمایا؟

سوال ③: حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی کے احوال بیان کیجیے۔

سوال ④: آپ کی وفات کب ہوئی؟

---

[1] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، طبقة الثانية من المهاجرين والانصار، ومن بنی عمرو: ۳/۳۶۲، رقم: ۵۷٤

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عامر، ابوعبیدہ کنیت، امین الامۃ لقب تھا اور والد کا نام عبداللہ تھا، لیکن دادا کی طرف منسوب کرکے لوگ ابن جراح کہتے تھے۔ آپ ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ غزوۂ بدر میں آپ کے والد مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے تو آپ نے ہی اپنے والد کا کام تمام کیا۔

اگرچہ مسلم سپہ سالاروں میں آپ کا نام بہت ہی اونچا ہے، لیکن اس کے علاوہ حضور ﷺ آپ کو دعوت وتعلیم کے لئے بھی بھیجتے تھے۔ آپ ہی کو حضور اکرم ﷺ نے "امت کے امین" کا لقب دیا تھا۔

۱۸ھ میں شام کے طاعون "عمواس" میں آپ شہید ہوئے۔ ۵۸ برس عمر پائی۔

آپ کا زہد

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنالئے وہ آپ نے کیوں نہیں بنالئے؟

انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! قبر تک پہنچنے کے لئے یہ سامان بھی کافی ہے اور حضرت معمر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک

شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استقبال کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا بھائی کہاں ہے؟

لوگوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟

انہوں نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لوگوں نے کہا: وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے۔ چناں چہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ۔ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

آپ کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط

حضرت محمد بن سوقہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت نعیم بن ابی ہند رحمہ اللہ تعالیٰ میرے پاس آئے۔ انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

"ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب کے نام، سلام علیك! امابعد! ہم تو شروع سے ہی آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب تو آپ پر کالے اور گورے یعنی عرب وعجم کے تمام افرادِ اُمّت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ آپ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے اور کم مرتبہ والے، دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو عدل میں اس کا حصہ ملنا چاہیے۔

اے عمر! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں۔ ہم آپ

[1] اخرجه ابونعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۱۴۶، رقم: ۳۲۵

کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل (خوف کے مارے) خشک ہو جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام (انسانوں کی) دلیلیں فیل ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہوگا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہوگی۔ سب اس کی رحمت کی امید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔

ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس اُمّت کا آخر زمانے میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا آپ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں، کیوں کہ ہم نے یہ خط صرف آپ کی خیر خواہی کے جذبے سے لکھا ہے۔ والسلام علیك۔"[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات کو یہ خط لکھا:

"عمر بن خطاب کی طرف سے ابوعبیدہ اور معاذ کے نام، سلام علیکما! امابعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھ پر کالے اور گورے یعنی عرب وعجم تمام افرادِ اُمّت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۷، رقم: ۴۴۲۰۱

میں سے ہر ایک کو عدل میں اس کا حصہ ملنا چاہیے۔

آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمر! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی مدد سے ہی عمر صحیح چل سکتا ہے، اور غلطی سے بچ سکتا ہے، اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے ہیں جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام امتیں ڈرائی گئی ہیں، اور بہت پہلے سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن رات میں وقت مقرر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دور کو نزدیک کر رہا ہے، اور ہر نئے کو پرانا کر رہا ہے، اور ہر وعدے کو لا رہا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔

آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ اس امت کا آخر زمانے میں اتنا برا حال ہوجائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن، لیکن نہ تو آپ ان برے لوگوں میں سے ہیں اور نہ یہ وہ برا زمانہ ہے اور یہ تو اس زمانے میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہوگا، لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا۔

آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا ہے میں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھوں اور یہ کہ آپ دونوں نے یہ خط صرف میری خیر خواہی کے جذبے سے لکھا ہے، آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔ لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں، کیوں کہ میں آپ

دونوں (کی نصیحتوں) کا محتاج ہوں، آپ لوگوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ والسلام علیکما۔"[1]

آپ کی نصیحتیں

پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے ختم کرو

حضرت نمران بن مخمر ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر میں چلتے ہوئے فرمانے لگے:

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجلا اور سفید کر رہے ہیں، لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔

غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں۔

"إِدْرَءُوا السَّيِّاتِ الْقَدِيْمَاتِ بِالْحَسَنَاتِ الْحَدِيْثَاتِ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ عَمِلَ مِنَ السَّيِّئَاتِ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً لَعَلَتْ فَوْقَ سَيِّئَاتِهِ حَتّٰى تَقْهَرَهُنَّ"

ترجمہ: "پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے ختم کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کرلے جس سے زمین وآسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آجائے گی۔"[2]

---

[1] كنز العمال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۶۷/۱۶، رقم: ۴۴۲۰۱

[2] أخرج أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۱۴۶، رقم: ۳۲۷

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر اردن میں ہے۔ جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا:

میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں، اگر تم اسے قبول کروگے تو ہمیشہ خیر پر رہوگے:

1. نماز کو قائم کرو۔
2. زکوٰۃ ادا کرو۔
3. رمضان کے روزے رکھو۔
4. صدقہ خیرات دو۔
5. حج اور عمرہ کرتے رہو۔
6. ایک دوسرے کو وصیت کرو۔
7. اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو اور۔
8. دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔

اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے، لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوگیا۔

پھر حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر فرمایا:

اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو، کیوں کہ جو بندہ بھی

گناہوں سے توبہ کرکے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کردے، لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا۔ وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا، کیوں کہ بندہ اپنے قرضے کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا۔ تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے اسے چاہیے کہ وہ خود جاکر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے۔ کسی مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہیے، کیوں کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[1]

مؤمن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے

حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

مؤمن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نامعلوم کتنی مرتبہ اِدھر اُدھر پلٹتا رہتا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہوکر چلے)۔[2]

آپ کی وصیت

حضرت سعید بن مسیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: جب حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جتنے مسلمان وہاں تھے ان کو بلا کر فرمایا:

"إِنِّيْ مُوْصِيكُمْ بِوَصِيَّةٍ إِنْ قَبِلْتُمُوْهَا لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ: أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَصُوْمُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ، وَتَصَدَّقُوْا، وَحُجُّوْا، وَاعْتَمِرُوْا، وَتَوَاصَوْا، وَنَصَحُوْا لِأُمَرَائِكُمْ وَلَا تَغُشُّوْهُمْ وَلَاتُلْهِكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّ امْرَأً لَوْ عُمِّرَ أَلْفَ حَوْلٍ مَاكَانَ لَهٗ بُدٌّ مِنْ أَنْ يَّصِيْرَ إِلٰى مَصْرَعِيْ هٰذَا الَّذِيْ تَرَوْنَ إِنَّ

[1] کذافی منتخب الکنز: ۷٤/٥، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت ابوعبیدہ کی نصیحتیں: ۷۹۲/۳

[2] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١٤٧/١، رقم: ٣٢٨

اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْمَوْتَ عَلٰی بَنِي آدَمَ فَهُمْ مَيِّتُوْنَ"

ترجمہ: "میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے اسے مان لیا تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور وہ یہ ہے کہ نماز قائم کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو (نیکی کی) تاکید کرتے رہو، اور اپنے امیروں کے ساتھ خیر خواہی کرو، اور ان کو دھوکہ مت دو، اور دنیا تمہیں (آخرت سے) غافل نہ کرنے پائے کیوں کہ اگر انسان کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے تو بھی اسے (ایک نہ ایک دن) اس ٹھکانے یعنی موت کی طرف آنا پڑے گا۔ جسے تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے مرنا طے کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ سب ضرور مریں گے۔

"فَأَكْيَسُهُمْ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهٖ ...... وَأَعْمَلُهُمْ لِيَوْمِ مَعَادِهٖ ...... وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ يَا مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ صَلِّ بِالنَّاسِ"

ترجمہ: "اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرے اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ! معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو (میری جگہ) نماز پڑھاؤ۔"

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

"اے لوگو! تم اللہ کے آگے اپنے گناہوں سے توبہ کرو، کیوں کہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے (قیامت کے دن) اللہ سے ملے گا تو اللہ کے ذمہ اس کا حق ہوگا کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دیں اور جس کے

ذمہ قرضہ ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے، کیوں کہ بندہ اپنے قرضہ کی وجہ سے بندھا رہے گا۔ (جب تک اسے ادا نہیں کرے گا اللہ کے ہاں اسے چھوٹ نہیں ملے گی) اور جس کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع تعلق کر رکھا ہوا سے چاہیے کہ وہ اس سے مل کر صلح کر لے۔

اے مسلمانو! تمہیں ایک ایسے آدمی کی موت کا صدمہ پہنچا ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ ان سے زیادہ نیک دل، ان سے زیادہ شر و فساد سے دور رہنے والا، ان سے زیادہ عوام سے محبت کرنے والا اور ان سے زیادہ خیر خواہی کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا، لہٰذا ان کے لئے نزولِ رحمت کی دعا کرو اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرو۔"[1]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا تھا؟

سوال ②: آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لقب عطا فرمایا تھا؟

سوال ③: آپ نے مؤمن کے دل کی کیا مثال دی ہے؟

سوال ④: آپ کی شہادت کہاں ہوئی؟



[1] أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ۳/۳۲۰، رقم: ۵۲۱۴

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا مجوسی نام ''مابہ'' تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سلمان رکھا۔ آپ کے والد ابوذخشان آپ سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس لئے لڑکیوں کی طرح آپ کو گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہیں دیتا تھا، لیکن آپ کے دل میں حق کی حرارت جاگی اور اس کی تلاش میں نکل پڑے، پہلے گرجا تشریف لے گئے، مگر یہ پادری بڑا بداخلاق تھا، اس کے انتقال کے بعد دوسرا پادری اس گرجا گھر کا متولی بنا وہ اچھا تھا۔ وہ آپ سے بہت پیار کرتا تھا، مرتے وقت اس نے آپ کو موصل کا پتہ دیا۔ وہاں سے نصیبین پھر نصیبین سے عموریہ پہنچے۔

وہاں غلام بنے اور دوسروں کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ پھر آپ کا یہودی آقا آپ کو مدینہ لے آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے تو فوراً خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ غلامی کے سبب غزوۂ بدر اور احد میں شریک نہ ہوسکے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد دوسرے تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اہلِ بیت میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ''مدائن'' کے گورنر بھی مقرر ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

آپ کا زہد

حضرت عطیہ بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ حضرت

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے، ان سے مزید کھانے کا اصرار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میرے لئے یہی کافی ہے، میرے لئے یہی کافی ہے، کیوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔ اے سلمان! دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت (کہ مومن اللہ تعالیٰ کے احکام کا خود کو پابند کر کے چلتا ہے اور کافر اپنی مرضی پر چلتا ہے)۔[1]

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال سے پانچ ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وہ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے۔ ان کا ایک چغہ تھا جس کے کچھ حصے کو نیچے بچھا کر باقی کو اوپر اوڑھ لیا کرتے تھے اور اسی چغے کو پہن کر لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے، جب انہیں وظیفہ ملتا تو اسے اسی وقت آگے خرچ کر دیا کرتے، اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے تھے اور اس کی کمائی سے گزارہ کرتے تھے۔[2]

حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے لوگوں کو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرمایا: اے ابوعبداللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا میں تمہارے لئے ایک کمرہ نہ بنادوں؟

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بری لگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

ذرا ٹھہرو تو سہی سن تو لو میں تمہارے لئے کیسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں؟ میں

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۲۵۶/۱، رقم: ٦٢٦

[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۲۵۵/۱، رقم: ٦٢٣

تمہارے لئے ایسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں کہ جب تم اس میں لیٹو تو تمہارا سر چھت کو لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تو میرے دل میں رہتے ہو یعنی اب تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔[1]

مہمان کا اکرام کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رکھ دیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابوعبداللہ! اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں؟

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔[2]

فائدہ: مہمان کی عزت اور مناسب خاطر داری ایمان کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے جس کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ"

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٦٠، رقم: ٦٣٩
[2] أخرجه الحاكم، فى المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ٤/٢٦، رقم: ٦٦٢١

ترجمہ: "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔"[1]

مہمان کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کیا جائے۔ اس کو اچھی جگہ بٹھایا جائے، اس کے لئے تکیہ رکھا جائے، اگر کھانے کا وقت ہو تو بقدر استطاعت کھانے سے اس کی تواضع کی جائے۔ بل کہ ایک حدیث کی رو سے یہ بھی مہمان کا حق ہے کہ اگر استطاعت ہو تو پہلے دن اس کے لئے کوئی خصوصی کھانا تیار کیا جائے جس کو حدیث میں "جائزہ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[2]

البتہ ان تمام باتوں میں محض رسمیات، نام و نمود اور تکلفات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مہمان کے اکرام کا سب سے اول مطلب یہ ہے کہ اس کو آرام پہنچانے کی فکر کی جائے، لہٰذا اگر اسے کھانے سے تکلیف ہو تو محض رسم کی خاطر کھانے پر اصرار کرنا اکرام کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں اس کا اکرام یہی ہے کہ اس کے آرام اور منشاء کو مدنظر رکھا جائے۔

دوسری طرف مہمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ میزبان پر ناواجبی بوجھ نہ ڈالے اور اتنی دیر اس کے پاس نہ ٹھہرے جس سے اس پر بار ہونے لگے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔[3]

آپ کی نصیحتیں

مجھے تین آدمیوں پر ہنسی اور تین چیزوں پر رونا آتا ہے

حضرت جعفر بن برقان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی کہ

[1] كتاب الايمان، باب الحث على اكرام الجار والضيف، رقم: ٤٧
[2] مسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة، ونحوها، رقم: ٤٨
[3] مسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها، رقم: ٤٨

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"أَضْحَكَنِي ثَلَاثٌ وَأَبْكَانِي ثَلَاثٌ"

"مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔"

"ضَحِكْتُ مِنْ مُّؤَمِّلِ الدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهُ"

"ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگا رہا ہے، حالاں کہ موت اسے تلاش کر رہی ہے۔"

"وَغَافِلٍ لَّا يُغْفَلُ عَنْهُ"

"دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔"

"وَضَاحِكٍ مِّلْأَفِيْهِ لَا يَدْرِيْ أَمُسْخِطٌ رَبَّهُ أَمْ مُرْضِيْهِ"

"تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔"

"وَأَبْكَانِي ثَلَاثٌ فِرَاقُ الْأَحِبَّةِ مُحَمَّدٍ وَّحِزْبِهٖ"

"اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے: پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت کی جدائی۔"

"وَهَوْلُ الْمُطَّلَعِ عِنْدَ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ"

"دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی۔"

"وَالْوُقُوْفُ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ لَا أَدْرِيْ إِلَى النَّارِ انْصِرَافِيْ أَمْ إِلَى الْجَنَّةِ"

"تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جب کہ مجھے یہ معلوم

نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔"[1]

ایمان کی بنیاد حیا ہے

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے حیا نکال لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ لوگ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہوجاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ وہ بد اخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہوگیا ہے۔ جب وہ ایسا ہوجاتا ہے تو پھر اس سے امانت داری کی صفت چھین لی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے خیانت کرتے ہیں۔ جب وہ ایسا ہوجاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اس کی گردن سے اتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دوسروں پر لعنت کرتا ہے۔[2]

مؤمن کی مثال ایسے بیمار جیسی ہے جس کے ساتھ معالج بھی ہے

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اس دنیا میں مؤمن کی مثال اس بیمار جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو۔

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٦٦، رقم: ٦٦٣

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢٦٢، رقم: ٦٤٨

جب اس کا دل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اسے اس سے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے اس کے قریب بھی نہ جاؤ، کیوں کہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کر دے گی۔ اسی طرح وہ معالج اسے نقصان دہ چیزوں سے روکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مؤمن کا دل بہت سی ایسی دنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔[1]

زمین کسی کو پاک نہیں بناتی، انسان اپنے عمل سے پاک بنتا ہے

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دمشق میں رہتے تھے انہوں) نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا:

زمین کسی کو پاک نہیں بناتی۔ انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے۔ اگر آپ کے ذریعے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں پھر تو بہت اچھی بات ہے شاباش ہو آپ کو۔

اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم وطبیب بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲٦٥، رقم: ٦٦٢

کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں، ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا، چناں چہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے:

اللہ کی قسم! میں تو اناڑی حکیم ہوں۔ تم دونوں میرے پاس آ کر اپنا سارا قصہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے)۔[1]

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجوسی نام کیا تھا؟

سؤال ②: آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیجیے۔

سؤال ③: آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟

سؤال ④: آپ نے مؤمن کی کیا مثال دی ہے؟



[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲٦۳، رقم: ٦٥٢

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام جندب، ابوذر کنیت اور مسیح الاسلام لقب تھا۔

قبیلۂ غفار سے آپ کا تعلق ہے۔ اس وجہ سے غفاری کہلاتے ہیں۔ آپ پانچویں نمبر کے مسلمان ہیں۔ نہایت قلندر مزاج کے آدمی تھے۔ زہد پیشہ، تارک الدنیا اور فقیر طبیعت کے مالک تھے۔ اسی لئے آپ کو حضور ﷺ نے مسیح الامت کا لقب دیا۔ غزوۂ تبوک کے موقعے پر قافلے سے بچھڑ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دور سے آتا ہوا دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا ابوذر پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہیں تنہا رہیں گے اور قیامت کے دن تنہا اٹھیں گے۔ آپ ﷺ کی پیشن گوئیاں سچی ثابت ہوئیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ربذہ کے ویرانے میں قیام پذیر ہوئے۔ ۳۱ھ میں (ان کی اہلیہ محترمہ کے علاوہ گھر میں تیسرا کوئی نہ تھا۔ اولاد ایک ایک کرکے وفات پا چکی تھی)۔ آپ نے رحلت فرمائی۔ ایک قافلے کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے کفنایا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔

آپ کا زہد

حضرت عبداللہ بن خراش رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رَبذہ بستی میں دیکھا کہ وہ اپنے ایک کالے چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی چھپر کے نیچے ان کی کالی عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ بوری کے

ایک ٹکڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے عرض کیا گیا کہ آپ کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ انہوں نے فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ انہیں اس فانی گھر میں لے لیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں بوقتِ ضرورت ہمیں واپس کر دے گا اور وہ بچے وہاں کام آئیں گے۔

پھر ساتھیوں نے عرض کیا: آپ اس عورت کے علاوہ کوئی اور (خوب صورت) عورت لے لیتے تو اچھا تھا۔

فرمایا: میں اسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں تواضع پیدا ہو، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں بڑائی پیدا ہو۔

پھر ساتھیوں نے کہا: آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے۔

فرمایا اے اللہ! مغفرت فرما اور جو تو نے دیا ہے اس میں سے جتنا جی چاہے لے لے۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد محترم کہتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا: جیسے فلاں فلاں آدمیوں نے جائیداد بنائی ہے آپ بھی اس طرح جائیداد کیوں نہیں بنا لیتے؟

فرمایا میں امیر بن کر کیا کروں گا؟ مجھے تو روزانہ پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ اور ہر ہفتہ گندم ایک قفیز (ایک پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار ہر علاقے میں مختلف ہوتی ہے مصر میں قفیز سولہ کلوگرام کا ہوتا ہے) کافی ہے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری روزی حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صاع تھی۔ میں مرتے دم تک اس سے زیادہ

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢١٤، رقم: ٥٢٤

[2] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٢١٦، رقم: ٥٢٩

نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت ابوشعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور انہیں کچھ خرچہ دینا چاہا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمارے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ نکال کر ہم استعمال کر لیتے ہیں اور سواری اور مال برداری کے لئے کچھ گدھے ہیں اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور کپڑوں میں ضرورت سے زائد ایک چوغہ بھی ہے، مجھے ڈر ہے کہ ضرورت سے زائد رکھنے پر کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے۔[2]

شام کے گورنر حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تین سو دینار بھیجے اور یوں کہا کہ انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لانے والے سے فرمایا: یہ ان ہی کے پاس واپس لے جاؤ، کیا انہیں ہمارے علاوہ کوئی اور نہ ملا جو اللہ کے بارے میں ہم سے زیادہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہو (جو اللہ کے حکموں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانیوں میں لگا ہوا ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنے کو بھی غلط سمجھتے تھے) ہمارے پاس سایہ میں بیٹھنے کے لئے ایک مکان ہے اور بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو شام کو آجاتا ہے اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو مفت میں ہماری خدمت کر دیتی ہے۔ بس یہی چیزیں ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں ہے، لیکن پھر بھی مجھے ضرورت سے زائد رکھنے کا ڈر لگا رہتا ہے۔[3]

---

[1] اخرجه ابو نعيم ايضاً: ۲۱۶/۱، رقم: ۵۳۰

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۲۱۸/۱، رقم: ۵۳۷

[3] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۲۱۵/۱، رقم: ۵۲۶

آپ کی نصیحتیں

آخرت کے سفر کا توشہ تیار کر لو

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں۔ اس بھائی کے پاس آجاؤ جو تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہے۔ اس پر لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا، پھر فرمایا: ذرا یہ بتاؤ کہ جب تم میں سے کسی کا سفر کا ارادہ ہوتا ہے تو کیا وہ اتنا مناسب زادِ راہ نہیں لیتا جس سے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے؟

لوگوں نے کہا: لیتا ہے۔

فرمایا: قیامت کے راستے کا سفر تو سب سے لمبا سفر ہے، لہٰذا اتنا زادِ راہ لے لو جس سے یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے۔

لوگوں نے کہا: وہ زادِ راہ کیا ہے جس سے ہمارا یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے؟

فرمایا:

1. حج کرو اس سے تمہارے بڑے بڑے کام ہو جائیں گے۔
2. سخت گرم دن میں روزے رکھو، کیوں کہ قیامت کا دن بہت لمبا ہے۔
3. رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھو، یہ دو رکعتیں قبر کی تنہائی میں کام آئیں گی۔
4. خیر کی بات کرو یا پھر چپ رہو، شر کی بات مت کرو، کیوں کہ ایک بہت بڑے دن میں اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔
5. اپنا مال صدقہ کرو، تاکہ قیامت کی مشکلات سے نجات پا سکو۔

٦ اس دنیا میں دو باتوں کے لئے کسی مجلس میں بیٹھو یا تو آخرت کی تیاری کے لئے یا حلال روزی حاصل کرنے کے لئے۔ ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے مجلس میں بیٹھنے سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا، ایسی مجلس کا ارادہ بھی نہ کرو۔

٧ مال کے دو حصے کرو: ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کردو اور دوسرا حصہ اپنی آخرت کے لئے بھیج دو۔ ان دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور خرچ کروگے تو اس سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا اس کا ارادہ بھی نہ کرو۔

پھر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا:

اے لوگو! دنیا کے لالچ نے تمہیں مار ڈالا اور تم جتنا لالچ کرتے ہو اس کو تم کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا تھا؟

سُؤال ②: آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لقب عطا فرمایا تھا؟

سُؤال ③: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کیا ارشاد فرمایا؟

سُؤال ④: آپ کا انتقال کیسے ہوا؟



[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۲۲۰، رقم: ۵۴۷

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارُف

آپ کا نام اُبی، ابوالطفیل کنیت اور سیّد القراء، سیّد الانصار لقب تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے توریت کا مطالعہ کرتے تھے۔ اسی مذہبی جذبے نے دینِ اسلام کی طرف راغب کیا۔ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد تدوینِ قرآن کی جماعت میں بھی شامل رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب قراءت کے اختلاف کا مسئلہ پیش ہوا تو آخرکار آپ کی قراءت پر ہی سب کا اتفاق ہوا۔ آج ہمارے اور آپ کے درمیان قرآن کریم کا جو نسخہ ہے وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی قراءت کے مطابق ہے۔

آپ نے ۳۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ ہی میں دفن ہوئے۔

دو بڑے صحابہ کے درمیان آپ کا فیصلہ

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک گھر مدینہ منورہ کی مسجد (نبوی) کے بالکل ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

آپ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کر دیں۔

وہ یہ بھی نہ مانے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کر دیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا، لیکن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر بھی تیار نہ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اچھا پھر کسی کو آپ ثالث مقرر کر لیں جو ہمارا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں؟

انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ حدیث کیا ہے؟

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جس وقت بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی۔ آخر کار اللہ

تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کر لیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا۔[1]

اچھی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا، جب اس نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے تو میں نے دیکھا کہ ان جانوروں میں اس پر صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے۔

میں نے کہا: تم ایک سالہ اونٹنی دے دو، کیوں کہ زکوٰۃ تم پر اتنی ہی بنتی ہے۔

اس آدمی نے کہا: یہ کم عمر اونٹنی نہ تو دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آ سکتی ہے، البتہ یہ والی اونٹنی جوان اور خوب موٹی تازی ہے، تم اسے لے لو۔

میں نے کہا: جس جانور کے لینے کا مجھے حکم نہیں ملا میں اسے نہیں لے سکتا، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قریب ہی ہیں، اگر تم مناسب سمجھو تو تم مجھے جو دینا چاہتے ہو وہ خود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دو، اگر وہ قبول فرما لیں گے تو میں بھی قبول کر لوں گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تو پھر میں نہیں لے سکتا۔

اس نے کہا: چلو ایسے کر لیتا ہوں۔ چناں چہ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ اونٹنی بھی لے لی جو مجھے پیش کی تھیں، پھر ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

[1] حیاۃ الصحابہ، (اردو) حضرت عمر کا عدل وانصاف: ۲/۱۶۴، ۱۶۵

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا قاصد مجھ سے میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے آیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے) آئے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد۔ چناں چہ آپ کے قاصد کے سامنے میں نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے۔

آپ کے قاصد نے بتایا کہ مجھ پر زکوٰۃ میں صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہے جو کہ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے کام آ سکتی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے قاصد کے سامنے ایک جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لے، لیکن انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

یا رسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے، میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: واجب تو تم پر وہی ایک سالہ اونٹنی ہے۔ تم اپنی مرضی سے اس سے بہتر جانور دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے، ہم اسے قبول کرتے ہیں۔

اس نے (خوشی میں) دوبارہ کہا: یا رسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے، میں آپ کے پاس اسے لایا ہوں آپ اسے لے لیں۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لینے کا حکم فرما دیا اور اس کے لئے اس کے جانوروں میں برکت کی دعا فرمائی۔[1]

آپ کی نصیحتیں

اللہ کی کتاب کو امام بنالو

حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت اُبی بن

[1] أبو داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، رقم: ۱۵۸۳

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا: اللہ کی کتاب کو امام بنالو اور اس کے قاضی اور فیصلہ ہونے پر راضی رہو، کیوں کہ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں۔[1]

لو بھی تو اللہ کی خاطر، چھوڑو بھی تو اللہ کی خاطر

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے، اللہ اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہیں ہوتا۔

اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔[2]

مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اَلْمُؤْمِنُ بَيْنَ أَرْبَعٍ إِنِ ابْتُلِيَ صَبَرَ، وَ إِنْ أُعْطِيَ شَكَرَ وَ إِنْ قَالَ صَدَقَ، وَ إِنْ حَكَمَ عَدَلَ"

مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۱۸، رقم: ۸۳۸
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۱۹، رقم: ۸۴۰

صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾ [1]

یہ مؤمن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ یہ اندر جاتا ہے تو نور میں جاتا ہے۔ یہ باہر نکلتا ہے تو نور سے باہر نکلتا ہے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا۔

اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے: اس کا کلام ظلمت ہے۔ اس کا عمل ظلمت ہے۔ اندر جاتا ہے تو ظلمت میں جاتا ہے اور باہر آتا ہے تو ظلمت میں آتا ہے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ [2]

تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟

حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی کو جبر یا جویبر کہا جاتا تھا، انہوں نے کہا:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان سے ایک باندی لینے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کر کے رات کے وقت مدینہ پہنچا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت اور بات کرنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گیا اور دنیا کے بارے میں بات شروع کی اور دنیا کے چھوٹے ہونے

[1] سورة النور: آیت ۳۵
[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۲۰، رقم: ۸۴۷

کو بیان کرنے لگا اور اس کا حال ایسا بنا کر چھوڑا کہ گویا دنیا کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں بات پوری کر چکا تو انہوں نے فرمایا:

تمہاری ساری بات تقریباً ٹھیک تھی، لیکن تم نے دنیا کی جو برائی بیان کی یہ ٹھیک نہیں تھا اور تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟

دنیا کے ذریعے تو ہم جنت تک پہنچیں گے اور یہی آخرت کے لئے زادِ راہ ہے اور دنیا ہی میں تو تمہارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ تم کو آخرت میں ملے گا۔

غرضیکہ انہوں نے دنیا کے بارے میں جو بات کرنی شروع کی تو پتہ چلا کہ یہ تو دنیا کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے صاحب کون ہیں؟

فرمایا: یہ مسلمانوں کے سردار (حضرت) ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں[1])۔

جس سے حاجت پوری نہ ہو، اس سے سوال نہ کرو

ایک آدمی نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا:

اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا:

① لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو ② دشمن سے کنارہ کش رہو ③ دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروا لے) ④ زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مرجانے والے رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر۔

اور ⑤ اپنی حاجت اس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پوری

[1] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب الخرق: ۱۴۵، رقم: ۴۷۶

کرنے کی پروا نہیں ہے۔[1]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب کیا تھا؟

سوال ②: قرآن کریم کی تدوین کے وقت کس کی قراءت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہوا؟

سوال ③: حضرت عمر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا فیصلہ فرمایا؟

سوال ④: سوال کن لوگوں سے کرنا چاہیے؟

[1] کنز العمال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۹۳/۱٦، رقم: ٤٤٢٤٢

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام زید، ابوعبدالرحمٰن کنیت، کاتب الوحی لقب اور والد کا نام ثابت تھا۔

جس وقت آپ نے اسلام قبول فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مدینہ بھی تشریف نہیں لائے تھے کہ ۱۷ سورتیں یاد کرلیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوکر وہ سورتیں سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت متعجب اور خوش ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قرآن مجید کو آپ ہی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جمع فرمایا تھا۔ فرائض (میراث کا علم) کو آپ نے مدوّن کیا۔

عربی تو مادری زبان تھی۔ اس کے علاوہ فارسی، رومی، عبرانی اور سریانی، قبطی اور حبشی زبانوں میں بھی آپ ماہر تھے۔

۴۵ھ میں پچپن سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ طیبہ میں دفن کیے گئے۔

دو بڑے صحابہ کے درمیان آپ کا فیصلہ

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان (کھجور کے ایک درخت کے بارے میں) جھگڑا ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آؤ ہم آپس کے فیصلے کے لئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔

چناں چہ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ثالث بنالیا۔

یہ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کردیں (اور امیر المؤمنین ہو کر میں خود آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ) فیصلہ کروانے والے خود ثالث کے گھر آیا کرتے ہیں۔ جب دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اندر داخل ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر کے سرہانے بٹھانا چاہا اور یوں کہا:

اے امیر المؤمنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: یہ پہلا ظلم ہے جو آپ نے اپنے فیصلے میں کیا ہے۔ میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھوں گا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دعویٰ پیش کیا۔ جس کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: (قاعدے کے مطابق انکار کرنے پر مدعیٰ علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے، لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) آپ امیر المؤمنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں اور میں امیر المؤمنین کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ درخواست نہیں کرسکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس رعایت کو قبول نہ کیا بلکہ) قسم کھائی اور قسم کھا کر فرمایا: زید صحیح قاضی تب

بن سکتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک عمر اور ایک عام مسلمان برابر ہو۔[1]

لوگوں میں اسلام کا شوق پیدا کرنے کے لئے مال خرچ کرنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک عربی آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین مانگی۔ آپ نے وہ زمین اس کے نام لکھ دی۔ اس پر وہ مسلمان ہوگیا۔

پھر اس نے اپنی قوم کو جا کر کہا: تم اسلام لے آؤ میں تمہارے پاس اس آدمی کے ہاں سے آ رہا ہوں جو اس آدمی کی طرح دل کھول کر دیتا ہے جسے فاقہ کا کوئی ڈر نہ ہو۔[2]

آپ کی نصیحتیں

اللہ تعالیٰ نے زبان کو دل کا ترجمان بنایا ہے

حضرت عبداللہ بن دینار بہرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں یہ لکھا:

امابعد! اللہ تعالیٰ نے زبان کو دل کا ترجمان بنایا اور دل کو خزانہ اور حکمران بنایا۔ دل زبان کو جو حکم دیتا ہے زبان اسے پورا کرتی ہے۔ جب دل زبان کی موافقت پر ہوتا ہے تو گفتگو مرتب اور مناسب ہوتی ہے، نہ زبان سے کوئی لغزش ہوتی ہے اور نہ وہ ٹھوکر کھاتی ہے۔

---

[1] السنن الکبری، آداب القاضی، باب انصاف الخصمین فی المدخل علیہ: ۱۰/۱۳۶

[2] مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوة، باب فی جودة: ۸/۴۱۰، رقم: ۱۴۱۸۱

اور اس انسان کا دل اس کی زبان سے پہلے نہ ہو یعنی دل اس کی نگرانی اور دیکھ بھال نہ کرے تو اس کی بات عقل و سمجھ والی نہیں ہوگی۔

جب آدمی اپنی زبان کو بات کرنے میں کھلا اور آزاد چھوڑ دے گا اور زبان دل کی مخالفت کرے گی تو اس طرح وہ آدمی اپنی ناک کاٹ ڈالے گا یعنی خود کو ذلیل کرلے گا اور جب آدمی اپنے قول کا اپنے فعل سے موازنہ کرے گا تو عملی صورت سے ہی اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور یہ کہاوت عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جو بخیل بھی تمہیں ملے گا وہ باتوں میں تو بڑا سخی ہوگا، لیکن عمل میں بالکل کنجوس ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی زبان اس کے دل سے آگے رہتی ہے یعنی بولتی بہت ہے اور دل کے قابو میں نہیں ہے اور یہ کہاوت بھی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کہے کی پابندی نہ کرے یعنی اس پر عمل نہ کرے حالاں کہ اس بات کو کہتے وقت وہ جانتا تھا کہ یہ بات حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے تو کیا تم اس کے پاس شرف وعزت اور مردانگی پاؤ گے؟

اور آدمی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھے، کیوں کہ جو لوگوں کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو ہلکا سمجھتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بتکلف ایسا کام کررہا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا والسلام۔[1]

آپ کی دعا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ غِنَى الْأَهْلِ وَ الْمَوَالِي وَ أَعُوْذُبِكَ أَنْ تَدْعُوَ عَلَيَّ رَحِمٌ قَطَعْتُهَا"[2]

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق...... : ۹۲/۱۶، رقم: ۴۴۲۳۲

[2] مجمع الزوائد، كتاب الاذكار، باب ما يقول اذا آوى الى فراشه: ۱۲۸/۱۰، رقم: ۱۷۰۵۹

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اہل وعیال کے اور تمام متعلقین کے غنا کو مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں رشتہ توڑوں اور وہ رشتہ میرے لئے بددعا کرے۔"

فائدہ: رشتہ دار و خاندان کا ہونا یہ انسان کے لئے ایک نعمت ہے۔ رشتہ داری بنانا یا خاندان بنانا یہ انسان کے بس سے باہر ہے۔ ہاں رشتہ داری کو قائم رکھنا اور خاندان والوں کے لئے درمیان صلہ رحمی کو فروغ دینا یہ ممکن ہے، تب ہی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے۔

لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ بات بات پر ناراض ہوکر یا اپنی انائیت کا مسئلہ بنا کر رشتے ختم نہیں کرنے چاہئیں۔ اسی طرح ایک تو ہم تنہا ہو جائیں گے دوسرا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیں گے۔

مذاکرہ

سوال ①: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کس بات پر خوش ہوتے تھے؟

سوال ②: حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون کون سی زبان جانتے تھے؟

سوال ③: علم میراث کس نے مدون کیا تھا؟

سوال ④: حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو کون سی دعا پڑھتے تھے؟



حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام شداد، ابوعبدالرحمٰن کنیت اور والد کا نام اوس ہے۔ تمام خاندان مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ آپ نے بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

آپ نہایت بردبار اور کم بولتے تھے، لیکن جب بولتے تو میٹھی اور صاف زبان استعمال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے تنگی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کبھی تنگی نہ ہوگی اور تمہاری اولاد بیت المقدس کا امام ہوگی۔

عہدِ نبوت کے بعد فلسطین چلے گئے۔ وہاں ۵۸ھ میں انتقال ہوا، اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

آپ کی نصیحتیں

آپ لوگوں نے خیر و شر کے اسباب دیکھے ہیں

حضرت زیاد بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''إِنَّكُمْ لَمْ تَرَوْا مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَسْبَابَهُ وَلَمْ تَرَوْا مِنَ الشَّرِّ إِلَّا أَسْبَابَهُ''

ترجمہ: ''آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔''

''اَلْخَيْرُ كُلُّهُ بِحَذَافِيرِهِ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّرُّ كُلُّهُ بِحَذَافِيرِهِ فِي النَّارِ''

ترجمہ: ''ساری کی ساری خیر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جنت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جہنم میں ہے۔''

(یعنی بھلائی جنت میں جانے کا اور برائی جہنم میں جانے کا سبب ہے)۔

اور دنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجود ہے نظر آرہا ہے، جس میں سے نیک اور برے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں، لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے بنو اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

بعض لوگوں کو علم تو مل جاتا ہے لیکن بردباری نہیں ملتی اور (حضرت) ابویعلی (یہ حضرت شداد کی کنیت ہے) کو علم بھی ملا اور بردباری بھی۔[1]

مذاکرہ

سوال ۱: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسی زبان استعمال کرتے تھے؟

سوال ۲: حضور ﷺ نے آپ کو کیا دعائیں دیں؟

سوال ۳: خیر و شر کے متعلق آپ کا کیا بیان تھا؟

سوال ۴: آپ کہاں دفن کیے گئے؟



[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۳۱، رقم: ۸۸۵

حضرت جندب بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام جندب اور والد کا نام کعب تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے شرک و جادو سے ایک قسم کی نفرت تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں کوفہ میں ایک شعبدہ باز ایسا جادو دکھاتا تھا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ عوام اس شعبدہ باز کے کرتب دیکھ کر حیران ہوتے۔ آپ بھی تشریف لے گئے، جاتے ہی اس شعبدہ باز کا کام ایک وار میں تمام کیا، پھر فرمایا: اب زندہ کرو۔

گورنر نے اس جرم میں گرفتار کیا۔ پھر آپ کی عبادت وقراءت سے متاثر ہو کر رہا کر دیا۔ وہاں سے آپ روم تشریف لے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وفات پائی۔

آپ کی نصیحتیں

اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو

حضرت جندب بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو، کیوں کہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو، لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آجاتی ہے۔

جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم سے کسی ایک پر آنے لگے تو

کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو۔

اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے، لیکن دین کا نہ ہو۔

اصل ناکام اور نامراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے۔

"أَلَا لَا فَقْرَ بَعْدَ الْجَنَّةِ وَلَا غِنٰى بَعْدَ النَّارِ"

ترجمہ: "غور سے سنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مال داری کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔"

"لِأَنَّ النَّارَ لَا يُفَكُّ أَسِيْرُهَا وَلَا يُبْرَأُ حَدِيْرُهَا وَلَا يُطْفَأُ حَرِيْقُهَا"

ترجمہ: "کیوں کہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی۔"

"وَ إِنَّهٗ لَيُحَالُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِ بِمِلْءِ كَفِّ دَمٍ أَصَابَهٗ مِنْ دَمِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، كُلَّمَا ذَهَبَ لِيَدْخُلَ مِنْ بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِهَا وَجَدَهَا تَرُدُّ عَنْهَا."

ترجمہ: "اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کا مٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لئے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور جب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خون دھکے دیتا ہوا ملے گا۔"

اور جان لو کہ مرنے کے بعد آدمی کو جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے، لہٰذا اس بدبو کے ساتھ حرام

روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو۔

اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خون بہانے سے بچو۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت جندب بجلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جادو کو کیا فرمایا؟

سُؤال ②: گورنر نے آپ کو کس وجہ سے رہا کیا؟

سُؤال ③: سب سے نامراد کون ہے؟

سُؤال ④: حضرت جندب بجلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قرآن کے بارے میں کیا نصیحت کی؟



[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۸۹/۱٦، رقم: ٤٤٢٢٨

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام صدی، ابوامامہ کنیت اور والد کا نام عجلان تھا۔ اپنی ماں کی نسبت سے باہلی مشہور ہوئے۔

بیعتِ رضوان سے پہلے اسلام قبول کیا اور اس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اے ابوامامہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

حدیث کی تبلیغ واشاعت آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے ایک جماعت ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتی۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ساتھ تھے۔ ۸٦ھ میں عبدالملک اموی کے عہد میں انتقال ہوا اور ۱۰٦ برس عمر پائی۔

آپ کی نصیحتیں

بینے کی بینائی نابینے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی

حضرت سلیم بن عامر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ہم ایک جنازے کے ساتھ بابِ دمشق میں گئے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے۔ جب وہ نمازِ جنازہ پڑھا چکے اور لوگ جنازے کو دفن کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ وَأَمْسَيْتُمْ فِي مَنْزِلٍ تَقْتَسِمُوْنَ فِيْهِ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ وَتُوْشِكُوْنَ أَنْ تَظْعَنُوْا

مِنْهُ إِلٰى مَنْزِلٍ آخَرَ وَهُوَ هٰذَا (يُشِيْرُ إِلَى الْقَبْرِ)"

"اے لوگو! تم اب تو صبح و شام ایسی جگہ کر رہے ہو جہاں تم لوگ اپنے اپنے حصے کی نیکیاں اور برائیاں جمع کر رہے ہو۔ پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

عن قریب یہاں سے کوچ کر کے اس (قبر والی) جگہ آجاؤ گے۔

"بَيْتُ الْوَحْدَةِ"

"یہ قبر تنہائی کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ"

"اندھیرے کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الدُّوْدِ"

"کیڑوں کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الضِّيْقِ إِلَّا مَا وَسَّعَ اللّٰهُ"

اور تنگی کا گھر ہے، لیکن جس کے لئے اللہ قبر کو کشادہ کر دیں تو یہ الگ بات ہے۔

پھر قیامت کے دن تم لوگ یہاں سے منتقل ہو کر میدانِ حشر میں پہنچ جاؤ گے اور وہاں اللہ کا ایک حکم آئے گا جس سے بہت سے چہرے سفید اور بہت سے سیاہ ہو جائیں گے، پھر وہاں سے دوسری جگہ چلے جاؤ گے۔ اس جگہ سب لوگوں پر سخت اندھیرا چھا جائے گا، پھر نور تقسیم کیا جائے گا۔ مؤمن لوگوں کو تو نور مل جائے گا، لیکن کافروں اور منافقوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا، انہیں کچھ بھی نور نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس مثال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهٗ

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [1]

ترجمہ: "یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کی ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہو سکتا۔"

اور کافر و منافق مؤمن کے نور سے روشنی حاصل نہیں کر سکیں گے جیسے اندھا بینا کی دیکھنے کی طاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (پل صراط پر) کہیں گے:

﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ﴾ [2]

ترجمہ: "(ذرا) ہمارا انتظار کر لو ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی چال بازی کی سزا دیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ﴾ [3]

ترجمہ: "چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس چال

[1] سورۃ النور: آیت ۴۰
[2] سورۃ الحدید: آیت ۱۳
[3] سورۃ النساء: آیت ۱۴۲

کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔"

پھر کفار اور منافقین اسی جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا، لیکن انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا۔ پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے تو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا:

﴿بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾[1]

ترجمہ: "(جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔"

حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: یوں منافق دھوکے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ نور تقسیم ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ منافق اور مؤمنوں کو الگ الگ کردیں گے۔[2]

ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا تو اس میں یہ فرمایا: ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو، چاہے وہ کام تمہاری مرضی کا ہو یا نہ ہو، کیوں کہ صبر بہت اچھی خصلت ہے۔ اب تمہیں دنیا پسند آنے لگ گئی ہے اور اس نے اپنے دامن تمہارے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور اس نے اپنے زینت والے کپڑے پہن لئے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کو تو اعمال کا شوق تھا اس لئے وہ) اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس لئے یہاں بیٹھے ہیں تاکہ

[1] سورة الحديد: آیت ۱۳
[2] تفسیر ابن کثیر: ۳۰۸/۴، الحدیث: ۱۳

ہم لوگوں کو سلام کریں اور پھر لوگ بھی ہمیں سلام کریں۔[1]

فائدہ: اس دنیوی زندگی میں ہر شخص کو کسی نہ کسی شکل میں تکلیفوں اور غموں سے سابقہ ضرور پیش آتا ہے، اگر وہ بے صبری کا مظاہرہ کرے، ہر وقت جا بجا اپنے غموں کا دکھڑا روتا رہے اور اپنی تقدیر کا گلہ شکوہ کرے تب بھی اسے غموں سے بالکلیہ نجات نہیں مل سکتی، لیکن اس صورت میں ایک تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تکلیف کی گھٹن کا شکار رہے گا، دوسرے اس بے صبری کا بہت بڑا نقصان یہ ہوگا کہ یہ تکلیفیں جو اس کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی تھیں، ان کا کوئی اجر بھی نہیں ملے گا۔

اس کے برعکس ایک انسان وہ ہے جو تکلیف اور صدمے کے موقع پر یہ سوچتا ہے کہ یہ چند روزہ دنیا کی تکلیف ہے اور دنیا کی تکلیفوں سے کسی کو بھی مکمل چھٹکارا نہیں مل سکتا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لہٰذا مجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا شکوہ کرنے کی بجائے اس کی حقانیت پر ایمان رکھنا چاہیے۔ اگرچہ اس تکلیف دہ واقعے سے مجھے صدمہ پہنچا ہے۔ اس صدمے کی وجہ سے میرا دل بھی اُمڈ رہا ہے، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے کوئی شکایت نہیں، کیوں کہ وہی جانتا ہے کہ میری بہتری کس چیز میں ہے، میں ان ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اسے میرے حق میں بہتر بنادیں، میرے دل کو سکون اور تسلی عطا فرمادیں اور آئندہ مجھے ایسی تکلیفوں سے محفوظ رکھیں جو مجھے بے تاب کرنے والی ہوں۔

اس شخص کی اسی سوچ کا نام "صبر" ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو تسلی ہوتی ہے، بے چینی میں کمی آتی ہے، دل کو قرار نصیب ہوتا ہے اور دوسری طرف جو تکلیف پہنچی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حساب اجر ملتا ہے۔

بزرگانِ دین نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "صبر" ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق، الصبر علی البلایا مطلقاً: ۳۰۳/۳، رقم: ۸۶۶۱

جس سے انسان روحانی اعتبار سے ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

اس ''صبر'' کی علامت یہ ہے کہ جب بھی دل میں صدمہ پیدا ہو انسان زبان سے کہے کہ: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''۔

چناں چہ غم، دکھ، درد، تکلیف اور پریشانی پر صبر کرنے کے لئے بیت العلم ٹرسٹ کی مطبوعہ کتاب ''پریشانی کے بعد راحت'' کا مطالعہ بھی کریں، جس میں پریشانی کے بعد راحت کے موضوع پر مستند واقعات جمع کئے گئے ہیں، اس موضوع پر یہ ایک بہترین کتاب ہے۔

اسی طرح دارالہدیٰ کی کتاب ''پریشان رہنا چھوڑ دیجیے'' کا مطالعہ بھی بہت فائدہ مند ہوگا۔

تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں

حضرت سلیمان بن حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور ان کا ظاہری منظر جو نظر آ رہا تھا ان کی عقل اور ان کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی:

اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پہنچا دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا، لہٰذا تم جو کچھ سن رہے ہو اسے آگے پہنچا دینا۔

تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو

انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور غنیمت دے کر انہیں واپس کریں گے:

ایک تو وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔

دوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا، وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔

تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو، پھر فرمایا:

جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ ان میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا، چناں چہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا: تم پر قرضہ کتنا تھا؟

وہ اپنے قرضے کا حساب لگانے لگے گا۔

پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا﴾[1]

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے۔''

پھر وہ بندہ کہے گا:

اے میرے رب! مجھ پر اتنا اتنا قرضہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اپنا قرضہ ادا کرو۔

وہ کہے گا:

[1] سورۃ النساء: آیت ۴۲

میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اتار سکتا ہوں۔

پھر فرشتوں سے کہا جائے گا: اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو)۔

چناں چہ اس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ اس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو کہا جائے گا:

اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو۔

چناں چہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہوجائیں گے۔ پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ فسق و فجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں۔

اور سچ بولنے کو لازم پکڑو، کیوں کہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا:

اے لوگو! تم تو زمانہ جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم و دینار اس لئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کرکے سات سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو، لیکن تم لوگ تھیلیوں میں درہم و دینار بند کرکے رکھتے ہو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہو۔

غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعے ہوئی ہیں جن

میں زینت کے لئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا، بل کہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔[1]

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے؟

سؤال ②: حضور ﷺ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا فرمایا؟

سؤال ③: آپ کا خاص مشغلہ کیا تھا؟

سؤال ④: آپ کا انتقال کس عمر اور کس سن ہجری میں ہوا؟



[1] کنز العمال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق......: ۹۱/۱۶، رقم ۴۴۲۳۱

مراجع ومصادر

کتابوں کے نام — مصنفین کے نام — کتب خانوں کے نام

◎ ابوداؤد .... امام سلیمان بن اشعث البجستانی (م)۲۷۵ .... ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
◎ ادب المفرد .... امام محمد بن اسماعیل البخاری (م)۲۵۶..... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ آسان نیکیاں .... مفتی محمد تقی عثمانی .... مکتبہ رحمانیہ، لاہور
◎ بخاری................. امام محمد بن اسماعیل البخاری (م)۲۵۶....... قدیمی کتب خانہ، کراچی
◎ البدایہ والنہایہ .... حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر (م)۷۷۴ داراحیاء التراث العربی، بیروت
◎ تفسیر ابن کثیر.......... حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر (م)۷۷۴ دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض
◎ تاریخ ابن جریر طبری .... ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م)۳۱۰ .... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ ترغیب وترہیب .... حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی (م)۶۵۶ ..... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ ترمذی................. امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م)۲۷۹......... ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
◎ جمع الفوائد............... امام محمد بن محمد بن سلیمان (م)۱۰۹۴ ...... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ حیاۃ الصحابہ (عربی) .... مولانا محمد یوسف کاندھلوی ..... داراحیاء التراث العربی، بیروت
◎ حیاۃ الصحابہ (اردو) .... مترجم مولانا محمد احسان الحق.............. زم زم پبلشرز، کراچی
◎ حلیۃ الاولیاء .... حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ (م)۴۳۰ ...... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ سنن الکبریٰ .... حافظ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (م)۴۵۸.. ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
◎ شعب الایمان .... حافظ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (م)۴۵۸......... مکتبۃ الرشید ناشرون
◎ طبقات ابن سعد .... محمد بن سعد (م)۲۳۰ .... دارالفکر للطباعۃ والنشر، بیروت
◎ فیض القدیر.................. علامہ محمد عبدالرؤف المناوی .... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ کنز العمال............. علامہ علاء الدین علی المتقی (م)۹۷۵ .... دارالکتب العلمیۃ، بیروت

◎ مسلم..................... امام ابوحسین مسلم بن حجاج (م)۲۶۱ .... ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
◎ موسوعۃ الحدیث للکتب الستۃ ...... صالح بن عبدالعزیز .... دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض
◎ مؤطا امام مالک.......... ....امام مالک بن انس .... نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
◎ معارف القرآن.................. مفتی محمد شفیع .... ادارۃ المعارف، کراچی
◎ مجمع الزوائد .... حافظ نورالدین علی بن ابوبکر (م)۸۰۷ ..... دارالکتب العلمیۃ، بیروت
◎ مناجات مقبول .... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی .... برنی پرنٹنگ کمپنی
◎ مستدرک حاکم .... حافظ ابوعبداللہ الحاکم .... دارالحرمین للطباعۃ والنشر
◎ مسند احمد................ امام احمد بن محمد بن حنبل (م)۲۴۱.. داراحیاء التراث العربی، بیروت

